41

چمن بے نظیر

16/3/88

مین دشمن جان ڈھونڈھ کے جو اپنا نکالا
تو حضرتِ دل سلمک اللہ تعالا

جب مست چمن سے ہو چلا گھر کو وہ لالا
غنچہ نے صُراحی لی اُٹھا گل نے پیالا

کہتا ہے نگہ سے یہ ترا گوشۂ ابرو
دیکھے جو کوئی خون گرفتہ تو لگا لا

مانگا جو مین دل کو تو کہا بس یہی اک دل
جتنے ہی تو چاہے مری کوچے سے اُٹھا لا

ای غنچہ سبب کیا ہی کہ آتے ہی چمن مین
گل کو جھاڑی تو دامن تو نے تجھے کو سنبھالا

آتا ہے تو یوسفؑ سے مشابہ کہ عدم سے
پردے مین چھپا اُسکے تئین تجھ کو نکالا

اِس آنکھ لڑانے سے یہ دل کیونکہ برآوے
نے تیغ ہے اُس پاس نہ خنجر ہے نہ بھالا

فتنے ہی اُٹھانے سے ہوئی پشتِ فلک خم
ہرگز نہ کسی گرتے کو ظالم نے سنبھالا

سودا تجھے کہتا ہون خوبون سے مل اتنا
تو اپنا غریب عاجز و دل بیچنے والا

غزل

جب حُسنِ ازل پردۂ امکان مین آیا
ہر رنگ بہر رنگ ہر اک شان مین آیا

حرمت سے ملائک نے جسے سجدہ کیا ہی
جسوقت کہ وہ صورتِ انسان مین آیا

گل ہی وہی سنبل ہی وہی نرگس حیران
اپنے ہی تماشے کو گلستان مین آیا

اوّل وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن
مذکور یہی آیت قرآن مین آیا

قانون وہی ساز وہی طبلہ وہی ہی
ہر تار مین بولا کہ ہر اک تان مین آیا

غزل عسم

عشق نے تیری مجھکو ل کیا کیا ستم دکھا دیا
عیش و خوشی و زندگی سارا جہان بھلا دیا

موت سے پہلے آگے مر چکا نیکی بدی سے کیا غرض
ہستی سے لیکے تا عدم جامِ بقا پلا دیا

ڈھونڈھون پھرون مین یار کو اپنی فکر مین جو طرف
آپ مین آپ ملگیا پردہ مین جو اُٹھا دیا

میرے سخن کو سمجھو تم اسمین نہین ہے کچھ غلط
آپ ہی خدا ہوا یہ دم جبکہ خودی مٹا دیا

عمر مین اپنے آپ مین آپ ہی سمجھکے چپ رہا
جبکہ ملا وہ غیر سے ہنس کے مجھے رُلا دیا

غزل خورشید

مطرب سے کہہ شروع کرے گانا بسنت کا / فرخندہ ساقیا ہے یہ آنا بسنت کا
تیغ بہار چل گئی ملک خزاں پہ جب / بیٹھا ہی شاخسار پہ تھانا بسنت کا
گل کھولے کان سنتا ہی دیتا ہی غنچہ تال / گاتی ہے عندلیب ترانا بسنت کا
خورشید نے لباس کیا تجھ بغیر زرد / کرتا ہی جس سبب سے ترا آنا بسنت کا

غزل حیدری

وہ چاند سا مکھڑا نام خدا وہ رنگ سنہرا صل علی / وہ گول بدن سانچے میں ڈھلا ڈھیکا سراپا صل علی
وہ گھونگروالی بال سیاہ وہ زلفیں اسکی عین گرہ / وہ سحر مجسم چشم نگاہ وہ دیدہ حورا صل علی
تھی مونھ پہ مسی کی دھڑی وہ جیسے ہیں شام پڑی / تھی دانت کہ جون موتی کی لڑی پر انکا چمکنا صل علی
وہ ابھری ابھری سخت کچیں جو دیکھے انکو ہاتھ تلے / وہ بیٹھیں جو رین رشک کریں وہ ناف کا نقشہ صل علی
گو ہر بن مو ہو جاوے زبان تو بھی نہ ہو مجھ سے اسکا بیان / ای حیدری وہ محبوب جہاں وہ دلبر رعنا صل علی

غزل مومن خان

کسی کا ہوا آج کل تھا کسی کا / نہ ہے تو کسی کا نہ ہوگا کسیکا
کیا تم نے قتل جہاں اک نظر میں / کسی نے نہ دیکھا تماشا کسیکا
نہ میری سنے وہ نہ میں ناصحون کی / نہیں مانتا کوئی کہنا کسیکا
مجھے مار ڈالا ہے انکار نے پھر / نہ کہنا کہ کیا مجھ پہ دعوا کسیکا
جو پھر جاے اس بیوفا سے تو جانوں / کہ دل پر نہیں زور چلتا کسیکا
صبا نکہت یار لائی کہاں سے / اسے دخل کیا گو میں ہونگا کسیکا
وہ کرتے ہیں بیباک عاشق کشی یوں / نہیں کوئی دنیا میں گویا کسیکا
دہم الحذر اور عشق بتان سے / مجھے ڈر ہے ای مومن ایسا کسیکا

غزل شاہ ظفر شاہ دہلی

کسی نے اسکو سمجھایا تو ہوتا
کوئی یان تک اُسے لایا تو ہوتا

مزہ رکھتا ہے زخمِ خنجرِ عشق
کبھی اے بوالہوس کھایا تو ہوتا

نہ بھیجا لکھکے تو نے ایک پرچہ
ہمارے دل کو پرچایا تو ہوتا

کہا عیسیٰ نے قم کشتے کو تیرے
کچھ اب تک بھی نہ فرمایا تو ہوتا

نہ بولا ہم نے کھڑکایا بہت در
ذرا دربان کو کھڑکایا تو ہوتا

یہ نخلِ آہ ہوتا بید ہی کاش
نہوتا گو تجھے [illegible]

جو کچھ ہوتا سو ہوتا تو نے تقدیر
وہاں تک [illegible] تو ہوتا

کیا کس جرم پر تو نے مجھے قتل
ذرا تو دل [illegible] تو ہوتا

کیا جیسا مریضِ عشق مجھکو
عیادت کو کبھی آیا تو ہوتا

دل اُسکی زلف مین الجھا ہی کب سے
ظفر اک روز سلجھایا تو ہوتا

غزل دارا

سحاب پارہ ہے دامن ہے آبدیدون کا
نمود برق طپیدہ ہے دل طپیدون کا

چراغ صبح کے مانند کوئی دم کی ہمین
بیان حال ہوا جان بلب رسیدون کا

جہان ہوتے ہین گلِ سُرخ خاک سے پیدا
اسی زمین مین ہی مدفن تری شہیدون کا

اثر رکھے ہے یہ فریاد دردمندون کی
بُرا ہے صبر ستمگر ستم رسیدون کا

عجب شجر ہے ثمر جنکے پارۂ یاقوت
یہ رنگ دیکھ لے مژگانِ خون چکیدون کا

کھلا کسی پہ نہ آسودگان خاک کا حال
ہجوم مہدِ زمین مین ہے آرمیدون کا

کوئی بھی ساتھ کسی کے گیا نہ اے دارا
عدم کو جاتا ہے کیا قافلہ جریدون کا

غزل خواجہ میر درد

جگ مین کوئی نہ ٹک ہنسا ہوگا
کہ نہ ہنستے مین رو دیا ہوگا

اُسنے قصداً بھی میری باتون کو
نہ سُنا ہوگا گر سُنا ہوگا

دیکھیے غم سے اب کی جی میرا
نہ بچے گا بچے گا کیا ہوگا

دل زمانے کے ہاتھ سے سالم
کوئی ہوگا کہ رہ گیا ہوگا

حال مجھ غمزدے کا جس تس نے
جب سنا ہوگا رو دیا ہوگا

قتل سے میرے وہ جو باز رہا
کسی بدخواہ نے کہا ہوگا

دل بھی اے درد قطرۂ خون تھا
آنسوؤن مین کہین گرا ہوگا

غزل میر تقی ملک الشعرا

اس عہد مین الٰہی محبت کو کیا ہوا
چھوڑا وفا کو اُسنے مروت کو کیا ہوا

امیدوار وعدۂ دیدار مر چلے
آتے ہی آتے میر قیامت کو کیا ہوا

جاتا ہے یار تیغ بکف غیر کی طرف
اے کشتۂ ستم تری غیرت کو کیا ہوا

بخشش نے مجکو ابر کرم کے کیا خجل
اے چشم جوش اشک ندامت کو کیا ہوا

تھی صعب عاشقی کی بدایت ہی میر پر
کیا جانیے کہ حال نہایت کو کیا ہوا

غزل جرأت

جو دم لب پہ گھبرا کے آنے لگا
تو شاید مرا دل ٹھکانے لگا

نہ آنے کا جب مین سنانے لگا
وہ آئینہ مجکو دکھانے لگا

وہ دلبر کسی سے ہوا ہمکنار
کہ دل بر مین کچھ تلملانے لگا

کیا اُسنے جو سیر دریا کا عزم
مین آنکھون سے دریا بہانے لگا

کہا طبع نے اور لکھ اک غزل
قلم جب مین جرأت اُٹھانے لگا

ایضاً

اُسے رحم جب مجھ پہ آنے لگا
تو صحبت یہ گردون چھڑانے لگا

کسی نے جو پوچھا خفا کس سے ہو
اشارے سے مجکو بتانے لگا

مزاج آیا ہنسنے پہ تو غیر سے
لڑا آنکھ مجکو لڑانے لگا

منانا پڑا اور اُلٹا مجھے
محبت جو مین آزمانے لگا

غرض دل کے لگ جاتی ہی عشق آہ
عجائب تماشا دکھانے لگا

دیا اُسکے در پر جو جرأت نے جی
تو الحمد للہ ٹھکانے لگا

غزل ناسخ

ساتھ اپنے جو مجھے یار نے سونے ندیا
رات بھر مجکو دلِ زار نے سونے ندیا

خواب ہی مین نظر آیا وہ شبِ ہجر کہین
سو مجھے حسرتِ دیدار نے سونے ندیا

خفتگی بخت کی کیا کہیے کہ جز خوابِ عدم
عمر بھر دیدۂ بیدار نے سونے ندیا

رات بھر دردِ جدائی سے کراہا ایسا
کہ جہان کو ترے بیمار نے سونے ندیا

یاد اس زلف کی رہ رہ کے مجھے دلوائی
ہجر مین مجکو شبِ تار نے سونے ندیا

یہی صیاد گلہ کرتا ہی میرا ہر صبح
نالۂ مرغِ گرفتار نے سونے ندیا

سمجھے تھی بعد فنا پاوینگے راحت ناسخ
حشر تک وعدۂ دیدار نے سونے ندیا

غزل لطیف

جو شبکو سویا تو مین نے یار و جمالِ فخرِ عرب کو دیکھا
اُٹھا یا پردہ کو عین کے جب تو عین الغ ازب کو دیکھا

عجب تجلی احمدی کی ہیم روشن صرفِ آدم صفی کی چا...
وگرنہ نورِ احد مین ہے نہ کوئی حسب نسب کو دیکھا

سرا تحت الثریٰ سے لیکر مقامِ محمود لامکان تک
مین اپنا رنگ دوئی جُدا کر جمالِ احمد مین سب کو دیکھا

بیانِ شکرِ اسکا کیا رقم ہو شمارِ انعام کیا ہم ہو
کہ جسکے رحم و کرم کا او پر کبھی غالب غضب کو دیکھا

جہانِ عقبیٰ مین یا الٰہی ہمیشہ رویت سے مصطفےٰ کی
ہر ایک مومن کو ہو وے روزی لطیف نے جو جسکو دیکھا

غزل رفیع السودا ملک الشعرا

زخم کا دل کے تر و تازہ ہی انگور سدا
جاری رہتا ہی مری چشم سے ناسور سدا

جسکے ہم تیغِ نگہ سے ہوئے گھائل یا رب
چشمِ زخم اُس سے زمانے مین رہے دور سدا

ہی اُنھین شوق کسی دل کے لہو پینے کا
دیکھتا ہون تری آنکھین تکو مین مخمور سدا

گو نہ دی شیشہ گردون نے گلرنگ مجھے
خون دل سے تو مرا جام ہے معمور سدا

یار کی دیکھے تجلّی جو تو موسیٰ کی طرح
سنگ رہ سے ترے نکلے شررِ طور سدا

ایک شب آ کوئی دلسوز نہ رویا اسپر
شمع بجھی گورِ ہماری سے جلی دور سدا

دوستو سُنتے ہو سودا کا خدا حافظ ہی
عشق کے ہاتھ سے رہتا ہے یہ رنجور سدا

غزل ہدایت

دشت سے قیس گیا کوہ سے فرہاد گیا
کارخانہ ہی سبھی عشق کا برباد گیا

چشمِ الفت تھی مجھے تجھسے تو اے طفلِ سرشک
ہای دُنیا سے تو لڑکے یون ہی ناشاد گیا

یاد کر سبزۂ خط اشک جگر سے نکلا
روٹھ کر گھر سے یہ لڑکا خضر آباد گیا

یہ ہدایت سے بنا ریختہ کی تھی قائم
حیف صد حیف کہ دُنیا سے وہ اُستاد گیا

غزل انشا

ای عشق جلوہ گر تجھ مین ہی ذاتِ مولا
وَالسَّابِحَاتِ سَبْحًا فَالسَّابِقَاتِ سَبْقا

تمنے سکھا دیا کیا جبرئیل کو نجانے
جھٹ زیر سدرہ اُسنے جو بستر اجمایا

جو شخص جھپسیا ہو خدمت مین یان تمھاری
کیونکر نہ پھر وہ دیکھے لاہوت کا تماشا

فرماوین آپ جو کچھ حقّا وہی تو سچ ہے
اے میرے پیر و مرشد ہان بادشاہ دانا

گر حکم ہو تو سائین سُلفے کا دم لگا کر
پھٹکاؤن اور بھی مین سنبری کا ایک کوڑا

ہے یاد مین تمھاری بیٹھا ہوا مراقب
چارم فلک پہ عیسیٰ کھینچے ہوئے ادوا سا

کروبان تھین سب کیون پیشوا سمجھین
روح القدس ہے ادنیٰ اک بالکا تمھارا

سبزہ اگر چڑھاتا منظور صبحدم ہو
تو لیجیے برگ کوئی والناشطاتِ نشطا

اتنا نہ بھکے پھرئیے تشریف لائیے بھی
حضرت سلامت انشا ہے آپ کا یہ چیلا

غزل ذوق

بعد مُردن بھی خیالِ چشمِ فتان ہی رہا
سبزۂ تربت مرا وقفِ غزالان ہی رہا

مین ہمیشہ عاشقِ پیچیدہ مویان ہی رہا
خاک پر روئیدہ میری عشق پیچان ہی رہا

بندہ وسکا ہمسے مضمون اُس دہانِ تنگ کا	ہاتھ اپنا فکر مین زیرِ زنخدان ہی رہا
جاہل منکر نہ آئے معجزے سے راہ پر	جہل سے بوجہل اپنی نامسلمان ہی رہا
پانون کب نکلا کا پ حلقۂ زنجیر سے	توسنِ وحشت ہمارا گرمِ جولان ہی رہا
کب لباسِ دنیوی مین چھپتے ہین روشن ضمیر	جامۂ فانوس مین بھی شعلہ عریان ہی رہا
آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور چیز	کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا
حلقۂ گیسو مین دیکھی کسکے رخساری کی تاب	شب مہِ بالانشین سر در گریبان ہی رہا
مدتون دل اور پیکان دونون سینے مین رہے	آخرش دل بہہ گیا خون ہو کے پیکان ہی رہا
سب کو دیکھا اس سے اور اُسکو نہ دیکھا جون نگاہ	وہ رہا آنکھون مین اور آنکھون سے پنہان ہی رہا
دین و ایمان ڈھونڈھتا ہے ذوق کیا اسوقت مین	اب نہ کچھ دین ہی رہا باقی نہ ایمان ہی رہا

غزل سوز

یہ تیرا عشق کب کا آشنا تھا		کہان کا جان کو میری دھرا تھا
وہ ساعت کونسی تھی یا الٰہی		کہ جس ساعت دوچار اس سے ہوا تھا
مین کاش اُسوقت آنکھین موند لیتا		کہ میرا دیکھنا مجھ پر بلا تھا
مین اپنے ہاتھ اپنے دل کو کھویا		خداوندا مین کیون عاشق ہوا تھا
دلا کیا آن تھی اللہ اللہ	ق	کہ جس غمزے سے چھاتی پر چڑھا تھا
وہ مجھکو ذبح کرتا تھا خوشی سے		مین اُسکی تیز دستی تک رہا تھا
نہ تھا اُس وقت جز اللہ کوئی		ولے یہ سوز پہلو مین کھڑا تھا

غزل حضرت عشق

یہ کیا غضب ہے یہ کیا ستم ہے کہ ہائے اب تک نہ یار آیا	ادھر وہ ساقی شراب لایا اُدھر وہ ابرِ بہار آیا
میں اُسکی تیغ نگہ کی پرسش کو کیا کرون مین بیان تمسے	کہ ایک پل مین ہزار ہمسے ستم رسیدہ وہ مار آیا
کسیکو جھڑکی کسی کو گالی کسو کو غصہ سے مار بیٹھا	غضب ہوا یہ جبکہ اسکو یارو نشے کا اپنے خمار آیا

خدا سے ڈر ٹک مجھے بتا دے کسے کریگا تو قتل ظالم
جو آج باندھے کٹار آیا جو آج باندھے کٹار آیا

تری محبت میں رات دن ہم لہو ہی دیا کیے برابر دم
ہمارے رونے پہ تجھکو ظالم نہ رحم آیا نہ پیار آیا

مین دین و ایمان و جان و دل کو کرونگا یار تصدق اس پر
اگر وہ رشک بہار آیا اگر وہ رشک بہار آیا

غزل کہو مین اب عشق ایسی یہ ایک مصرع ہو جسکا موزون
کہ اس غزل مین تو طبع اپنی سے کر مین دو رو دار آیا

غزل مومن خان

مین نے تمکو دل دیا تمنے مجھے رسوا کیا
مین نے تمسے کیا کیا اور تمنے مجھسے کیا کیا

کشتۂ نازِ بتان روز ازل سے ہون مجھے
جان کھونے کے لیے اللہ نے پیدا کیا

روز کہتا تھا کہین مرتا نہین ہم مر گئے
اب تو خوش ہو بیوفا تیرا ہی لے کہنا کیا

سر سے شعلے اٹھتے ہین آنکھون سے دریا جاری ہے
شمع سے یہ کس نے ذکر اُس محفل آرا کا کیا

روئیے کیا بختِ خفتہ کو کہ آدھی رات سے
مین یہان رویا کیا اور وہ وہان رویا کیا

آتشِ الفت بجھادی داغہای رشک نے
مدعی کی گرمی صحبت نے جی ٹھنڈا کیا

آنکھ عاشق کی کوئی پھرتی ہے اے عدو خلاف
دیکھیے مین مرتے مرتے سوئے در دیکھا کیا

دھر مین اے بیوفا میری وفا کی دھوم ہے
بو الہوس سے کیا کہون تمھارا زحوا فشا کیا

کیا خلش تھی رات دل مین آرزوے قتل کی
ناخنِ شمشیر سے مین سینہ کھجلایا کیا

کیا خجل ہون اب علاجِ بیقراری کیا کرون
دھر دیا ہاتھ اُسنے دل پر بھی تو دل دھڑکا کیا

غرض ایمان سے ضد اُس فا تگر دین کو ہے
تجھکو اے مومن خدا سمجھے یہ تو نے کیا کیا

غزل ذوقی شاہ

نگر سے ناقہ لیلیٰ کو لے جب ساربان نکلا
نواحِ عشق سے مجنون کے غم کا کاروان نکلا

یہ دل سے آہ گل سے رنگ بلبل سے فغان نکلا
چمن سے جمع ہو حسرت زدون کا کاروان نکلا

خبر کر دیجو غماز خسرو سے کہ اے نادان
یہان فرہاد کا مرنا وہان شیرین کا جان نکلا

توانائی نہ اک ساعت نہ سیرِ ضعفِ مستی کی
حباب آسا جو ہمسا ایک جسمِ ناتوان نکلا

عصا موسیٰ کا بس ہے صوفی دجّال مذہب کو
صنم خانہ سی مہدی ہادی صاحب مان نکلا

غزل جرأت

عزیزو کیا کہوں رونا میں اپنی چشم گریاں کا
بہیں کتنے ہی دریا گر نچوڑوں پاٹ داماں کا

جنوں میں دیکھو رتبہ مرنے حالِ پریشاں کا
قدمبوسی کو آیا چاک تا دامن گریباں کا

دلِ پُر داغ کی حالت خرابی سے یہ پہونچی ہے
نشاں رہجاوے جوں باقی کسی اُجڑے گلستاں کا

نہ آیا اس فلک کو اور کچھ آیا تو یہ آیا
گھٹانا وصل کی شب کا بڑھانا روز ہجراں کا

بتنگ آئے ہم وحشی کہاں دل کھولکر روئیں
کہ وحشت پر ہماری تنگ ہے عرصہ بیاباں کا

ہوا وہ خوش تو اب لوگوں نے اسکے منادی کی
نہ واں جاوے کوئی یا نکانہ یاں آوے کوئی واں کا

کیا اس عشق کی وحشت نے کیا دیوانہ جرأت کو
عجب احوال دیکھا ہمنے کل اُس خانہ ویراں کا

غزل لطیف

شکر اللہ کا جس نے کہ مسلماں کیا
دین احمد کا ہمیں تابعِ فرمان کیا

کونسا شکر کریں ہم ترا اے ربِّ شکور
تونے اُمّت یہ محمد کی جو احسان کیا

غیر عیسیٰ نہ کوئی حاوی انجیل ہوا
تونے ہر فرد کو یاں حافظ قرآن کیا

گرچہ ہیں خلقت عالم میں سگ و خوک و شغال
میں نہ حیوان ہوا تونے مجھے انسان کیا

جستجو رزق کی کرتا ہے عبث اے رازق
جتنے فرزدق ہیں تونے انھیں مہمان کیا

جب تجھے دانت ہیں آپ ہی تب اے رازق
خون مادر کے تئیں قوتِ رگِ جان کیا

بندگی پر نہیں موقوف ترا لطف لطیف
تونے جب چاہا تو درویش کو سلطان کیا

غزل میر تقی

اے دوست کوئی مجھسا رُسوا نہ ہوا ہوگا
دشمن کے بھی دشمن پر ایسا نہ ہوا ہوگا

ٹک گورِ غریباں کی کر سیر کہ دُنیا میں
اِن ظلم رسیدوں پر کیا کیا نہ ہوا ہوگا

آنکھوں سے تری ہمکو ہے چشم کہ اب ہووے
جو فتنہ کہ دنیا میں برپا نہ ہوا ہوگا

صد نشترِ مژگانِ خوبان سے نہ نکلا خون — آگے تجھے میر ایسا سودا نہ ہوا ہوگا

غزل ظفر

دیکھ مجھکو بُتِ بے پیر نے منھ پھیر لیا — آج مجھ سے مری تقدیر نے منھ پھیر لیا
عقل نے ہوش نے تقدیر نے منھ پھیر لیا — بس مری آہ نے تاثیر سے منھ پھیر لیا
میں تو تڑپا بھی دمِ قتل نہیں اے قاتل — کیا سبب جو تری شمشیر نے منھ پھیر لیا
اُسکا نقشہ جون ہی چھاتی سے لگایا میں نے — مہ و خور سے فلک پیر نے منھ پھیر لیا
ای ظفر چہرۂ تابانِ صنم دیکھتے ہی — مہ و خور سے فلک پیر نے منھ پھیر لیا

غزل ذوق

وہ کون ہے جو مجھ پہ تاسف نہیں کرتا — پر میرا جگر دیکھ کہ میں اُف نہیں کرتا
کیا قہر ہے وقفہ ہے ابھی آنے میں اُسکے — اور دم مرا جانے میں توقف نہیں کرتا
کچھ اور گمان گذرے نہ دل میں ترے ظالم — دم اسلیے میں سورۂ یوسف نہیں کرتا
پڑھتا نہیں خط غیر مرا وان کسی عنوان — جب تک کہ وہ مضمون میں تصرف نہیں کرتا
دل فقر کی دولت سے مرا اتنا غنی ہے — دُنیا کے زر و مال پہ میں تُف نہیں کرتا
تا دل نہ کرے صاف مصفا سی صوفی — کچھ سود و صفا علم تصوف نہیں کرتا
ای ذوق تکلف میں ہے تکلیف سراسر — آرام میں ہے وہ جو تکلف نہیں کرتا

غزل معروف

عشق کا سا کبھی آزار دیکھا نہ سُنا — اِسکا جیتا کوئی بیمار نہ دیکھا نہ سُنا
تجکو جس بزم میں زنہار نہ دیکھا نہ سُنا — ناچ اور راگ وہان یار نہ دیکھا نہ سُنا
ہمنے ہو میں نے کبھی ردِ کلامِ واعظ — اُسکے جز مصحفِ رخسار نہ دیکھا نہ سُنا
عشق کی راہ میں نقشِ قدم و شورِ جرس — گاہ ہمنے دمِ رفتار نہ دیکھا نہ سُنا
نرگس و گل نے اسی باغ جہان میں تجھسا — چشم اور گوش سے ای یار نہ دیکھا نہ سُنا

چشم وا رہتی ہین اور گوش بر آواز قدم — عاشقون کو کبھی بیکار نہ دیکھا نہ سُنا
یہ غزل جسنے سُنی دیکھکے بولا معروف — کہین اسمین نہین بیکار نہ دیکھا نہ سُنا

غزل رنگ

انس او رجن کی تھی خلقت سب جہان افسانہ تھا — کوئی نتھا اُس وقت پر مین جب ترا دیوانہ تھا
ماسوی اللہ بن نتھا کچھ کام میری ذات کا — مین نہ تھا اُسمین مجھ مین حق مرا ہی خانہ تھا
آنکھ لاگی آپ سے بدنام مجھ ناحق کرے — اسکی کیا تقصیر کہتا دل مرا بیگانہ تھا
جو کیا مجھ ساتھ میری دلربا نے سو مین کیا کہون — کچھ کہا جاتا نہین دشمن مرا ہمخانہ تھا
مصرع سودا پہ شاید رنگ کیا برجا ہوا — سنگ مین آتش نتھی جب شمع کا پروانہ تھا

غزل ممنون

تجھے نقش ہستی مٹایا تو دیکھا — جو پردہ وہ تھا حائل اُٹھایا تو دیکھا
یہ سب تیرے ہی حُسن کا پرتو اہی — نہ دیکھا تجھے تیرا سایا تو دیکھا
بُرا مانیے مت مرے دیکھنے سے — تمھین حق نے ایسا بنایا تو دیکھا
نہو کیونکہ ممنون پیر مغان کا — یہ عالم جو ساغر پلایا تو دیکھا

غزل انشا

اچھا جو خفا ہم سے ہو تم اے صنم اچھا — لو ہم بھی نہ بولین گے خدا کی قسم اچھا
مشغول کیا چاہیے اس دل کو کسی طور — لے لیوینگے ڈھونڈ اور کوئی یار ہم اچھا
گرمی نے کچھ آگ اور ہی سینے مین لگادی — ہر طور غرض آپ سے ملنا ہو کم اچھا
اغیار سے کرتے ہو مرے سامنے باتین — مجھ پر یہ لگے کرنے نیا تم ستم اچھا
ہم معتکف خلوت بتخانہ ہین اے شیخ — جاتا ہے تو جا تو بھی طواف حرم اچھا
جو شخص مقیم رہ دلدار ہین زاہد — فردوس لگے اُنکو نہ باغ ارم اچھا
کہکے گئے آتا ہون کوئی دم مین مین تم پاس — پھر دیجے کل کی سی طرح مجھکو دم اچھا

اس ہستی موہوم سے مین تنگ ہون انشا	واللہ کہ اس سے ہمراتب عدم اچھا

غزل حسن

وہ جب تک کہ زلفین سنوارا کیا	کھڑا اُس پہ مین جان وارا کیا
ابھی دل کو لیکر گیا ہے ارے آہ	وہ چلتا رہا مین پکارا کیا
قمارِ محبت مین بازی سدا	وہ جیتا کیا اور مین ہارا کیا
کیا قتل اور جان بخشی بھی کی	حسنؔ اُسنے احسان دوبارا کیا

غزل نظیر

گلزار ہے داغون سے یہان تن بدن اپنا	کچھ خوف خزان کا نہین رکھتا چمن اپنا
اشکون کے تسلسل نے چھپایا تن عریان	یہ آب روان کا ہے بنا پیرہن اپنا
کس طرح نبہ ایسے سے انصاف تو ہے شرط	یہ وضع مری دیکھو وہ دیکھو چلن اپنا
انکار نہین آپ کے گھر چلنے سے مجکو	مین چلنے کو موجود جو چھوڑو چلن اپنا
مسکن کا پتا خانہ بدوشون سے نہ پوچھو	جس جا پہ کہ بس گر رہے وہ ہی وطن اپنا

غزل منیر

ہر گھڑی رہتا ہے مجکو ڈر تری تلوار کا	روز ہوتا ہے تصدق جسپہ سر دو چار کا
ہاتھ بھی اُسکو لگاتا ہے کوئی اب یا نصیب	دن بدن بدتر ہے احوال اس ترے بیمار کا
موتیون کا ہار تو پہنا کرے ہے تو سدا	دیکھ یان آکر تماشا آنسوؤن کے تار کا
دیکھکر صورت مری حسرت زدہ اے دوستو	اک تحیر کا سا عالم ہے در و دیوار کا
اشک کے بدلے لہو آنکھون سے آتا ہے مرے	روتے روتے حال یہ ہے دیدۂ خونبار کا

غزل انشا

ہے بندھا مینھ کے تار کا جھولا	کیون کٹے چھوٹے یار کا جھولا
ہوگی کسدن کو قطرہ افشانی	منتظر ہے بہار کا جھولا

گانہ اے مطرب آگے ہے مشتاق — مینھہ کا اور ملار کا جھولا
اے صبا باغ مین جھلا یا کر — تو مرے گلعذار کا جھولا
رونق افزا ہی عکس سے ترے — نہر اور آبشار کا جھولا
تیرے ہاتھون یہ کہین نہ گرٹے — رسن تاب دار کا جھولا
تجھ سے نازک ہے چاہیے گو ہو — صرف پھولون کے ہار کا جھولا
نکہتِ گل کے جھولنے کے لیے — ہے نسیم بہار کا جھولا
چاہیے طفل اشک کو انشا — ژالۂ قطرہ بار کا جھولا

غزل حضرت عشق

لیا جو ایک بوسہ تو کیا اے یار ہوا — خفا ہو ترے صدقے گیا نثار ہوا
جنون ضرور ہی اب تجھ سے دست برداری — کہ ایک جیب رہا تھا سو تار تار ہوا
تمام قصۂ غم تجھ کو مین سناؤن گا — کبھو جو ٹک دل بیتاب کو قرار ہوا
ترے گلے سے تو رہتا لگا ہوا اگُرو — مجھے یہ غم ہی کہ پھولون کا کیون نہ ہار ہوا
اب ایک بوسے کے دینے یہ منھہ بناتی ہو — ادھر تو دیکھو وہ کیا رات کا قرار ہوا
ہمارے سینے پہ داغون سے ہی وہ گلکاری — کہ داغ داغ جسے دیکھ لالہ زار ہوا
مین تیرے عشق مین صبر و قرار کھو بیٹھا — ہزار حیف تو جس پر نہ دوستدار ہوا

غزل عاجز

سجن کا آنا . . . سجن کا جانا — سجن کا رونا . . . سجن کا ہنسنا
بہارِ گلشن . . . نپٹ سہاوٹ — غضب خدا کا . . . کلی کا کھِلنا
سجن کی آنکھین . . . سجن کی پلکین — سجن کی زلفین . . . سجن کی باتین
سدا ہین کیفی . . . سدا ہین برچھی — سدا ہین خونی . . . سدا ہین برچھا
تری کمر کو . . . ترے دہن کو — ترے لبون کو . . . ترے سخن کو

وہم سا سمجھا	عدم ہو دیکھا	عقیق پایا	مین خوب سمجھ
سخنوروں مین	قلندروں مین	مدبروں مین	جنون تحون مین
مین ہون سخنور	مین ہون قلندر	مین ہون سیانا	مین ہون دیوا
مری رباعی	مرا مخمس	مرا تخلص	خیال میرا
ہے ربعِ مسکون	ہی غم کا پنجہ	ہے زور عاجز	ہی نقشِ دریا

غزل اثیم

پھر ہمارے آہ و نالہ مین اثر پیدا ہوا — پھر نہالِ سرو سے گویا ثمر پیدا ہوا

پھر کسی کے کان کے موتی ہمین یاد آ گئے — پھر ہمارا اشک مانندِ گہر پیدا ہوا

بنکے اختر آسمان پر جلوہ آرا ہو گیا — سینۂ سوزان سے میری جو شرر پیدا ہوا

ہوگا مائل دل کسیکے صندلی پوشاک پر — بے طرح پھر اندنون کچھ دردِ سر پیدا ہوا

بے پری مین بھاگتا تھا دیکھکر صیاد کو — طائرِ دل پھنس گیا جب بال و پر پیدا ہوا

پھر دُرِ دندان کان آنکھون مین عکس آنے لگا — قطرۂ اشکون سے پھر سلکِ گہر پیدا ہوا

سرو نے دعویٰ تری قدسی کیا کیا پھل ملا — گلشنِ ہستی مین آخر بے ثمر پیدا ہوا

کان لگنے کو اثیم اب اُس کی رنا باب کے — اندنون پھر اک رقیبِ بد گہر پیدا ہوا

غزل سودا

تجھ قید سے دل ہو کر آزاد بہت رویا — لذت کو اسیری کی کر یاد بہت رویا

تصویر مری تجھ بن مانی نے جو کھینچی تھی — انداز سمجھ اس کا بہزاد بہت رویا

نالے نے ترے بلبل ہم چشم نہ کی گل کی — فریاد مری سُنکر صیاد بہت رویا

یا تک مری صورت سے ہے تشنہ لبی پیدا — اس طرف جو ہو گذرا جلاد بہت رویا

جوئین بڑی بہتی ہین جا دیکھ گلستان مین — تجھ قد سے خجل ہو کر شمشاد بہت رویا

آئینہ جو پانی مین ہے غرق یہ کیا باعث — تجھ سنگ دل کے آگے فولاد بہت رویا

سودا اسی مین یہ پوچھا دل مین بھی کسیکو دون
وہ کرکے بیان اپنی روداد بہت رویا

غزل احسان

کہے گی خاک تو پیغام اے صبا میرا
ہوا اے یار مین دم ہی ہوا ہوا میرا

جو مر بھی جاؤن نہ کنہچیو میری وفات کا ذکر
وفا کے نام سے چڑھتا ہے بیوفا میرا

یہ غم زدون کو کھلایا تو کیا ہوا اے عشق
ذرا تو اور رکھ پورا ہوا ناشتا میرا

یہ سیل گریہ ہے ہرگز نہو گی بند سے بند
بکا جو ناصح تو دوگنا ہوا بکا میرا

جو بوسہ دیجیے مزے کا مزہ بدل جاوے
کہ اندنون مین بہت منھ ہے بے مزا میرا

اندھیری رات کو مین روز عیش سمجھا تھا
چراغ تونے جلایا تو دل بجھا میرا

کہین نہو خفگی تیرے دل مین فکر ہے یہ
کہ خود بخود ہے کچھ اسوقت جی خفا میرا

وہ چند حسن ترا فرط خشم سے چمکا
بگڑ کے کام سن اے مہ سنور گیا میرا

نہ درد سر دوا سے مدام بے درد
دوا پذیر نہین درد بے دوا میرا

تمھاری زلف کا شامت زدیکو سودا ہے
بلائے عشق مین دل ناگہان پھنسا میرا

کیونکہ روؤن کہ ہے حال جانکنی مین آہ
رفیق میرا جگر میرا لاڈلا میرا

کسی نے پوچھا کہ احسان غلام کسکا ہے
لبون پہ لا کے تبسم کو یہ کہا میرا

غزل تازہ از جوش

ہو وہ زلف پریشان مین پریشان ہوا
فرقت یار مین سرگشتہ و حیران ہوا

نا قرار اگرچہ دل مجنون میرا
بہت آوارہ بصحرا و بیابان ہوا

جھلک دیکھکے جانان کی ہوا عشق مجکو
دل حیرت زدہ مژگان کا پیکان ہوا

غیرون کے وہ جاتا تھا جو کل برسر راہ
مجکو بس دیکھکے پہچان کے انجان ہوا

کس کس طرح آتا ہے مرے دل مین خیال
بعد مدت کے جواب وصل کا سامان ہوا

غزل خواجہ میر درد

دنیا مین کون کون نہ یک بار ہو گیا
پھر منھ کو اس طرف نہ کیا اُسنے جو گیا

پھرتی ہے میری خاک صبا دربدر لیے
اے چشم اشکبار یہ کیا تجھکو ہو گیا

...اس جہان مین نہین غیر بیخودان
جاگا وہی اُدھر سے جو موند آنکھ سو گیا

طوفان نوح نے تو ڈبائی زمین فقط
مین ننگ خلق ساری خدائی ڈبو گیا

برہم نہو کہین گل و بلبل کی راستی
ڈرتا ہون آج باغ مین وہ تند خو گیا

واعظ کسے ڈراتا ہے یوم الحساب سے
گریان مرا تو نامۂ اعمال دھو گیا

پھولے گی اس زبان مین گلزار معرفت
یان بھی زمین شعر مین یہ تخم بو گیا

آیا نہ اعتدال پہ ہرگز مزاج دہر
مین گرچہ گرم و سرد زمانہ سمو گیا

اے درد جسکی آنکھ کھلی اس جہان مین
شبنم کی طرح جان کو اپنی وہ رو گیا

غزل ناسخ

سمجھ کے حسن نہ مجھی کو جہان نے پاک کیا
ہزار طور کو اُس نے جلا کے خاک کیا

ہوئی جو صبح شب وصل جان ڈوب گئی
قضا نے چشمۂ خورشید کو ہلاک کیا

گلہ نہ یار کا باقی رہا نہ شکوۂ غیر
اجل نے خوب مرے جھگڑے کو پاک کیا

عوض شراب کے انگور سے لہو ٹپکا
جو بعد مرگ مجھے دفن زیر خاک کیا

نہ خط جادہ سمجھ اسکو مین نے وحشت مین
برنگ جیب یہ دامان دشت چاک کیا

ترے جلانے کو اے سنگدل صنم ہمنے
اک اور صاعقۂ مستور سے تپاک کیا

خبر کلال کو سرگشتگی کی تھی ناسخ
جو میری خاک سے طیار اُسنے چاک کیا

غزل سودا

ٹوٹے تری نگہ سے اگر دل حباب کا
پانی بھی پھر پیین تو مزا دے شراب

دوزخ مجھے قبول ہے اے منکر و نکیر
لیکن نہین دماغ سوال و جواب

... سبھی ہین نعمت حق جو ہین اکل و شرب
لیکن عجب مزا ہے شراب و کباب

غافل غضب ہے ہو کے کرم پر نہ رکھ نظر
پُر ہے شرار برق سے دامن سحاب کا

قطرہ گرا تھا جو کہ مرے اشک گرم سے
دریا میں ہے ہنوز پھپھولا حباب کا

ای برق کس طرح سے میں حیران ہون تجھ کو کسنے
نقشہ ہی ٹھیک دل کے مرے اضطراب کا

سودا نگاہ دیدۂ تحقیق کے حضور
جلوہ ہر ایک ذرے میں ہی آفتاب کا

غزل آتش

ہر حال میں ہے اپنے مرا یار دل فریب
گفتار دلفریب ہے رفتار دلفریب

مژگان کی طرح گرد ہون دیکھیں اگر طبیب
اتنی تو ہے وہ نرگس بیمار دلفریب

مژگان چشم یار کی تعریف کیا کرون
جانکاہ جانخراش دل آزار دلفریب

انداز حسن یار میں اک ایک خوشنما
رکھتا ہے ہر شگوفہ یہ گلزار دلفریب

مشتاق زخم کے رہیں ای ترک کشتنی
ابرو سے تیرے ہو تری تلوار دلفریب

دیوانے گرد رہتے ہیں گھر میں ہیں یار کے
چشم پری سے روزن دیوار دلفریب

دُنیا میں آکے جی نہیں جانے کو چاہتا
دلکش ہر اک دُکان ہی بازار دلفریب

سودائے عشق کے لیے ہے خوش جمال شرط
یہ جنس چاہتی ہے خریدار دلفریب

عالم میں مجکو قاتل خوشرو کی ہی تلاش
جلاد ڈھونڈھتا ہے گنہگار دلفریب

دیوان حُسن میں سے ہی اک بیت انتخاب
کیونکر نہ ہو وہ ابروِ خمدار دلفریب

اُس گل نے گوش دل سے سُنا ایکدن نہ حیف
آتش یہ کیسے ہیں ترے اشعار دلفریب

غزل سودا

کھولی گرہ جو غنچہ کی تونے تو کیا عجب
یہ دل کھلے جو تجھ سے تو ہوای صبا عجب

گل دادِ عندلیب کو پہونچا تو کیا ہوا
فریاد کو مری ہے ترا پہونچنا عجب

اسلام چھوڑ ہمنے کیا کفر اختیار
تو بھی وہ بُت نہ رام ہوا ایخدا عجب

بیگانہ وار آکے نہ پوچھا کبھی ہمیں
تم بھی تو ہو کوئی مری جان آشنا عجب

کی سیر ملک ملک کی سودا نے بھی ولے
ای شیخ میکدے کی ہی آب و ہوا عجب

غزل سودا

نالہ سینے سے کرے عزم سفر آخر شب
راہ رَو چلنے پہ باندھے ہے کمر آخر شب

سانس ٹھنڈی کسی مایوس کی ہی ورنہ نسیم
کر سکے ہی ترے کوچے سے گذر آخر شب

مژدۂ وصل ترا یار مجھے یون پہونچا
جون مہ عید کی صائم کو خبر آخر شب

دوست ہر چند ہمارا ہے موذن لیکن
دشمن خواب ہی جون مرغ سحر آخر شب

اسقدر شیفتہ ہی شکل کا اسکی کہ سدا
آئینہ ہاتھ مین مشرق کو نظر آخر شب

انتہا عیش جہان کی جو تو دیکھا چاہیے
بزم مستان پہ نظر غور سے کر آخر شب

صورت ماہ شب بیست و پنجم سودا
کچھ ڈھلا دور سے آیا وہ نظر آخر شب

غزل سوز

ہمارے پاس بھی گاہے نہ گاہے آئیے صاحب
نہین کچھ راہ ملنے کی مجھے بتلائیے صاحب

کسیکے لینے دینے مین نہین کونے مین بیٹھے ہین
تمھارا غم ستاتا ہے اُسے سمجھائیے صاحب

پڑی تھی دل کے پیچھے سو تو اسکو لیجے اب کیا
اگر جان بھی درکار ہے ستائیے صاحب

یہ لیجے جان بھی اللہ اکبر تم ہوے رخصت
تمھارا کام پورا ہو چکا اب جائیے صاحب

قیامت تک رہیگی کہنے سننے کو وفا تیری
کھڑے رہ کر بھلا اس سوز کو گڑوائیے صاحب

غزل تابان

مت کر فغان تو باغ مین زنہار عندلیب
صیاد ہو مباد خبردار عندلیب

سیر چمن کو چھوڑ مرے گلبدن کو دیکھ
تو کس بلا مین ہے گی گرفتار عندلیب

اسکے نہ رحم تجھکو کہ گلچین کے ہاتھ سے
تو کھینچتی ہے سخت یہ آزار عندلیب

تنہا تو ہی خراب نہین گل کی خو کے ہاتھ
تابان بھی ہی اسی طرح سے خوار عندلیب

غزل نور

لے ہے تو تو کسی کو ستم عجیب و غریب — ولے ہی تو بھی خدا کی قسم عجیب و غریب
ہلال عید مین ہی خم نہ غیرتِ خورشید — یہ تیغ ہی ترے ابرو کا خم عجیب و غریب
شفائے چشم مین ہو جسکو مہربانی عین — نہو وے کیونکہ پھر اُسکا ستم عجیب و غریب
بیاض کیون نہ جلے میرے سرد نالے سے — مین نور سوز کرون ہون رقم عجیب و غریب

غزل

دربان نے وان تو بند رکھے پٹ تمام شب — یان سر رہا اور رہی تری چوکھٹ تمام شب
خانہ خراب جیسے ہی زلفون مین تیری دل — روح اپنی لگت سے رہتی ہی برگھٹ تمام شب
چھاتی پہ مثل مار سیہ لوٹتی رہی — اُس نے لفتِ عنبرین کی وہ ہر لٹ تمام شب
محفل مین ڈر کے ضبط سے ساقی کے روبرو — ق — آنسو پیا گیا جو مین غٹ غٹ تمام شب
قطرے تھے یا تھے ریزۂ الماس جس سے آہ — لختِ جگر بہا کیے کٹ کٹ تمام شب
ٹک لگنے بھی دیا نہ مجھے عزمِ وصل مین — مچلائیون سے اُسنے کیا ہٹ تمام شب

غزل میر تقی

کیسی مسجد کیسا میخانہ کہلنگے شیخ و شاب — ایک گردش مین تری چشم سیہ کی سب خراب
تو کہان اُسکی کمر کیدھر نہ کر یون اضطراب — اے رگ گل دیکھیے کھاتی ہی تو تو پیچ و تاب
مونہ رکھنا چشم کا ہستی مین عینِ دید ہے — کچھ نظر آتا نہین جب آنکھ کھولے ہے حباب
تو ہو اور دنیا ہو ساقی می ہو اور مستی مدام — پر بطِ صہبا نا ہے اُڑ چلے رنگِ شراب
ہی ملامت تیرے باعث شور پر تجھسے نمک — ٹک تو رہ پیری چلی آتی ہی اے عہدِ شباب
یہ خرابی کب سے تھی شایان آہو کے حرم — ذبح ہونا تیغ سے یا آگ سے ہونا کباب
کیا ہو رنگِ بے فتنہ کیا قاصد ہو جسکو خط دیا — جز جواب صاف آوے کب کہ ہی لایا جواب
واہ اس چلنے پہ اے مستیِ دورِ چرخ مین — جام پر تو گردش آئے اور نہ خانہ خراب
خوب حرف بن الف بے کے نہین پہچانتا — ہو نہین ابجد خوان شناسائی کو مجھسے کیا حساب

مت ڈھلک مژگان سی تو اے سرشکِ آبدار
مفت مین جاتی رہیگی تیری موتی کی سی آب

کچھ نہین بحرِ جہان کی موج پر مت بھول میر
دور سے دریا نظر آتا ہے لیکن ہے سراب

غزل سراج

یا الٰہی گر نظر آوے مرا محبوب خوب
ہوش کے لشکر کو گر آ کر کرے مغلوب خوب

بلبلِ گلشن غزلخوان ہے فراقِ گل ستی
گر ملین آپس مین دونون طالب و مطلوب خوب

آرزوئے غم گر چلے سر پر شانِ ذکریا
یار کے جور و جفا پر صبر جون ایوب خوب

آزماتا ہون کہ دردِ سر ہے فکرِ دنیوی
سب سے بے پروا ہوا ہے عالمِ مجذوب خوب

دل کو سیپارہ کو ہیکل کر رکھے ہین بابرین ہم
جدول زخمِ جفا سے ہے اسے اسلوب خوب

سبزۂ خطِ خوشنما ہے تجھ لبون کے آس پاس
جون کہ پانی کے کنارے پر لگی ہے دوب خوب

یوسفِ مصری کب آوے گا مرے پاس اے سراج
از سرِ نو ہووے نورِ دیدۂ یعقوب خوب

غزل فاضل

اُس خوبرو کے آگے اگر آئے آفتاب
خجلت سی پھر زمین مین سما جائے آفتاب

گر وقت شام اُس مہِ تابان کو دیکھ لے
تا صبح پیچ و تاب پڑا کھائے آفتاب

اُس شمع رو کے رو کب تاب لا سکے
سو سو طرح سی بن کے اگر آئے آفتاب

کب سرخرو ہو روبرو اُس سرخ رنگ کے
رنگِ شفق ہزار بنا لائے آفتاب

اُس مہ جبین کے جلوۂ پرنور کو اگر
ذرہ بھی دیکھ لیوے تو گھبرائے آفتاب

فاضل تو اُسکے آتشِ ہجران مین جل بجھا
ڈرتا ہون اسطرح سے نہ جل جائے آفتاب

غزل آتش

روشنی اُس گل کی کرجاتی ہے کارِ آفتاب
حسن سے پیدا کیا ہے اعتبارِ آفتاب

سامنا اُس آتشین رخسار کا اندھیر ہے
رات بھر رکھتی ہین آنکھین انتظارِ آفتاب

ہجر کی شب مین زبس ہے اشتیاقِ روزِ وصل
ہم کہنے رکھتے ہین آگے اختیارِ آفتاب

نقش کس دل مین نہین رخسار روشن کا تری کونسا گھر ہے نہین جسمین گذار آفتاب
منہ ملاتا ہے تمھارے چہرۂ پرنور سے کیجیے اپنے کف پا کو دوچار آفتاب
حسن مخلوقات سے اشرف جمال یار ہے بیحساب ان عارضون مین ہی شمار آفتاب
یہ دعا کرتے ہین اس رخ کو ترقی خواہ حسن روشنی طور دے پروردگار آفتاب
کیف مے سے سرخ جو وہ چہرۂ روشن ہوا ہم بہار باغ لوٹین ہم بہار آفتاب
خانۂ دل مین جگہ دیجیے جمال یار کو دیکھیے برج شرف مین اقتدار آفتاب
دم فنا اسکے وہ روشن کے نظارے نے کیا طائر جان ہوگیا اپنا شکار آفتاب
روتے روتے پہلوے گل مین گذر جاتی ہے رات یاد آتا ہے جو شبنم کو کنار آفتاب
پاؤن تیرے اسمین اے محبوب ہم دھویا کرین ہاتھ آجائے جو طشت زرنگار آفتاب
صبح محشر کا ہے آنکھونمین انھون کو اشتیاق ہجر کی شب مین جو ہین امیدوار آفتاب
غور رہتے ہین تصور سے شب ہجرانمین گر ہم روے روشن یار کا ہے یادگار آفتاب
مرگئے پر بھی نہ چھوٹے گا رخ زیبای یار ذرے اپنی خاک کے ہونگے نثار آفتاب
دل جلا ہے گرمیون سے اسلیے ہی یار اب بھاگ جاؤن وان نہو جسجا گذار آفتاب
روے یار اپنی طرف سے پھیر لے اے نقش بین ہو جو ہاتھ اپنے عنان اختیار آفتاب

غزل شادان

بہار آئی ہے اب دل مین ہے ہوای شراب صنم کے ساتھ مزا ہے نہین سوای شراب
عجب مزا ہے کہ اسنے قبول کرکے لیا جو اپنی ہاتھون سے آپہی ہمین پلای شراب
سبو سبو جو خدا چاہے ہے سو ہو بن گئے بہار عیش مین ساقی اگر نہ آئی شراب
جو اسکے نشہ مین آتی ہے یاد دلبر کی تو صاف کہتا ہے ساقی نہین بھائی شراب
کہان شراب حقیقی مین درد رہتی ہے نہین ہے درد یہان دیکھ اب صفائی شراب
نہین سماتے ہین پھولے ہوے جو شادان ہم گلاب پیتے ہین اس گل سے ہم بجائی شراب

غزل ناسخ

گر دہانِ تنگ تیرا دیکھ پائے عندلیب — غنچۂ گل سے چمن میں تنگ آئے عندلیب
گر ترے دستِ حنائی دیکھ پائے عندلیب — شاخِ گل کو آہِ سوزان سے جلائے عندلیب
پیرہن میں نے کیا پُرزے تو بہرِ دیدِ گل — نوچ کر سب بال و پر اپنے اُڑائے عندلیب
ذبح کر اُس غیرتِ گلشن پہ مجبور ار گر — بس یہی صیاد سے ہی التجائے عندلیب
عاشقوں کی قدر معشوقوں سے ہوتی ہی سوا — دیکھ لو گل سے زیادہ ہی بہائے عندلیب
شمع کے شعلہ کو گر تشبیہ دوں گلگیر سے — بزم میں گلگیر سے نکلے صدائے عندلیب
کب قفس میں صحنِ گلشن یاد آتا ہی اُسے — عارضِ صیاد ہی حاجت روائے عندلیب
جام مے لبریز ہیں ساقی فقط مطرب نہیں — گُل کھلے ہیں باغ میں خالی ہی جائے عندلیب
جای گُل دیکھوں الٰہی مُنہ اُسی محبوب کا — ہی یہی ہر صبح گلشن میں دعائے عندلیب
نقش پا تیرا جو ہی اک گل ہی وہ ای خوشخرام — ہی صدای پاے رشکِ نغمہائے عندلیب
نالۂ موزون یہ کہتے ہیں بآوازِ بلند — آج ہم باطل کرینگے دعوہائے عندلیب
موسمِ گل ہو چکا آئی خزان مرجائیں گے — کھینچ گلشن میں شبیہ اپنی برائے عندلیب
بعد مُردن اُڑتے پھرتے ہیں چمن میں بال و پر — عشقِ گل میں دیکھ ای ناسخ وفائے عندلیب

غزل ذوق

پی بھی جا ذوق نکر پیش و پس جامِ شراب — لب پہ توبہ تری دل میں ہوسِ جامِ شراب
بازگشت اپنی ہی یوں جانبِ قسام ہو وان — جیسے ساقی طرب باز پس جامِ شراب
جوشِ مستی ہی عجب قافلہ جس میں کہ نہیں — نہ شکست ایک صدائے جرسِ جامِ شراب
محتسب شعلۂ آواز سے جل جاؤں گا — گرچہ ٹوٹا دل آتش نفسِ جامِ شراب
رات میخانے میں ساقی جو نشے میں بہکا — خس کے شیشے کو لگا کہنے خسِ جامِ شراب
مرغِ دل نرگسِ میگوں کے ہے مژگان میں اسیر — تازہ مضمون ہی جو باندھوں نفسِ جامِ شراب

دل شکستہ ہو نہیں وہ ٹوٹ کے ہو سو ٹکڑے
اتام لکھدے جو کوئی میرا بس جامِ شراب

ساقی اس دور میں کب آنکھ چرا سکتا ہے
رات بھر گشت کرے ہے عسسِ جامِ شراب

نوش دارو سے بھی بہتر ہے دمِ ذبح خمار
ساقیا شربتِ فریاد رسِ جامِ شراب

بے خبر قافلۂ عیش گذر جاتا ہے
بے زباں ہو جو دہان جرسِ جامِ شراب

ابھی چشم سیہ مست کو تیری دیکھا
ورنہ ابتک تو ترستا قفسِ جامِ شراب

نخل مینا سے خدا جانے کہ ساقی کسکو
پہلے ہو پہنچائے ثمر پیش رسِ جامِ شراب

مجکو اس بوسہ دندان نے بس از بوسۂ لب
نقل نمکین ہیں دیے چند بسِ جامِ شراب

بادۂ صاف میں آیا ہے کہاں سے تنکا
عکس مژگاں ہے ترا میں خسِ جامِ شراب

ذوق جلدی مجھے گلرنگ سے دے ساغرِ گل
لب نازک کو ہے اسکے ہوسِ جامِ شراب

غزل سلیمی

اے مرے رشکِ قمر ناز سے آنا کیا خوب
دلِ عشاق کو غمزے سے لبھانا کیا خوب

تو نے بیگانہ سمجھ مجھکو بٹھایا ہی دور
اپنی خلوت میں رقیبوں کا بلانا کیا خوب

دامِ کاکل میں تو ہے طائر دل میرا اسیر
تسپہ اے رشکِ پری مجکو ستانا کیا خوب

شکل پروانے کے اس دل کو جلاتا ہوں مدام
شمع رو تیرے لیے جان کا جانا کیا خوب

جا بنا پان کا مستی کی دھڑی پر آفت
لال لب کھول کے دانتوں کا دکھانا کیا خوب

ناگنی زلف کی جب مانگ نکالو ہو صنم
دلِ زخمی کا مرے شانہ بنانا کیا خوب

اِس سلیمی کو صنم مہر و وفا سے ہر دم
رات دن اپنے چھپر کھٹ پہ سلانا کیا خوب

غزل ناسخ

ہے مری مستی کو عشقِ ساقیٔ کوثر شراب
رات دن پیتا ہوں میں بے شیشہ و ساغر شراب

ہے تصور کسکی چشمِ مست کا جوں دونوں
جا ہوا اشک آنکھوں سے جاری ہوتی ہے اکثر شراب

خون نظر آتا ہے صاف اسکے تنِ نازک سے یوں
جسطرح پیتا ہے بلوریں میں مواحمر شراب

ہی دل مجروح کی اُس چشم میگون پر شفا
کام مرہم کا کرے کیونکر نہ زخمون پر شراب

گرچہ ہون میکش تو اے زاہد مگر غیبت بری
گوشت کھانے سے برادر کے یہ ہی بہتر شراب

کانپتے ہین اہل عصیان وحشت تقدیر سے
رعشہ دار انسان کو کر دیتی ہی اکثر شراب

گرمی خورشید محشر سے نہ کھینچے تا گریز
اسلیے کرتا ہے واعظ تجکو دامن تر شراب

لذت عشرت ہوئی بے تلخکامی کب حصول
ذائقے مین دیکھ تو رکھتی ہی تلخی تر شراب

مے کشی سے زاہدون کو اسلیے انکار ہے
تا نہ ان بد طینتون کے کھولدی جوہر شراب

ہین جو عالی ہمت انکو میکشی سے شوق ہے
آدمی کے عرش پروازی کو ہی شہپر شراب

ہون نجس ہر چند لیکن پاک کردیگا وہی
جسکی نزدیکی سے ناسخ ہوتی ہی اطہر شراب

غزل سودا

گرچہ ہون زیر فلک نالۂ شبگیر نصیب
پر اسے کیا کرون یار وہین تاثیر نصیب

جب تلک اسکو ہی تری زلف گرہ گیر سی کام
کس قدر یہ دل دیوانہ ہے زنجیر نصیب

ٹوٹے دل کو نہ بناتے ہین کسیکو دیکھا
ظاہرا دہر مین یہ گھر نہین تعمیر نصیب

جرم کو غیر کرے تو بھی معاتب ہون مین
بیگنہ مجھسا کوئی دیکھا ہے تقدیر نصیب

کوئی تو کشتۂ ابرو ہے کوئی مژگان کا
تیغ قسمت مین کسیکے ہی کوئی تیر نصیب

کیمیا خاک در شاہ نجف ہے سودا
حق تعالی کرے اس طرح کی اکسیر نصیب

غزل شاہ ظفر دہلی

ردیف پای فارسی

کیا ہوا مجھسے کشیدہ ہی وہ گر آپ سے آپ
کشش دل سے کھینچیگا ادھر آپ سی آپ

اُس دل آزار کا کیا جانے ہی کیا خوف مجھے
دل دھڑکتا ہے مرا دو دو پہر آپ سی آپ

ہی ابھی رات کہان چلے ہی اے ماہ لقا
بول اُٹھا یونہی مرغ سحر آپ سی آپ

بخت برگشتہ جو ہو جائینگے میرے سیدھے
وہ چلے آئینگے سیدھے مرے گھر آپ سی آپ

گل بھی دیوانے ہین تیرے جو گر آتی ہی بہار
ٹکڑے کر ڈالتے ہین جیب و جگر آپ سی آپ

آتشِ شوق سے اُڑتا ہے برنگِ سیماب
لگ گئی ہین دل بیتاب کو پر آپ سی آپ

دل سے ہے راہ اگر دل کو تو ہوجاویگی
بے خبر تجھکو محبت کی خبر آپ سی آپ

دل کے آئینہ کو تو صاف تو کر دیکھ ذرا
اُسکی صورت تجھے آویگی نظر آپ سی آپ

جبکہ ہوجاویگا اُس زلف سی دل کا سودا
ہمیہ کھلجائیگا سب سود و ضرر آپ سی آپ

ای پری وش تری زلفین وہ بلا ہین جنکو
دیکھکر ہوتا ہے دیوانہ بشر آپ سی آپ

فکر و تدبیر سے کیا ہوگا کہ جو ہوتا ہے
وہی ہوتا ہی جو قسمت سے ظفر آپ سی آپ

غزل ناسخ

تیری کوچے مین کھڑا رہتا ہون مین ای یار چپ
راتدن جس شکل سے ہو صورتِ دیوار چپ

کاروانِ شہرِ خاموشان کے ہین رہبر خدنگ
اسلیے رہتے ہین ای قاتل لبِ سوفار چپ

قیمت اس شیرین زبانی سے بیان یوسف نے کی
رہگیا حیرت سے سارا مصر کا بازار چپ

فاش ہوتے ہین کمالِ عشق مین اسرارِ عشق
جوشِ مستی مین نہین ممکن کہ ہو میخوار چپ

ہین یہ بت واللہ بیدرد انکو ہی کسکا خیال
سمجھین صحت مرکے ہوجاوے اگر بیمار چپ

تیری کوچے مین جو کرتا ہون فغان معذور ہون
کس طرح گلزار مین ہو بلبلِ گلزار چپ

ہے قیامت صحبتِ اربابِ غفلت کا اثر
پاس سوتا ہی جو کوئی رہتے ہین بیدار چپ

خواب مین بھی یار کے شکوی کا گر آیا خیال
بول اٹھا یا مین دہان اے لبِ اظہار چپ

رونے والے نہ ہرگز درد سے ہون نعرہ زن
صبر سے گریا نالی مین نہو ہر خوار چپ

ش کلامی اُسکی ہو جس بزم مین حیرت فزا
ہوئی ہین انسان کے مثل یہ وزن دیوار چپ

کیون نہین دیتا کسیکو تو جواب ای سنگدل
سنکے جب آواز کو رہتے نہین کہسار چپ

لال ہوتی ہین زبانین ناسخ اپنے سامنے
بغض سے دشمن ہین لیس سنکے یہ اشعار چپ

غزل آتش

ن کھا سکے نہ صورتِ گیسوے یار سانپ
توڑے مروڑے اپنے بدن کو ہزار سانپ

احول کی آنکھ سے جو نہین سودائی دیکھتا
دو زلفین یار کی نظر آتی ہین چار سانپ

کیونکر نہ پھاڑ پھاڑ کے پھینکون مین پیرہن
سودای زلفِ یار مین ہے تار تار سانپ

افشان چھڑک کے یار کی زلفِ سیاہ پہ
دکھلا دیا وہ سُنتے تھے جو مالدار سانپ

موذی بھی متفق اثرِ حُسن سے ہوے
کرتے ہین گنج یار کے او نثار سانپ

ہر عقدہ گانٹھ زہر کی موذی ہر بال بال
کاکل ہے ایک یار کی کالے ہزار سانپ

اس زلف مین ہی جب سے مرا اندار دل
طاؤس کو سمجھتے ہین اپنا شکار سانپ

سودای زلف مین ہی جو کچھ حال کیا کہون
رہتا ہے رات دن مرے سر پر سوار سانپ

روے صبیح پر نہین لہرا ہی وہ زلف
بُو پا کے یاسمین کی ہی بے اختیار سانپ

موذی کو چاہتا ہے سدا آسمانِ دون
اکثر بنایا کرتا ہے بد شعار سانپ

آتش یہ شاعرون کا فقط اختراع ہی
رُخسار گنج ہین نہ تو گیسوی یار سانپ

غزل انشا

پھرا جو آنکھ مین اُس زلف عنبرین کا سانپ
تو موج اشک ہوا اپنی آستین کا سانپ

کھجوری چولی پہ کسکی تھی جسکے دُھوکے مین
جگر کو کاٹ گیا شوخ یاسمین کا سانپ

لٹ اُسکے بالونکی غصے مین ڈنک جبین پر رکھ
نہ ایسا ہووےگا صحرای ملک چین کا سانپ

مگر وہ زلف مددگارِ چشم تھی کہ مرے
ڈسے ہے دل کو نگہ سحر آفرین کا سانپ

عمامہ والے سے ای دل تو بچکے نکلا کر
کہ ہے یہ زاہدِ مکار راہِ دین کا سانپ

شبِ فراق تو ایک ہی تھی اژدہا تمثال
کہ تھا خیال مین اس جعدِ عنبرین کا سانپ

صباح گنجۂ زرینِ آفتاب کو دیکھ
کہا یہ مین نے یہ کاہین زمین کا سانپ

نگل ہی بیٹھنے کو نکلا ہے غارِ مشرق سے
وہ پھن نکالے ہوے چرخِ چارمین کا سانپ

عصاے حضرتِ موسیٰ ہوا ہی آہ انشا
کبھی نہین جو کرے میر تو قصد کین کا سانپ

غزل آتش

دکھلاتی ہی رنگینی رُخسار عجب روپ
دکھتا ہی ترے حسن کا گلزار عجب روپ

کہتا ہے گل و لالہ کوئی کوئی مہ و مہر
لایا ہے ترا جلوۂ دیدار عجب روپ

نظارۂ یوسف ہو زلیخا کو مبارک
بدلے ہوے ہی مصر کا بازار عجب روپ

مشتاق نہ کیونکر ہون تری دید کی آنکھین
دیکھا نہین سُنتے ہین مگر یار عجب روپ

دلّالون کی قیمت کا یقین آتا ہی کسکو
پاتے ہین ترا تیرے خریدار عجب روپ

اُس رشک مسیحا کا جو کرتا ہی کوئی ذکر
ہوتا ہے مرا صورت بیمار عجب روپ

جب دیکھیے کچھ اور ہی عالم ہی تمھارا
ہر بار عجب رنگ ہے ہر بار عجب روپ

چلتے ہو جو تم ناز سے اٹھکھیلی کی چالین
ہر گام دکھا دیتی ہی رفتار عجب روپ

کھلجائین تجھے معنی توحید گر آتش
پھر دیکھے تو دکھلائین گل و خار عجب روپ

غزل ناسخ

اس چمن مین ہین بیشمار درخت
پر کہان مثل قد یار درخت

وہ ترا سرو قد ہی بے سایہ
صدقے ہون لاکھ سایہ دار درخت

میرے سوز درون سی کیا نسبت
یکن ہون انسان اور چنار درخت

ہر روش پر ترے ہی مجُرے کو
ہین کھڑے باندھ کر قطار درخت

آنکھین بادام ہین زنخدان سیب
قد جانان ہے میوہ دار درخت

سرو و شمشاد و سدرہ و طوبی
صدقے اس قد پہ ہین یہ چار درخت

ہین وہ دیوانے جو ہین اہل متاع
سنگ کھاتے ہین باردار درخت

سوز دل سے زمین جلتی ہے
سبز کیا ہو سر مزار درخت

قندی میوہ ہاتھ ہین شاخین
گل ہین رخسار قد یار درخت

بیک مجھ دل جلے کی تربت پر
سبز ہوگا نہ جز چنار درخت

ہون مین عاشق انار پستان کا
ہو نہ تربت پہ جز انار درخت

آدمی کیا کہ تیرے فرمان سے
دوڑے آتے ہین لاکھ بار درخت

تا قیامت خلل نہین ناسخ
نخل غم کا ہے پائدار درخت

غزل شاہ نصیر

چل دل اس کوچے مین فوج اشک چشم تر سمیت
بادشاہ ملک تن ہے تو نکل لشکر سمیت

کیون نہ ہم شیشے کو ٹپکین باغ مین ساغر سمیت
توڑتا گلچین ہے غنچے کو گل احمر سمیت

دیکھی آدھی رات کو مانگ اسکی جب جھومر سمیت
کٹ گئی تب کہکشان و نالہ وار اختر سمیت

چشم وہ کیا ہے کہ جسمین ایک بھی فسون نہین
آبرو تب ہے صدف کی جبکہ ہو گوہر سمیت

قشقہ اس بت کی جبین پر جون الف یا رو نہین
دیکھ لو شق القمر انگشت پیغمبر سمیت

آنسوؤن کی بوجھ کی لائی نہ مژگان تاب ہائے
عاقبت ٹوٹی رسن طفلان بازیگر سمیت

ابروئے پر خم کے پہلو مین بنا کل کا خال
ای قمر طلعت نکلتا ہے ہلال اختر سمیت

ناف کے حلقے سے بچ اس بحر خوبی کی دلا
ڈوبی کشتی ہے اس گرداب مین لنگر سمیت

حسن سے آگاہ گر مغرور خوبان کو کیا
گاڑ ہی دیتا تھا آئینہ کو اسکندر سمیت

ہی نمودی خط سے رخ سلی اٹھا دو رخ سے زلف
رات کو خوبی ہے لالہ کی مہ انور سمیت

کو ہین یار و پیر ہم پر عشق سے خالی نہین
رکھتے ہین خاکستر افسردہ کو اخگر سمیت

ذر کسکی جامہ زیبی کا چمن مین ای صبا
کی جو سو ٹکڑے قبا ہر گل نے بالا بر سمیت

ہین خط پشت لب دلبر کی ہون بوسی یہ جوش
زہر ہے اسنے دیا بارہا تو وان شکر سمیت

تو نے کیون صیاد پھینکا لاشۂ بلبل کو آہ
داب دیتا تھا کہین گلشن مین بال و پر سمیت

موجہای بحر کی ہو مشق بیتابی دو چند
گر نہاؤن تا بسینہ مین دل مضطر سمیت

ابروئے پر چین پر اسکے دل نظر کر غور سے
دیکھتے ہین اصفہانی تیغ کو جوہر سمیت

حشر کو چاہین گے تجھ سے خونبہای دل صنم
ساتھ اپنے تجکو لیکر تیغ اور خنجر سمیت

مہر ہائے داغ سے معمور ہے سینہ تمام
روبرو اللہ کے جائینگے ہم محضر سمیت

شوق اگر قلیان کشی کا ہی تو مہتابی مین بیٹھ
ای مرے سلطانِ خوبان شبکو کر دو فر سمیت

پیچوان پنجہ ہے ہالہ حقہ سیمین ہے ماہ
عقدِ پروین کی چلم گردونکی ہے اختر سمیت

ہو تپ ہجران نہ لکھ نسخے مین میرا ای طبیب
ق
خرفہ و کشنیز تو رُبِ انار تر سمیت

یار کے خال و لبِ رنگِ مسی کا ہی خیال
تخمِ ریحان دی مجھے عناب و نیلوفر سمیت

ہکو ترغیبِ طوافِ کعبہ مت کر زاہدا
زاد و رہ تو لیکے جا احرام کی چادر سمیت

ابرو و بینی سے اپنے رخنہ دکھلاتا ہی یار
نقشہ محراب بیت اللہ کو منبر سمیت

پان کی سرخی دکھا مت کر مسی سے لب سیاہ
لعل کو رکھتا ہی ہان کوئی بھی خاکستر سمیت

پڑھ یہ تبدیلِ قوافی اس زمین مین ای نصیر
دوسری بھی و غزل مضمون تازہ تر سمیت

غزل آتش

قامت سے دکھایا ر تماشاے قیامت
ہو آج ہی ہونا ہی جو فرداے قیامت

دونون سے علاقہ نہ رہا چاہ کے ہمکو
جنت کی نہ دوزخ کے ہوی واے قیامت

واعظ سے تری جلوہ نمائی جو سُنی ہے
دیدار کے بھوکون کو ہی صحراے قیامت

اس مرحلہ مین خون جگر کھانا پڑے گا
بے دانہ و بے آب ہی سوداے قیامت

شاعر ہون یہی عرصہ محشر مین کہون گا
کیا مصرع برجستہ ہے بالاے قیامت

رحمت سے تری ڈر نہین ہرچند کہ ہووے
فرداے قیامت پس فرداے قیامت

کشتے تری خلخال کی آواز کے ہین ہم
ہمسے نہ سُنا جائیگا غوغاے قیامت

دو گام جو محشر مین چلے تم روشِ ناز
پامال ہوے فتنہ بصحراے قیامت

اس قدِ کشیدہ کا نہ مشتاق ہوا ہی دل
اللہ نہ دکھلاے تماشاے قیامت

ای داغ جنون حشر کا خورشید ہی تو بھی
گرمی تری ہوتی ہی پس ایذاے قیامت

آتش نہین بچ رہنے کے ہمکو بھی کریگا
صحبت مین شریک انجمن آراے قیامت

غزل سودا

ہندو ہین بُت پرست مسلمان خدا پرست
ہم پوجتے ہین اُسکو جو ہو آشنا پرست

اس دَور مین گئی ہی مُروّت کی آنکھ پھوٹ
معدوم ہے جہان مین چشم حیا پرست

دیکھا ہی جب سے رنگ کفک تیرے پاؤنمین
آتش کو چھوڑ گبر ہوے ہین حنا پرست

چاہے کہ عکس دوست رہی تجھ مین جلوہ گر
آئینہ وار دل کو رکھا اپنے صفا پرست

آوارگی سے خوش ہون اتنا کہ بعد مرگ
ہر ذرّہ میری خاک کا ہووے ہوا پرست

سودا اسے شخص کے تئین آزردہ کیجیے
ای خود پرست حیف نہین تو وفا پرست

غزل میر

وصل دلبر نہ ٹک ہوا قسمت
مر چکے ہجر مین بھی یا قسمت

ایک بوسے پہ بھی نہ صلح ہوئی
ہم نے دیکھی بہت لڑا قسمت

شیخ جنت تجھے مجھے دیدار
وان بھی ہر اک کی ہی جدا قسمت

پھول جن ہاتھون سبھونکو دیے
زخم تیغ اُنسے اپنی تھا قسمت

کیا ازل مین ملا یہ لوگون کو
تھی ہماری بھی میر کیا قسمت

غزل آتش

مہندی سے لال ہوی دست و پای دوست
خون شہید ناز ہوا ہے حناے دوست

حصے مین دوستونکے ہین جور و جفای دوست
دشمن خدا نخواستہ ہون خاک پاے دوست

دل کو ہوے ہین معنی توحید منکشف
آنکھونکو کچھ نظر نہین آتا سواے دوست

لاوین چلینگی سینے پہ اپنے شب وصال
کیا کیا نہ غل مچاینگے خلخال پاے دوست

کیا مال ہے ہزار کوئی مالدار ہو
ہم بھی ہین سائل در دولتسراے دوست

زندہ سنے تو مردہ ہو ہو جای دم فنا
مردے کو زندہ کرتی ہی آواز پاے دوست

غزل سلیمی

نہ ہنسے کیونکہ خزان رشک سے بہار پہ دانت
جو موتیا کے گلے دیکھے روی یار پہ دانت

نہین ہے خارِ مغیلان مزارِ مجنون پہ — زمین نے کھوے ہین لیلی کی خاکسار پہ دن رات
بھڑک گیا ہو ہین شب بے تکلفی کے سبب — لگے جو عالمِ مستی مین گلعذار پہ دن رات
کہ ہو فنائی قسمت سے خلق عالم کے — تمام عمر سے ہین جانب مزار پہ دن رات
یہ بخت الٹ گئے اکدن بھی کچھ اثر نہوا — ہین پیستار ہا رات اپنے تیرہ تار پہ دن رات
مراد دل کی خدا پر ہے تو ملے ہی گی — ہے کو ہین نے لگایا یہ کوہسار پہ دن رات
شب وصال سلیمی کو جو نہ دیکھ سکے — الٰہی اُسکے لگین وصل و ربیار پہ دن رات

ایضاً

یہ وہ فلک ہے کہ ہین اسکے ہر ہیار پہ دن رات — مدام پیستار رہتا ہے لالہ زار پہ دن رات
فلک پہ چاندنی حسرت سے بیٹھی ہی سدا — ہمارے رشک قمر کے گلے کی ہار پہ دن رات
شبِ وصال پر اسکے خدنگ آہ کے — رکھے جو اپنے کوئی روز انتظار پہ دن رات
غضب ہے ہر گھڑی جراحِ بے وفا ظالم — رکھے ہی نشتر و سوزن کے دلفگار پہ دن رات
الٰہی کیسے ہون بوس و کنار اُس بت سے — رکھون ہون عمر سی جس شوخ کی بہار پہ دن رات
مساسِ خونِ شہیدان سی شکل نشتر کی — یہ دیکھ لو نہ دیکھے ہون تیغِ یار پہ دن رات
سحر کو فنی نالہ رقیب کا اے جان — نکالتا ہے تری زلفِ تابدار پہ دن رات
یہ وہ فلک ہے کہ حاسد ہے ہر مجسم کا — مدام کھولے ہی رہتا ہی لوٹ نار پہ دن رات
سلیمی غم کی پیاپے پڑے ہے آہ مدام — ہماری جان و دل و عجز و انکسار پہ دن رات

غزل جرات

بلائین ہاتھون نے میرے جو لین تمھاری رات — بلائین ہاتھو نکی لیتا رہا مین ساری رات
پڑے تڑپتے ہین بستر پہ آہین بھر بھر کے — جو یاد آتی ہی صورت تمھاری پیاری رات
پلک نہ رات جھپکتی تھی دل دھڑکتا تھا — کسی کے وعدے پہ حالت تھی یہ ہماری رات
اگرچہ دن بھی کٹے ہی بری طرح سے دلے — تری مریض پہ لاتی ہی سخت خواری رات

سحر کو پارۂ بستر نظر پڑا نہ کہین — تڑپ تڑپ کے یہ کی ہمنے بیقراری رات
اب اُسکی وعدے پہ یون روز و شب کٹے ہے ہمین — قدم شماری ہر دن کو تو دم شماری رات
صدای شب نہین ہو جہ تیرے عاشق کی — کرے ہی حال زبون پہ یہ آہ زاری رات
ترے مریض پہ کیا جانے کیا ہوا تا صبح — کہ لوگ کرتے تھے گرد اُسکے اشکباری رات
الٰہی پہلے مرے تن سے جی روانہ ہو — کہ تا کہے نہ کوئی وصل کی سدھاری رات
جُدا ہوئی ہون جو اُس لب سے لب تا دم صبح — ق — میسر آئی ہے ایسی بھی لاکھہ باری رات
یہ ہای اب تو وہ صحبت نہین ہی خواب مین بھی — اسی خیال سے ہم جاگتے ہین ساری رات
شب فراق کٹے کس طرح سوای جرأت — یہ رات وہ ہی کہ کہتے ہین جسکو بھاری رات

غزل مسافر

ہای کس سے کہون مین دل کی بات — روتے روتے کٹی ہی ساری رات
پر نہ رحم آیا کبھی تجھے ہر چند — سُن کے احوال کو مرے ہیہات
تجھسے گالی و جھڑکیان کھائین — الغرض لے گیا بسر اوقات
کیا بھلا ہو گیا ترے دل کو — چھوڑ دی ہمسے تونے رمز و نکات
نہ کبھی خط نہ گاہ پیغام — کب تلک اسطرح ہماری رات
ابتو آ مجھ طرف ارے قاتل — جان جاتی ہی وقت ہی سکرات
ہر دو عالم سے کچھ نہین مطلب — بس مسافر کو ایک تیری ذات

غزل اختر

عجب اب کی آئی بہارِ بسنت — جدھر دیکھو ہے وان نگارِ بسنت
نشے مین ہی سرمست آئی بسنت — کھلا اس سبب لالہ زارِ بسنت
پلا ہم کو ساقی بسنتی صبوح — ہی آنکھون مین اب تک خمارِ بسنت
میان قطب دین کو مبارک ہو یہ — کہ اس سے ہی ہیگا وقارِ بسنت

تماشا بھلا دیکھ لے تو یہ اختر	کہاں ہم کہاں پھر بہارِ بسنت

غزل سودا

نگارِ سطرِ ابروی یار بسم اللہ کی صورت	قدرِ عنا سراپا ہی الف اللہ کی صورت
زلف واللیل رخ والفجر نرگس چشمۂ کوثر	نمایان ہی سوادِ خط کلام اللہ کی صورت
زلیخا کی نمط کرو ورد دل مین سورۂ یوسف	جو تجکو چاہ سے اگر ملے دلخواہ کی صورت
ہے شکر الحمد للہ بعد مدت میرے منزل نے	دکھائی عشق کی صحرا مین ہمکو راہ کی صورت
الم نشرح ہوا عالم مین تیرا عشق ای سودا	نہ پنہان ہو سکی دریا دل مین ماہ کی صورت

غزل سراج

ادای دلفریب سرو قامت	قیامت ہی قیامت ہی قیامت
شہید خنجر الفت ہوا ہون	سلامت ہی سلامت ہی سلامت
نکر تا جی کو قربان تجھ قدم پر	ندامت ہی ندامت ہی ندامت
جماعت مین پریرویون کی تجکو	امامت ہی امامت ہی امامت
سراج اب عشق کی درپن کا صیقل	ملامت ہی ملامت ہی ملامت

غزل آتش

ردیف تای ہندی

وصل کی شب نہین عاشق سی سزاوار لپیٹ	نیند کا حیلہ نکر منھ کو نہ اے یار لپیٹ
مثلِ گل تونے جو پہنی ہی قبای محبوب	لالہ کی طرح سی بھی لٹ پٹی دستار لپیٹ
جان پر بنتی ہے ہو جاتا ہے اک سودا سا	دل کو لیتے ہین ترے گیسوی خمدار لپیٹ
قتل پر میرے اٹھایا ہے جو بیڑا تمنے	خوب کسکر کمر اے ترکِ جفاکار لپیٹ
داغِ عشق آپ ہی کہا اسکو نہ کھلوا اللہ	ساتھ اپنے بھی جگر کو نہ دل آزار لپیٹ
چاند سے منھ کو دکھا دو سیہ سی زلفین	کبک و طاؤس کو بھی اپنی طرف یار لپیٹ
بھیڑ سی بھیڑ رہا کرتی ہے دروازے پر	رکھے کس کسکو ترے قصر کی دیوار لپیٹ

خطِ مشکین سے رُخِ یار کے مُنھ پر یہ کھلا
روزِ روشن کو بھی لیتی ہی شبِ تار لپیٹ

شانِ مریخ بھی دِکھلا چکے قاتل مجکو
ای گل اندام بس اب جامۂ گلنار لپیٹ

آمد آمد کی اطبا کی جو سُنتے ہین خبر
مُنھ کو لیتے ہین کفن سے ترے بیمار لپیٹ

کافی ابرو کا اشارہ ہی بہت ای قاتل
خون ناحق مین مرے اپنی نہ تلوار لپیٹ

ابھی بازارِ جہان مین ہے تمنا آتش
جنسِ دل لے کوئی خوشتر و ساخریدار لپیٹ

غزل میر

بنایا دل ہوا روز سیہ سے جسکا جالٹ پٹ
کسو کی زلف ڈھونڈھی ہو مُوکا گل کہ سب لٹ پٹ

تو کن نیندون پڑا سوتا تھا در وا رے کو موند شب
مین چوکھٹ پر تری کر تا رہا سر کو پٹک کر کھٹ کھٹ

چٹکین لگتی ہین دی لیپر بلبلون کے باغبان تو جہ
چمن مین ٹوٹتا ہی ہر سحر کلیونکی تئین چٹ پٹ

تری ہجران کی بیماری مین میرنا تو انکو شب
ہوا ہی خوب سونا آہ اس وٹ سی اُس کروٹ

غزل سلیمی

بوسے کا خیال آیا جو دل مین مری جھٹ پٹ
تو آکے صبا نے لین بلائین مری چٹ چٹ

ہنستے ہوئی بھولے سے کچھون پر جو گرا ہاتھ
جھنجھلا کے لگا کہنے کہ چل دور ہو نٹ کھٹ

کل تیری رقیبون نے جھڑک کر کہا تجھ سے
آنے سے لگی رہتی ہی ہر روز کی کھٹ کھٹ

ہر چند کہ مین عجز و تملق سے رجھایا
بولا ہمین بھاتی نہین یہ آپ کی سٹ پٹ

کھینچا جو غمِ ہجر سلیمی نے بیک عمر
تو خوب ہوئی وصل کی شب یار سی لٹ پٹ

غزل انشا

آج کیا ٹھہر گئی ہان یا کہ نہین مُنھ سی تو پھوٹ
ہو گئی وہ بات ہان یا کہ نہین مُنھ سی تو پھوٹ

کوٹھے پہ ٹھہرون مین یا آنکہ منڈیری سی اُدھر
صحن مین ڈیوڑھی سی یا اور کہین مُنھ سی تو پھوٹ

سر ہلانے سے بھروسا نہین پڑتا کسوقت
کسکی گت وہ کدھر یان کہ وہین مُنھ سی تو پھوٹ

لوگون کے چرچے کا انشا جو تجھے ڈر ہوتا
تیری کیون آنکھین بھلا پھوٹ نہین مُنھ سی تو پھوٹ

غزل آتش

دولتِ حسن کی بھی ہی کیا لوٹ
آنکھونکو پڑگئی ہے لوٹا لوٹ

پھل رہی ہے دلا ہوا ہی بہار
لالہ پھولا ہے داغِ سودا لوٹ

سامنے تیرے جو پڑے ای تُرک
اس مین کعبہ ہو یا کلیسا لوٹ

چار دن ہے بہار اے بلبل
زرِ گل کا ہزار توڑا لوٹ

صفِ مژگان سی کہہ رہی ہی چشم
دل ملین جتنے بے تحاشا لوٹ

صرفِ للہ مالِ دنیا کر
مرد ہے کچھ تو بہرِ عقبا لوٹ

صاف دل ہو تو جلوہ گر ہو یار
آئینہ ہو تو ہو تماشا لوٹ

نعمتِ خوانِ حُسن جو ملجائے
یہ سمجھ لے ہے منّ و سلوا لوٹ

کیا عجب جب وہ گیسوِ سرہنگ
لین متاعِ دل احبا لوٹ

جانتے ہین کہ فوجِ جنگی سے
نہین سردار پھیر لیتا لوٹ

کام مردونکا ہے یہ ای آتش
رکھتی ہی جان کا بھی کھٹکا لوٹ

غزل سلیمی

پڑے جو کان مین میرے تری کہین آہٹ
تو فرشِ چشم نظر تاب کرون زمین کو سمٹ

ہمارے دل پہ جو کالی بلا سی لہرائے
ڈسے نہ ناگنی زلف اُسکی کیون لٹ اپنی اُلٹ

دمیدہ سبزی سے ہی رشکِ باغ چہرۂ یار
وہ خطِ حُسن سے جسکے رہے بہار لپٹ

غمِ فراق مین کھائے جو ہم ہزارون داغ
ہوا ہی رشکِ بہارِ چمن جگر بھی پھٹ

کوئی ہے قبلہ کوئی بُت کے سامنے مسجود
بجائے کعبہ سلیمی کو بس تری چوکھٹ

ایضاً

ہونے لگے جب ہم سے توحید غٹاغٹ
تب رمزِ معانی کی کھلے راز جھٹا جھٹ

کل دیکھ شبِ وصل مین رندونکی بُرائی
ٹکرانے لگے سر کو بھی چوکھٹ سی کھٹا کھٹ

جب تیغِ نگہ تیری دے اسلام کو قوت
افواج مین کفّار کے پڑجاے ہٹاہٹ

وارا جو مین سر پہ دُرِ نایابِ سخن کو
گردن مین لپٹ لینے لگے بوسے چٹاچٹ

طفلی ہی سے مکتب مین تری دھیان مین آکر
کھاتا رہا آخون جی کے بید سٹاسٹ

ٹک دیکھ خزان مرگ کی غافل نہو ہشیار
جھڑتے ہین بر و برگ شجر تڑ سے چٹاچٹ

دعواے سخن کا نہو شاگرد سلیمی
اُستادون سے جو باندھے مضامین جھٹاجھٹ

غزل سودا

ردیف ثاے مثلثہ

جسکے خط اُترے تو اُس سے دل لگانا ہی عبث
سیر کو وقتِ خزان گلشن مین جانا ہی عبث

ابر مین ای یار رہ سکتا ہے کتنا آفتاب
چہرے کو اندر نقاب ہمسے چھپانا ہی عبث

پوچھتے کیا ہو کہ شب کسطرح گذری مجھ بغیر
گذری سو گذری جو کچھ اسکا فسانا ہی عبث

ناصحا داغِ جگر جون شمع ہو سکتا ہے کم
جل چکا سب کچھ تب آتش کو بجھانا ہی عبث

غیرت ای سودا نہین ہی مقتضی سبات کی
جی ہی دوری مین پھر اسکو مُنھ دکھانا ہی عبث

غزل تمنا

زلفون کا دام پھینکا ہی ہمپر عبث عبث
بل کھاے اتنے گیسو نے ہمپر عبث عبث

ہرطرح کرتا جھوٹی مری سچی بات کو
سوگند کھانا میری قسم پر عبث عبث

اصلاح پر مزاج نہین ہے خفا وہ شوخ
خط پر عبث عبث ہے قلم پر عبث عبث

پلکونکی آستین اسے کافی ہے شیخ تو
رکھتا ہے ہاتھ دیدۂ نم پر عبث عبث

اے اشکِ چشمِ یار کا شہرہ نہ کر ذرا
بدنامی میرے شور و ستم پر عبث عبث

نقشہ گلی کا اسکے تمنا ہی دل پہ نقش
تہمت ہے صرف باغ ارم پر عبث عبث

غزل سلیمی

رات جانان نے کیا ہے یہ پیغام عبث
آئے کل رات مری گھر مین سرِ شام عبث

فکر کرتا ہون گر آغازِ محبت مین کہے
آخر الامر کو ہے عشق کا انجام عبث

ہاتھ سے اُس بُت پُرفن کے بامیدِ وصال
رات صہبا کے پیے ہمنے کئی جام عبث

اہلِ گلشن کا یہی طور تھا کل گلشن مین
گالیان دیتا ہے بلبل کو گل اندام عبث

رات دن سر پہ سلیمی کے ای ظالم خونخوا
کھینچتا ہے گا سدا خنجر و صمصام عبث

غزل آتش

بنین گے کسکا زیور چاند سورج
گڑھا کرتے ہین زرگر چاند سورج

چڑھین کیا تیرے منھ پر چاند سورج
جوان ہے تو معمّر چاند سورج

قسم ہے سر کی مجکو ای رخ یار
نہین تیرے برابر چاند سورج

جبین رکھتے ہین جب وہ دیکھتے ہین
سرای یار کا در چاند سورج

وہ رخسارے جو ہوتے ہین مقابل
نکل جاتے ہین بچکر چاند سورج

چراغون مین جو تیری راستے کے
رہین روشن نہ کیونکر چاند سورج

تمھارے روبرو ہو کر ہوئے ہین
سفید و زرد اکثر چاند سورج

وہ مُکھڑا نور کا ہے تو جو دیکھے
رہین حیران ہوکر چاند سورج

چڑھے میری طرح سے جو تپ عشق
ہلال آسا ہون لاغر چاند سورج

وہ بالون مین اگر رکھکے نہ باندھے
اُڑین پیدا کرین پر چاند سورج

ہم اُس میخانے کے ہین مست آتش
کہ جسکے ہین دو ساغر چاند سورج

غزل شجاعت

نہین تجھسا ہی کوئی دلستان آج
غلام آسا ترے پیر و جوان آج

یہ قد سرو سہی یہ چشم نرگس
ختم بس کر گیا ہے باغبان آج

بہارِ بوستان گلرو ہے بر مین
نکل چل جا یہان سے ای خزان آج

تصور کھینچ لے تصویر اُسکی
کہ یکتا حسن مین ہی ہو میان آج

وہ ہین بولا ترش ہو چین جبین ہو
ہوئی دشوار تجھپر کب زبان آج

مری طوطی طبع باشند بستان — ذرا ہو جا تو اب شکر فشان آج
شجاعت کیا چلے اس جا دلیری — دلاور ہے وہی شوکت نشان آج

غزل حاتم

سرو کچھ دعوی کرے گر قامت دلبر سے آج — چیر ڈالے فاختہ آرہ بنا شہپر سے آج
خال دانہ زلف دام ابرو کمان مژگان ہی تیر — دل ہمارا سہم اب کھاتا ہی کار اتبر سے آج
زلف و چشم و خال و خط چارون ہین دشمن دین کے — حق رکھے ایمان سلامت ایسی کفر و شر سے آج
ہاتھ مت کھینچ اے جنون تجکو مری سر کی قسم — ایک جبتک بھی رہے تار گریبان سر سے آج
رات دن جاری ہی عالم مین مرا فیض سخن — گو کہ ہون محتاج پر حاتم ہون اس جوہر سے آج

غزل میر

حال برا ہی ہمکو تمسے اتنی غفلت کیا ہے آج — کوئی گھڑی تو پاس ہو یان پھر فرصت کیا ہی آج
سامنے ہی وہ آئینہ رو پر آنکھ نہین کھل سکتی ہے — دل تنگی سے رکے ہے دم کیا کہیے صورت کیا ہی آج
فرق و تیغ مجلے رہتے ہین جب سے دل کی لاگ لگی — اس ظالم بیرحم کی میرے ایسی صحبت کیا ہی آج
شیشہ صراحی ساغر و مینا سب کل تک بھی حاضر تھا — کوہ بادہ فروشا نہین یہ میری حرمت کیا ہی آج
میر گھڑی یک ساعت ہی ہین عیش تم کرنے لگے ہو — تاب نہین کیا ضعف سے دل مین جی بیطاقت کیا ہی آج

غزل سراج

اپنا جمال مجکو دکھا نا رسول آج — عاجز کی التماس کو کرنا قبول آج
اے مہربان طبیب شتابی علاج کر — تیر مژہ کی درد سے ہی دل مین سول آج
مرہم تری وصال کا لازم ہی اے صنم — دل مین لگی ہی ہجر کی برچھی کی ہول آج
کیون آج بزم بلبل نالان خراب ہے — مرجھا رہا ہے صحن گلستان مین پھول آج
بیفکر ہون عذاب قیامت سے اے سراج — دین محمدی کو کیا ہے قبول آج

غزل ترقی

ردیف جیم فارسی

ہی عجب لذت تمہارا فگن تری تیرونکے بیچ
جسکا چرچا ہو رہا ہی ساری نخچیرونکے بیچ

گل جو دیکھی شکلِ مجنون ہمنی تصویرونکی بیچ
ایک مُشتِ استخوان تھی لاکھ زنجیرونکے بیچ

خون کی قطرونکا عالم تو مری اشکونمین دیکھ
لعل کے ٹکڑی چمکتے ہین تری ہیرونکے بیچ

بلبلو تمکو مبارک ہووے گلگشتِ چمن
لالہ و گل کا نہ کیجیو ذکر دلگیرونکے بیچ

آگے دل ہوتا تھا بیکل اُسکا میری آہ سے
آگیا ہے فرق اب آہونکی تاثیرونکے بیچ

گر مرقع مین کھنچی ہو اُس مسیحا کی شبیہ
جان پڑ جائے مصوّر ساری تصویرونکے بیچ

وہ خماری انکھڑیان بکھری ہوی بالونمین دیکھ
جسطرح دو مست جکڑی ہوئین زنجیرونکے بیچ

قاصد اکیا خط لکھونمین اسکو فرطِ شوق سے
فوت ہو جاتا ہی مطلب مجھسی تحریرونکے بیچ

گفتگوی یار کی کیا بات ہی کیا گھات ہے
ساری محفل کو لگا لیتا ہی تقریرونکے بیچ

اور تو صورت ترقی کوئی بخشش کی نہین
ہان مگر باعث ہوے تقصیر تقصیرونکے بیچ

غزل سودا

سودا گرفتہ دل کو نہ لاؤ سخن کے بیچ
جون غنچہ تنگ زبان ہے اُسکا دہن کے بیچ

پانی ہو بہ گئے مرے اعضا نین کی راہ
باقی ہی جون حباب نفس پیرہن کے بیچ

جن نے نہ دیکھی ہو شفقِ حُسن کی بہار
آکر ترے شہیدونکو دیکھے کفن کے بیچ

وہ خار سُرخرو نہین اہلِ جنون کے پاس
پابوس کو مرے جو نہ پہونچا ہو بن کے بیچ

کل رخصتِ بہار تھی شبنم صفت مین روز
رو یا ہر ایک گل کے گلے لگ چمن کے بیچ

آتشکدہ مین دیکھ تو شعلہ ہی بے قرار
آرام دل جلونکو نہین ہے دمن کے بیچ

بعد از شباب ہون تری انکھیان زیادہ مست
ہوتی ہے زور کیفِ شرابِ کہن کے بیچ

سودا نے اپنے یار سی چاہا کہ کچھ کہے
ایسی کی اک نگاہ رہی مَن کی مَن کے بیچ

غزل انشا

بیگمان چاہ کے دریا کے بڑی بات کو سوچ
بیدھڑک پاؤن نہ رکھ پہلی تو گھر گھاٹ کو سوچ

بہے جاتے ہین پہاڑ اُسمین کہان جھل بیڑا
دھار تلوار سی بھی تیز ہی اس کاٹ کو سوچ

اے ددا پانسے چلی جا تو دبے پاؤن ابھی
دیکھ کمبخت کھٹولے کو نہ کچھ کھاٹ کو سوچ

ٹاٹ کی ٹکڑے پہ کھینچا جو اُنھین تو بولین
میری کپڑون کی طرف دیکھ اور اس ٹاٹ کو سوچ

موتی تو تمھین بھی انھین آنکھو نہی ترازو مین تول
اری انشا نہ تو بنیون کی طرح باٹ کو سوچ

غزل آتش

بلا اُس زلفِ پیچان کا ہے ہر پیچ
خم اندر خم ہے ہر مو پیچ در پیچ

الٰہی خیر گیسو کھا رہی ہے
اُدھر وہ زلف اِدھر نازک کمر پیچ

ہوی ہین زلف پیچان سے بھی بڑھکر
ترے دستار کے بیداد گر پیچ

نہو اس زلفِ پیچان کا جو سودا
سمجھ لے اپنی قسمت کا بشر پیچ

جواب خط خبرداری سے لانا
نہ پڑنے پائے کچھ اے نامہ بر پیچ

تری زلفون کا دھوکا ہمکو دیگا
سراسر خم ہی سنبل سر بسر پیچ

نہین دم باز ہم ہمکو نہ دم دے
کری جو پیچ ای یار اُس سے کر پیچ

فراق یار سے کشتی پڑی ہی
پچھاڑا چل گیا آتش کا گر پیچ

غزل میر

عشق مین ای طبیبان ٹک سوچ
یا ہی جان درمیان ہی یان ٹک سوچ

بے تامل ادا ے کین مت کر
قتل مین میری مہربان ٹک سوچ

پھیل اتنا پڑا ہے کیون یان تو
یار اگلے گئے کہان ٹک سوچ

سربسر مت جہان سے جا غافل
پاؤن تیرا پڑے جہان ٹک سوچ

ہو نٹھر اپنا ہلا نہ سمجھے بن
یعنی جب کھولے تو زبان ٹک سوچ

گل و رنگ بہار پردے مین
ہر عیان مین ہی وہ نہان ٹک سوچ

فائدہ سر جھکے سے شیب مین میر
پیر ہیں آگے ای جوان ٹک سوچ

غزل حسرت

کل جو پہونچی تری آواز مری کان کے بیچ — آ گئی سنتے ہی بس جان مری جان کے بیچ
سخت ہی خوف مجھے دل کا خدا خیر کرے — آگ بھڑکے ہے اسی سینۂ سوزان کے بیچ
یان تلک روئے ترے غم مین کہ روتے روتے — نام تم کا نہ رہا دیدۂ گریان کے بیچ
ساربان محمل لیلے کو ادھر ٹک لے چل — خاک مجنون کی بھٹکتی ہی بیابان کے بیچ
رو رو اک شاخ پہ کل بیٹھی ہوئی بلبل زار — ق — حسرت اس شعر کو پڑھتی تھی گلستان کے بیچ
وائے ای فصلِ خزان سیر نہ دیکھا گل کو — اور ہی رنگ ہوا باغ کا اک آن کے بیچ

غزل آتش

رہِ الفت مین نقدِ عمر کر خرچ — کہین ہر چند ممسک تجھکو در خرچ
کہان اب طاقتِ صبر و تحمل — یہ دولت ہو چکی ہے بیشتر خرچ
دو کالے سانپ وہ گیسو ہین جنکے — تماشے مین ہوے ہین گنج زر خرچ
نہین یہ بار گیسو سے لچکتی — نزاکت کرتی ہے اُتنی کمر خرچ
خدا دے دولت قارون تو کیجے — نہ حاتم نے کیا ہوا سقدر خرچ
وہی دیگا لب شیرین کا بوسہ — منون کرتا ہے جو رازق شکر خرچ
ہم اپنی نقدِ جان پر کھیلتے ہین — ترا ہوتا ہے کیا اے سیمبر خرچ
جنون عشق ہے غارتگر ہوش — کرے کیا عقلمندی یان بشر خرچ
رہا کرتی ہے فکر شعر گوئی — کیا کرتے ہین ہم خونِ جگر خرچ
چلے دنیا سے داغ عشق لیکر — یہی توشہ ہی بہر سفر خرچ
ملا جو اُسکو سمجھے منّ و سلوا — توکل پر رہا شام و سحر خرچ
حسینون نے ہی آتش کو ہے لوٹا — رہا فرمائشون سے خرچ پر خرچ

غزل سودا

سیر چمن اک عمر جو کی ہمنے تو گیا ہیچ
رنگین ہے جوانی کا گل اسمین سو بقا ہیچ

شیشے کو بھی توڑو تو نکلتی ہے اک آواز
عاشق کا یہ دل ہے کہ جو ٹوٹے تو صدا ہیچ

اسباب جہان دل نے کیا جب نظر انداز
پوچھا جو مین کیا دیکھے ہے دیوانہ کہا ہیچ

ناصح تو نہین چاشنی درد سے آگاہ
بے عشق بتان جینے کی لذت بخدا ہیچ

مانی نہ بندھے گا کبھی نقش اسکی کمر کا
فرسودہ نکر خامے کو اب فائدہ کیا ہیچ

ہم شیخ کی سنتے تھے مریدون سے بزرگی
دیکھا جو انھین جا کے تو عمامہ سوا ہیچ

ق
سودا سے کہا مین جو ترے شعر کو سنکر
جو دیکھا تجھے آگے تو ہے بے سر و پا ہیچ

بولا کہ تجھے یاد ہے وہ مصرع بیدل
عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ

غزل آتش

بہار آئی چمن مین چلی ہواے قدح
پڑھے وہ مست جسے یاد ہو دعاے قدح

دکھا رہا ہے عجب آئینہ صفاے قدح
سرور اسے ہے جو ہے صورت آشناے قدح

زمانے مین کوئی مجھسا نہین ہے دریا نوش
حباب وار ہے سر مین بھری ہواے قدح

شراب خوار کرے گی بہار صوفی کو
کہ آئے گی لب بیگانہ آشناے قدح

صراحی دار ہے گردن نہین فقط انکی
دو چشم مست کی گردش بھی ہے سواے قدح

مرنے کے ساتھ ہو غم ہو کہ اسمین شادی ہو
مثال گریۂ مینا و خندہ ہاے قدح

شراب خانے مین کرتا ہین سیر دریا کی
دکھایا کرتا ہے لہر آب باصفاے قدح

بلند بعد فنا ہوگی قدر مستون کی
بنے گی خشت سر خم کی خاک پاے قدح

سبو و شیشہ و خم کسکی کی نہ پابوسی
کسی نے منھ نہ لگایا تجھے سواے قدح

جہان کی سیر دکھاتا ہے نشۂ صہبا
دماغ رکھتے ہین جمشید کا گداے قدح

ان انکھڑیون جو کندن سے سرخ ہو وینگی
کھونگا نشۂ دو رنگ مین طلاے قدح

حجاب دور کیا کیف مے نے اس بت کا
جزاے خیر دے ساقی تجھے خداے قدح

دو چشم مست کا ساقی کے وصف ہی مقصود
کنایہ ہی یہ جو کرتے ہین ہم ثناے قدح

شراب عشق کی پیتے ہی ہوش اڑی ایسے
کہ ابتدا مین ہوا حال انتہاے قدح

فراق یار مین ویران سر ہی دور شراب
لڑا کی شیشے سی توڑون یہی سزاے قدح

یہ جلوہ مہ و خورشید سے کھلا آتش
ہنوز باقی ہے دور فلک مین جاے قدح

غزل ناسخ

کیون قسم کھائی ای فلک بے یار صبح
ہے شفق سے مجھ پہ آتشبار صبح

یان کسی خورشید رو کی یاد مین
ہوتی ہے ہر رات سو سو بار صبح

زلف سے رخسار کو ہوتا ہے ربط
کیون شب فرقت سے ہے بیزار صبح

کھینچ کر فرقت مین تیغ آفتاب
ہے ہماری جان کو خونخوار صبح

وصل کا سامان ہی آج ای فلک
شام سے کر بیشتر تیار صبح

حسن کا عالم بھی کیا عالم ہی واہ
زلف جانان شام ہے رخسار صبح

سینہ پُر داغ و چاک پیرہن
ہے وصال یار مین گلزار صبح

وصل مین تھا صبح سے بیزار مین
ہجر کی شب مجھ سے ہے بیزار صبح

قہر ہو گر شملۂ پُر زر ترا
دیکھ پاے اے پری رخسار صبح

چاک کرتی ہے گریبان دیکھکر
کار چوبی مہر کی دستار صبح

شام کیا ہو تیرے گھر مین بار یاب
نور سے ہین سایۂ دیوار صبح

وصل مین حاضر تو غائب ہجر مین
دیتی ہے ہر شب نیا آزار صبح

ہی یہان کسکو شب فرقت مین ہوش
ہو چکی ہو گی ہزارون بار صبح

وصل کی شب کب ہوئی ہمکو نصیب
شام کو کرتا ہے نور یار صبح

ہے دعاے خالق لیل و نہار
ہو یہ شام کاکل دلدار صبح

غزل تابان

ابرو نے ترے مجھ پہ کیا وار بے طرح
دل مین مرے لگی ہے یہ تلوار بے طرح

ممکن نہین کہ عشق کے ہاتھو نسے جی بچے
پیدا ہوا ہے مجھکو یہ آزار بے طرح

عالم تمھارے پیچ مین آویگا آج جان
زاہد کی فکر مین ہے وہ میخوار بے طرح

بگڑی کو پیچ اُسکی پیے گا شراب آج
تمنے سجا ہے چیرۂ بلدار بے طرح

کیا جانیے کہ آج کس عاشق کی ہی اجل
کیفی ہوا ہے اب تو مرا یار بے طرح

ممکن نہین قفس سے کہ گُل تک پہونچ سکے
بُلبل ہوئی ہے اب کی گرفتار بے طرح

غارت خدا کرے یہ ترے ملکِ حُسن کو
ہے فوج خط کی گرد نمودار بے طرح

تابان بتا کہ یار کو کیونکر منائیے
اب کی ہوا ہے مجھ سی وہ بیزار بے طرح

غزل ضیا

دل کو پسند ہے بُتِ عیار کی طرح
اقرار وصل کرتا ہے انکار کی طرح

بارش ابھی ہی دور پر آنکھون نے اسقدر
باندھا ہے تار رونے کا بیمار کی طرح

چہرے کو بل جو دیکے دیے پیچ اُسنے چھوڑ
جسپر غضب ہی یہ بڑی رفتار کی طرح

گرچہ فراقِ یار مین دل دو نیم ہون
سُنتا ہے کب وہ اپنے ستمگار کی طرح

دو دن کی زندگی پہ مناسب ہی کب غرور
بھاتی ہے اپنے دل کو طرحدار کی طرح

تجکو یہ کیا ہوا ہے ضیا کچھ تو حال کہہ
کل پوچھتا تھا تجکو وہ غمخوار کی طرح

غزل ناسخ

ردیف خاے معجمہ

ہی نازکی سی قامتِ جانان سمن کی شاخ
سوزِ درون سی ہین چنارِ کہن کی شاخ

دیکھی جو اُسکے سلسلۂ پرشکن کی شاخ
کھاتی ہے پیچ و تاب غزالِ ختن کی شاخ

ظالم کو بعد مرگ بھی ہی ظالمون سے ربط
خنجر کا دستہ کیون نہ بنے کرگدن کی شاخ

ہم وحشیون کا بخت جو برگشتہ ہین سو ہین
سیدھی کسی طرح نہو جیسے ہرن کی شاخ

رکھی چھڑی جو ناز سے اُسنے تہِ ذقن
سب کو ہوا گمان کہ ہی سیبِ ذقن کی شاخ

دیکھین یہ جو چنبیلی کی کلیون سی اُنگلیان
وہ تیری دست و پا کو کہین یاسمن کی شاخ

دکھلائے اپنے فندقِ پا کی جو تو بہار
پابوس کو چمن کے جُھکے نارون کی شاخ

مرتا ہون مین کسی کی نزاکت پہ دوستو
بھرِ جو بد تین ہو نازک بدن کی شاخ

وصفِ صباحتِ رخِ جانان اگر لکھون
درکار ہو برائے قلم نسترن کی شاخ

ای عندلیب جھڑتی ہین کیا تیری مُنھ سے پھول
گویا ہر ایک نالہ ہے نخلِ چمن کی شاخ

معنی ثمر حروف ورق صنعتین ہین گُل
ناسخ ہی کلکِ فکر نہالِ سخن کی شاخ

غزل آتش

ہوا نہ حُسن سے خالِ سیاہ جانان سرخ
نہ کر سکا رُخ کافر کو نورِ ایمان سُرخ

حلال ہونے کو سب سچ ہین پہلے ہم موجود
وہ پان کھا کے کرین تو لب و دندان سُرخ

یہ اشتیاقِ شہادت مین خون روتا ہون
بریدہ حلق سے ہے حلقہ گریبان سرخ

ہوئی ہین غصے سے کیا لال لال وہ انکھین
نظر پڑا جو کبھی وہ لباس ترکان سُرخ

عجب عداوتِ اخوانِ دہر سے یہ نہین
کرے جو خون سے یوسف کے گرگ دندان سُرخ

ترا وصال ہے اے سیمبر عجب دولت
خوشی سے ہوتا ہی کُندن سا رنگ انسان سُرخ

ہمیشہ کرتی ہے اُس بحرِ حُسن سے پنجہ
حنا کا رنگ ہو کیونکر نہ مثلِ مرجان سُرخ

ترے شہید و نکے آگے نہ رنگ پکڑیگا
ہزار رنگ سے ہو لالۂ گلستان سُرخ

سفید کپڑے پہنتا نہین وہ خسروِ حُسن
سُنا ہی جب سے کہ تاج و قبا ہے سلطان سُرخ

چمن مین لالہ و گُل رہتے ہین گریبان چاک
دکھا دیا کسی رنگین ادا نے دامان سرخ

شراب دینے مین وقفہ نہ کیجیو ساقی
ہوا نہین ابھی رخسارِ یار چندان سُرخ

اثر پذیر طبیعت بھی شرط ہی آتش
نہ کیفِ مے سی ہوا آنکھو نکی طرح مژگان سُرخ

غزل سودا

یہ ہاتھ ہو سکے زلف اُسکی سے کہان گستاخ
نسیم و شانہ مگر ہو تو ہو وہان گستاخ

چمن کی سیر مین اُسکو اگر سُنے دم صبح — چلی نہ جاے صبا سوے بوستان گستاخ
سمجھ کے کوچۂ میخانے سے گذر زاہد — کہ رند ہوتے ہین اکثر بزاہدان گستاخ
کچھ اُسکی بے ادبی کا گلہ نہین مجھکو — نظارہ بازون سے ہوتے ہین خوشان گستاخ
بچائیو کبھی اے شیخ بزم رندان مین — کہ تو وقار طلب اُنکی ہے زبان گستاخ
نہین ہے میرا سخن طبع زاد اے سودا — کسی بزرگ کی خدمت مین و رجہان گستاخ

غزل آتش

کرتا ہے زندگی کو تمھارا حجاب تلخ — اُلٹو نہین تو ہمسے سُنے گا نقاب تلخ
آغاز سیرِ عشق کا انجام ہے بخیر — کیفیتِ شراب ہے شیرین شراب تلخ
شربت کے گھونٹ کا مزہ لے لیکے پیجیے — ہر چند تیغ کا ہے تمھارے لعاب تلخ
سائل ہون بوسۂ لب شیرین نگار سے — شانِ کریم ہے نہ اگر دے جواب تلخ
عاشق ہی ہین جو سُنتے ہین ای تو نہالِ حُسن — حنظل سے ہین ترے سخنِ ناصواب تلخ
بیمار کا مزاج ہون مین ہجر یار مین — سم ہے طعام میرے لیے اور آب تلخ
سودائے زلف یار سے نیند اُڑگئی مری — اس دردسر نے کر دیا آنکھونکو خواب تلخ
شیرین لبونکی کیون نہ گوارا ہون گالیان — ملنے سے قند کے نہین ہوتا گلاب تلخ
بُجھتا ہے جبکہ عشق کی آتش سے دل مرا — ٹپکے ہین اشک صورتِ اشکِ کباب تلخ
شیرین ادائیون سے جو محظوظ تو کرے — شکر کو مُور شہد کو سمجھے ذباب تلخ
وصلت کی شب مین ہوتا ہی ہر بات پر ترش — عیش و نشاط کرتا ہے اُنکا عتاب تلخ
غافل نہو مزے سے محبت کے آشنا — یہ چاشنی ہے آتشِ خانہ خراب تلخ

غزل کنور

غمزۂ یار سے ہے میرے جگر مین سوراخ — جیسے کرتا ہے کوئی لعل و گہر مین سوراخ
تیر مژگان سے ہوا میری نظر مین سوراخ — جیسے ہو سوزن فولاد سے زر مین سوراخ

اس دل تفتہ سے برلاؤن اگر آہِ الم — چرخ پر ہووے وہین شمس و قمر مین سوراخ

قبر سے کشتۂ تیرِ نگہِ مہوشں کے — روز دیکھون ہون نئی راہگذر مین سوراخ

بنگیا نیش سے مژگان کے مرا سینہ یون — ہووے جسطرح سے زنبور کے گھر مین سوراخ

کثرتِ گریہ سے ڈرتا ہون مبادا ہووے — روتے روتے نہ کہین دیدۂ تر مین سوراخ

ہے کسی غمزدہ کی آہ کا شاید یہ اثر — دیکھتا ہون جو عیان گھر کی ہر اِک در مین سوراخ

دل مُشبّک ہے مرا خارِ غمِ ہجر سے یون — جسطرح تیرون سے پڑ جائین سپر مین سوراخ

دل مرا یون ہی کنور تیرِ نگاہون سے فگار — بہرِ سُمرن کرے کوئی تخمِ ثمر مین سوراخ

غزل ضیا

دلربا ہے مرا بڑا گستاخ — مین نے اتنا نہ سمجھا تھا گستاخ

اب تو وہ شوخیان لگا کرنے — یک بیک ایسا ہو گیا گستاخ

نازِ بیجا کبھو نہ کرتا تھا — کیا رقیبون نے کر دیا گستاخ

جانفشانی ہم اُسپہ کرتے ہین — رام ہرگز نہ وہ ہوا گستاخ

اے ضیا کیجو سمجھ کے کلام — وہ صنم تو ہے ہی وفا گستاخ

غزل آتش

پری پسند طبیعت نہ ہے نہ حور پسند — تمھارے بندے ہین ہم ہمکو ہین حضور پسند

ہر ایک شخص خریدار ہے دل و جان سے — وہ جنسِ حُسن ہے تو جو ہے دور دور پسند

اُتارے پُرزے اُڑا کر بہار مین اب کی — برہنگی کی قبا ہے جنون عور پسند

نگاہ اپنی ہے دلبستگی کے سودے مین — بصرون کی نہین اسمین کچھ ضرور پسند

نگہ مین اپنی سماتا نہین ہر ایک حسین — پری سے چہرہ کے او پری چشم حور پسند

ہوا ہے جب سے کہ ساقین یار کا سودا — زیادہ تر مجھے ہیرے سے ہے بلور پسند

ہوئی ہے خانۂ دل مین جو روشنی منظور — کیا ہے آنکھون نے اپنی چراغِ طور پسند

گناہ عشق کا جب سے کہ مرتکب دل ہے	زبان کو مرے ہے ذکر یا غفور پسند
خیال یار کا رہنے لگا ہے اسمین بھی	ہوا ہی دل کو بھی آنکھون کی طرح نور پسند
نہ طفل ہین نہ دلا محو حسن صورت ہو	کھلونے مٹی کے کرتے ہین بے شعور پسند
دل اک نگاہ کے اوپر ہے بیچتا آتش	کرین جو آپ اسے بے حرف و بیقصور پسند

غزل ناسخ

یار آیا تو ہوئے دیدۂ ناکام سفید	جیسے ہو آمد سلطان مین در و بام سفید
پڑی عکس اُسکے لب سرخ کا گر ساغر مین	ہو خجالت سے وہین بادۂ گلفام سفید
دیدۂ اُس چشم سیہ کی نہ میسر ہو اُسے	دیدۂ غزہ ہون مثل گل بادام سفید
سوجھے مضمون بیاض رخ جانان جو مجھے	ہو گیا رنگ مرکب دم ارقام سفید
سرخ پوش آئے نظر شوخ تہ رنگ بدن	پہنے پوشاک جو وہ سرو گل اندام سفید
گو پہنتا نہین جز جامۂ رنگین تو آج	کفن اک روز ملیگا تجھے خودکام سفید
غزہ کر حسن دو روزہ پہ نہ ای سیم اندام	رنگ سب انکو نہین ہوتا ہی بہت خام سفید
اپنے رخسار پہ چھوڑی نہ کبھی تو جو نقاب	ہو نہ پھر صبح امید ابلق ایام سفید
حرف مطلب جو لکھون صاف وہ دیتا ہی جواب	بھیجتا ہے مجھے کاغذ وہ دل آرام سفید
تیرے محبوب سے قاصد نے کہا کیا ناسخ	ہو گیا منہ جو ترا سنتے ہی پیغام سفید

غزل میر

زمین پر مین جو پھنکا خط کو کر بند	بہت تڑپا کیا جون مرغ پر بند
گرفت دل سے تا جاری ہی یعنی	رہا ہون بیٹھ مین بھی کرکے گھر بند
پھنسا دل زلف و کاکل مین نہ پوچھو	پڑتا ہے ناگہ آکر بند پر بند
سب اُسکی چشم پر نیرنگ کے محو	نگہ کی ان نے عالم کی نظر بند
چمن مین کیونکہ ہم پر بستہ جاوین	بلند از بسکہ ہے دیوار و در بند

بہت پیکان چھیدے یار تونے — تمام آہن ہی اب میرا جگر بند
ہوئین رونے کی مانع میری پلکین — بندھا خاشاک سے سیلاب پر بند
کہا کیا جاے اِن ہونٹون کے آگے — ہمارے لب کرے ہی یہ شکر بند
کھلے بندون نہ آیا یان وہ اوباش — پھرا موندھے یہ ڈالے بیشتر بند
یہی اوقات ہین گے دیکھے میان — رکھا اپنی چشم کو شام و سحر بند
بچا رہتا تھا چہرہ حسن سے اب — گریبان مین ہی وہ دستِ ہنر بند
فنِ اشعار مین ہون پہلوان میر — مجھے ہے یاد اس کُشتی کا ہر بند

غزل انشا

نہ لگی مجھکو جب اُس یار طرحدار کی گیند — اُن نے محرم کو سنبھال اور بھی طیار کی گیند
دسترس ہو تو ترے سیبِ ذقن پر وارون — قرص خورشید کی اور لمعۂ انوار کی گیند
جھٹ پلٹ آن لگی بیچ مین چھاتی کے مرے — تھی یہ وے ہوئی کس محرم اسرار کی گیند
رکھے ہی ماہِ شبِ چاردہم دل مین ہوس — کہ وہ قالب بنے اور ہو تری دستار کی گیند
لیجیے اُسکے بدل آپ جرمانے مین — ق — گم ہوئی مجھ سے جو کل رات کو سرکار کی گیند
گرد مُقیش طلائی کے کرن ٹکوا کر — مین یہ لایا ہون بنا اطلس گلزار کی گیند
گوکھرو لہر بنت ڈانک ستارون کی سمیت — اور اک پھیچن گے زربفت نمودار کی گیند
شالی رومال کی تو چوٹ مجھے کچھ نہ لگی — اب بنا پھینکے ہی کمخواب کی شلوار کی گیند
لگے فرمانے وہ پڑھ پڑھ کے غزل کو انشا — واہ کیا خوب بنی کاغذِ اشعار کی گیند

غزل نظیر

چھوٹا بڑا نہ کم نہ مجھولا ازار بند — ہے اُس پری کا سب سے اَمولا ازار بند
ہر اک قدم پہ شوخ کے زانو کے درمیان — کھاتا ہی کس جھلک سے جھکولا ازار بند
گوٹا کناری بادلا مُقیش کے سوا — تھے چار تولے موتی جو تولا ازار بند

ہمنسے ہین ہاتھ میرا کہین لگ گیا تو وہ (ق)
لونڈی سے بولی جا ذرا دھو لا ازار بند

اور دھو نہین تو پھینکدی ناپاک ہو گیا
وہ دوسرا جو ہے سو یہ ولا ازار بند

اکدن کہا یہ مین نے کہ ای جان آپ کا (ق)
ہمنے کبھی مزے مین نہ کھولا ازار بند

سُنکر لگی یہ کہنے کہ کیا خوب لوجہ خوش
ایسا بھی کیا مین رکھتی ہون بولا ازار بند

اک رات میرے ساتھ وہ عیار مکرباز (ق)
لیٹی چھپا کے اپنا ممولا ازار بند

جب سو گئی تو مین نے بھی دہشت مین اسکی آ
پہلے تو چپکے چپکے ٹٹولا ازار بند

آخر بڑی تلاش سے اُس شوخ کا نظیر
جب آدھی رات گذری تو کھولا ازار بند

غزل خاشاک

کاکل یار کی دیکھی جون ہی تنویر سفید
ہو گیا سکتہ مجھے بن گئی تصویر سفید

کالا منھ کرتے ہین مجرم کا یہی رسم بلاد
منھ کیا یار نے میرا دمِ تعزیر سفید

سادہ کاغذ عوض نامہ دیا قاصد نے
ہوئی شاید مری تقدیر سے تحریر سفید

دونون رخسار و نپر یہ عکس نہین موتیون کا
گرد خورشید کے یہ کھینچی ہے تحریر سفید

داغ فرقت نہین جاتا کسی صورت دل سے
زنگی ہوتا نہین ہرگز کسی تدبیر سفید

لاکھ تدبیر کی کچھ بس نہین چلتا میرا
کرون کس طرح سے یارو خطِ تقدیر سفید

کوی جانان کا تجسس کیا مین نے یان تک
کوچہ گردی سے ہوئی پانو نکی زنجیر سفید

سنکے آواز مری ہوتا ہے بیخود ایسا
جس طرح ہوتا ہے کافر دمِ تکبیر سفید

بوسہ لیتے تو لیا پھر جون ہی تیوری بدلی
رنگِ رو میرا ہوا باعثِ تقصیر سفید

رنگ چہرے کا مرے دیکھکے فق ہوتا ہے
پیدا کی آہ نے شاید مری تاثیر سفید

آسمان پر یہ نمایان نہین سیارے ہین
دیکھو خاشاک کے ہین نالۂ شبگیر سفید

غزل خان

آ کے سجادہ نشین قیس ہوا میرے بعد
نہ رہی دشت مین خالی مری جا میرے بعد

کیا عجب ہی جو اُٹھے مرقدِ لیلے سے صدا
میرے مجنون ترا کیا حال ہوا میرے بعد

تیز رکھیو سرِ ہر خار کو اے دشتِ جنون
شاید آ جاے کوئی آبلہ پا میرے بعد

وہ ہوا خواہِ چمن ہون کہ چمن مین ہر صبح
پہلے مین جاتا ہون اور بادِ صبا میرے بعد

منھ پہ رکھ دامنِ گل روئینگے مرغانِ چمن
ہر روش خاک اُڑائیگی صبا میرے بعد

اسلیے کرتا ہون مین چاک کفن کو اپنے
کون کھولے گا ترے بندِ قبا میرے بعد

جیتے جی قدر بشر کی نہین ہوتی پیارے
یاد آویگی تجھے میری وفا میرے بعد

لاش مجھ کشتۂ کاکل کی لٹکوا دو تمہین
تا نہووے کوئی محبوس بلا میرے بعد

دل پہ اک سانپ سا لہراتا ہی مرقد پہ صنم
کون سونگھے گا تری زلفِ دوتا میرے بعد

جا کی کہدیوے کوئی خان کی زبانی اتنی
اب نہین آتے ہو پھر آؤ گے کیا میرے بعد

غزل رفیع السودا

اشک کو کب ہے شناسائی گُہر سے پیوند
صاحبِ درد کے ہی اُسکو نظر سے پیوند

دل کو میرے نہ جدا دل سے کر اپنے ظالم
مین کیا ہے یہ بہت خونِ جگر سے پیوند

دامنِ ابر نچڑتا ہے جو اتنا شاید
کسی عاشق کے ہو دیدۂ تر سے پیوند

کون ایسا ہی جسے دست ہو دلسازی مین
شیشہ ٹوٹے تو کرین ہم بھی ہنر سے پیوند

کھینچتا کیون ہی عبث ناز طبیب ای سودا
درد کو دل کے نہین درد جگر سے پیوند

غزل آتش

رُتبہ رکھتے ہین ترے ابروِ خمدار بلند
طاقِ کعبہ سی ہین یہ طاقِ خوش آثار بلند

کیا کہون کہتے ہین مضمونِ قدِ یار بلند
سروِ شمشاد سے ہین مصرعِ اشعار بلند

دیکھیے کسکو شرف ہو تری پابوسی کا
رکھتے ہین دستِ دعا کافرِ دیندار بلند

گوشِ گل تک ہو قفس مین سے رسائی ایسی
تیری آواز ہوا ے مرغِ گرفتار بلند

تیری درگاہ کی اللہ رے رفعت ای دوست
آستان سے کسی گھر کی نہین دیوار بلند

گوش عارف سی سُنے تو تو ہر اک قمری سُن / لفظ فاعتبروا یا اولی الابصار بلند
سیکڑون مصر محبت مین مہِ کنعان سے / چاہیے اخترِ اقبال خریدار بلند
تخت پر بیٹھ کے کر سیر چمن ای محبوب / پایہ رکھتا ہے ترے حسن کا گلزار بلند
شمع رو یار شب ہجر مین جو یاد آیا / شعلے کی طرح ہوئی آہِ شرربار بلند
تشنۂ زخم ہو دل دیکھیے کب کرتی ہو / پانی اپنا مرے سر سے تری تلوار بلند

غزل میر

لڑکے پھر آئے ڈر گئے شاید / بگڑے تھے کچھ سنور گئے شاید
سب پریشان دلی مین شب گذری / بال اُسکے بکھر گئے شاید
ہین مکان و سرا و جا خالی / یار سب کوچ کر گئے شاید
کچھ خبر ہوتی تو نہوتی خبر / صوفی بے خبر گئے شاید
آنکھ آئینہ رو چھپاتے ہین / دل کو لے کر مکر گئے شاید
لوہو آنکھون مین اب نہین آیا / زخم اب دل کے بھر گئے شاید
اب کہین جنگلون مین ملتے نہین / حضرتِ خضر مر گئے شاید
بیکلی بھی قفس مین ہے دشوار / کام سے بال و پر گئے شاید
شور بازار سے نہین اُٹھتا / رات کو میر مر گئے شاید

غزل آتش

فروغ مہر کا پیدا کرے ہمارا چاند / ہلال سامنے سے اُسکے ہووے سارا چاند
تمام رات ہوئی کر گیا کنارا چاند / لو اُترو بام سے تم جیتے اور ہارا چاند
نقاب اُلٹ کے رُخِ رشکِ ماہ دکھلادو / اندھیری رات مین ہے ایک ایک تارا چاند
وہ ماہ آج جو آیا تو کل کیا غرہ / نشاطِ عیش مین گذرا کبھی نہ سارا چاند
وہی ہے خوب جسے جو پسند خاطر ہے / نگاہِ کبک مین سورج سے ہے پیارا چاند

ہلال بدر سے ہر چاند مین ہوا ہر چند ۔ نہ کر سکا ترے ابرو کا یار اشارا چاند

شراب پی کے کروگے رخ صبیح کو سُرخ ۔ حرارہ لاویگا خورشید کا تمھارا چاند

فراقِ یار مین کوئی حسین نہین بھاتا ۔ گران ہے مہر جہانتاب و ناگوارا چاند

مقابلہ جو رُخِ آتشین یار سے ہو ۔ یہ بیقرار ہو اُڑ جاے بنکے پارا چاند

تِری غلامی کا دعوی ہے یار اُسکو بھی ۔ جبین کے داغ کو نہ کھتا ہے آشکارا چاند

زمانہ یار کا آیا گذر گیا یوسفؑ ۔ طلوعِ نیر اعظم ہوا اسد ھارا چاند

ہمارے دل مین نہین نقش روی روشن یار ۔ پری کی بدلے ہے اس شیشہ مین اُتارا چاند

ملاویگا تری پاپوش کے ستارون سے ۔ کبھی اُدھر سے کریگا نہ کیا گذارا چاند

رُخِ حبیب سے ممکن نہین فروغ آتش ۔ اگر وہ حسن سے شعلہ ہے تو شرارا چاند

غزل سودائی

لے آئے در پہ ترے جو ستم کشان فریاد ۔ ہوئی کسی کی نہ اُنمین سے رائگان فریاد

کیا ہے قد کو مرے شاخ ارغوان کا رشک ۔ تمھارے ہاتھ سے ای چشمِ خونفشان فریاد

مین دیکھتا ہون جسے ہے وہ آپ ہی نالان ۔ تمھاری کیجیے کس پاس اے بتان فریاد

تم اپنے جور سے مت سمجھو کہ نالان ہون ۔ یہ دوستو نکی ہے دوری سے دشمنان فریاد

نہ میرے دل کی خموشی ہے موجب آرام ۔ کبھو ہوا ہے کرے مرغ نیم جان فریاد

قسم ہے گل کی تجھے عندلیب سودائی ۔ جو تو کیا نہ کرے ملکے ہمزبان فریاد

غزل سجّاد

وارثِ تختِ نشین قیس ہوا میرے بعد ۔ صید کس کسکو کیا دامِ بلا میرے بعد

دشت کربت مین مرا حال سُنا ہو فرہاد ۔ تیشہ سر اپنے پہ مارا اسو پھرا میرے بعد

خار صحراے جنون پھینکدی چُن چُن کی صبا ۔ تا کوئی آتا نہو آبلہ پا میرے بعد

اسلیے سرخ مین رکھتا ہون گریبان کفن ۔ یہ شہادت کی گواہی ہو بھلا میرے بعد

جیتے جی اتنا نہ ترساؤ کروگے پھر یاد — اگرچہ یاد آئی وفا میری تو کیا میرے بعد
یاد اُس کاکلِ زیبا کی مرے سینے مین — سانپ سا کاٹیگی مرقد مین بھی آ میرے بعد
طاقِ ابرو مین پڑھو میرے جنازے کی نماز — تا کوئی دیر و حرم بھول نجا میرے بعد
اُسکی دہلیز پہ سجّاد کا کریو مدفن ہا — تا کوئی کھاوے نہ ٹھوکر سے دعا میرے بعد

غزل آتش

ردیف دال ہندی

نہ دے سکے ہی زمستان مین مجکو ایذا ٹھنڈ — لپٹ کے سوویگا وہ گل رہے کلیجا ٹھنڈ
پڑا ہی جب سے دمِ سرد سے مجھے پالا — بدن کو دیتا ہی لرزی کی تپ کی ایذا ٹھنڈ
برہنہ پھرتے ہین جاڑے مین تیرے دیوانے — جھٹکنے دیتے نہین گردِ داغِ سودا ٹھنڈ
دکھاتی ہے مے گلرنگ و سبزہ مینا — شراب خوار کو ہے باعثِ تماشا ٹھنڈ
فراقِ یار مین لی ہی جو مین نے ٹھنڈی سانس — ہوئی ہی گرمی مین جاڑے کی طرح ایذا ٹھنڈ
غضب خدا کا صنم تیری سرد مہری سے — نہ کر سکے گا گزند اسپے گر کے پالا ٹھنڈ
کرونگا سوزِ درون سی جو اُف مین سرِ بالین — پھر گئی ڈھونڈتی آتش کنارِ دریا ٹھنڈ

غزل نظیر

ردیف ذال معجمہ

ہو کچھ آسیب وہان چاہیے گنڈا تعویذ — اور جو ہو عشق کا سایہ تو کرے کیا تعویذ
دل کو جسوقت یہ جن عشق کا لپٹا پھر تو — کیا کرین وان وہ جو لکھتے ہین پلیتا تعویذ
ہم تو جب ہوش مین آوین کہ کہین سے پاوین — یار کے ہاتھ کے بازو کا گلے کا تعویذ
زور تعویذ کا چلتا تو عرب مین یارو — کیا کوئی ایک بھی مجنون کو نہ دیتا تعویذ
کوہکن کوہ کو کس واسطے کاٹا کرتا — دیتے غمخوار نہ کیا اُسکے تئین تعویذ
آخر اُسکے بھی گیا دل کا دھڑکنا اُس روز — قبر کا تیشے نے جب اُسکے تراشا تعویذ
ہمکو بھی کتنے ہی لوگون نے دی آہ نظیر — پر کسی کا کوئی کچھ کام نہ آیا تعویذ

غزل سودا

دفتر دہر کا ہے پیش نظر ہر کاغذ
لکھے اپنے کا نہین علم ہے کیونکر کاغذ

لکھ رہا ہی نہ ملے گو تری یان ظلم کی داد
دون گا حاکم کو بہنگام سر محشر کاغذ

لکھنے سے وصف بنا گوش کی تیرے ای یار
پاوی ہر ملک مین اب قیمت گوہر کاغذ

اُسکی مین راستی قد کی ثنا لکھتے وقت
نہین پاتا کبھو محتاج یہ مسطر کاغذ

نامے اُس شوخ کو مین کرکے رقم ای یارو
اتنا رو یا ہون کہ لیجاوے شناور کاغذ

وہ تو مجمر مین طرح عود کے دیتا ہی آتش
جب اُسے بھیجون ہون مین کرکے معطر کاغذ

بسکہ رنگینیِ معنی ہین مرے دیوان مین
ہر ورق کا ہے گلستان کے برابر کاغذ

غزل آتش

مرغوب طبع کیون نہو ایسی چپک لذیذ
چکھا تو حُسن کا ہے تمھارے نمک لذیذ

اے حور اپنے سیب ذقن کا مزا نہ پوچھ
جنت کا میوہ مغز سے ہی پوست تک لذیذ

مستی مین بوسے اُس لبِ لعلین کے لیجیے
کیفیّتِ شراب مین ہے یہ گزک لذیذ

کس کس طرح کے ذائقۂ دلپذیر ہین
کیا کیا طعام رکھتا ہے خوان فلک لذیذ

شیرین کلام کا بھی مزہ بھولتا نہین
شیر و شکر سے ہی یہ بلاشبہ و شک لذیذ

شیرین وہ لب ہی یا نمکین جو ہو خوب ہے
شکر نمک سے ہو تو شکر سے نمک لذیذ

بریان ہو سوزِ غم اسی محنت کی ساتھ دل
آتش کباب کرتا ہے دخل نمک لذیذ

غزل انشا

لکھدو آخون جی صاحب کوئی ایسا تعویذ
کہ مری منھ سے لگی اُسکے گلے کا تعویذ

کچھ تو دی اپنی نشانی تجھے بندا بالا
توڑ از بخبر کڑا قول کا چھلا تعویذ

دل دھڑکتا ترے عاشق کا نجادی ہرگز
گرچہ سو لاکھ طرح لکھدے مسیحا تعویذ

غش ہوئے کو تو اجی تورتھا اسکا ذکا
لال ناڑی مین بندھا دی مرا نیلا تعویذ

سر کے بالون سے لٹک جھکے سو اُنجھا کو کہا
اب لگا مجھکو ستانے یہ نگوڑا تعویذ

خیر انشا کی جو چاہو تو پلا دو دھو کر
اُسکے بازو کا وہ تھا سارہ پہلا تعویذ

غزل مسیح

قند و نبات و شہد و شکر ہین کہان لذیذ
شیرین لبونکی جیسی کہ ہون گالیان لذیذ

ہین سوز غم سے بسکہ یہ جلتے برنگ شمع
کام ہما مین میرے نہین استخوان لذیذ

ساقی ہو سیر باغ ہو اور گلعذار بھی
مشرب مین اتب تب ہوے ارغوان لذیذ

ہو کیون نہ موج شربت عیسیٰ مری زبان
نام اُسکا لیتے ہی ہوا میرا دہان لذیذ

ہر میوہ و مٹھائی کی لذت سے دل بھرے
پر ہے مدام بوسۂ شیرین زبان لذیذ

جب ہاتھ مین نہو وے وہ سیب ذقن مسیح
کیونکر لگے ہمین ثمر بوستان لذیذ

غزل شاہ ظفر ادخلہ اللہ فی الجنۃ

تری ہی پازیب و سر کا جو مزمین پہ گوہر فلک پہ اختر
ہوی ہین جلوہ کا چمک کر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر

و فور اشکو نکا ہی ہماری نکلتے آہو نمین ہین شرارے
یہ کیونکر ہون عرش پر نجما ور زمین گوہر فلک پہ اختر

پھپھولے پا کو نمین ہین تمایان تو سر پہ داغ جنون فروزان
بکھیرے ہیں بعائی تیری کیونکر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر

ذرا جبین عرق فشان پر تو اپنی افشان دکھائے چنکر
کہ تا نظر آوین یا دیکر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر

نہ سبزہ و گل نہ جوش شبنم چمکتی جگنو ہوا یہ ہردم
نظر سے آتی ہین مجکو یکسر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر

ادھر فوارے چھٹتے ہین وان ادھر ہوی اشجار پر چراغان
نئی ہی سیر اک چمن کے اندر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر

زمین نہایت ہی تھی یہ مشکل ظفر ہو استاد پڑھ دکھا
غرض دکھائی وہی بنا کر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر

غزل عزیز الدین

جو سر کیون نہین کھیلون پیا کے سنگ اری نار
اس اوسر کو نبٹ سار جاتو یہ دن ہین تین چار

سات پانچ کی کچی پکی نارن سی ہو وی ہار
داؤ رکھے سو رنگ ہی واکو وہی جلیے سو بار

جو جیتے سو پیا کر جیتے جو ہارے سو ہی پیا لار
تیری تو سب طرح جیت ہی مت کر سوچ بچار

اتواری کہا نہ چلے ہی کری یہ دھاندل نار
چھب چھکے چھوٹ جاوینگی تب کیا کرینگی تہلا

اُٹھ جام انگی سدھ بدھ راکھو یہ جو کھلے دنش دوار
تو نند بارہ سدھون تب ہی جو تون اُنکو شمار

اکری کمرت بین پیاسن بُجھاؤن دس یہ لگاؤن یار
تیرا بھلا اسمین ہے پیاری کام کی لیتے نردمار

دنش ہین دو ارادو پانچ تت ہین ان پندرہ کو ٹھار
چودہ بھون تب ہی کھلین تو کو جو تجھے ہنکار

اتبو دو رنگ سیو اک ہو جا او رنا نکرار
جا کو ست رہی سوے پیا کو اور کرے پیا پیار

بارہ ہین پاٹن اٹھارہ ہین پلندی اور چالیس ہین ہار
تو چل کر وکی بتا مین چالین پانہ اُتر ینگے پار

گھڑی گھڑی پل پل چھن چھن پیری پری پکار
لال ہری سی پیا جو چاہی تو شام ہوت جیت دھار

سب کچھ پالنسوئین پانسی ہاتھ ہیں پھینگیں گے مختار
چاہیے کچھ اور آوین کچھو اور ہاتھ ہین ناچار

اوپر والے کو خوب سوجھی ہی اسکا کہا مت ٹار
اُجگ جگ جیو عزیز الدین پر اُٹھنا ہی اک بار

غزل درد

اس قدر تھا یا کرم یا ظلم رانی اس قدر
مہربانی اسقدر نا مہربانی اسقدر

جان کو آئی دم لب تک نزع مین کب تک ہون
دشمنی مجھسے نہ کرے ناتوانی اسقدر

کیا کہون دل کا کسی سے قصۂ آوارگی
کوئی بھی بے ربط ہوتی ہے کہانی اسقدر

درد تو کرتا ہی معنی کے تئین صورت پذیر
دسترس رکھتے تھے کب بہزاد و مانی اسقدر

غزل آتش

دکھائے حسن کی اپنے جیسے کہ یار بہار
یہ عشق ہو کہ پکارا کرے بہار بہار

ظہورِ داغ محبت ہی یون مرے دل سے
چمن کی جیسے ہو پروردۂ کنار بہار

فراق یار مبدّل وصال سے ہووے
نکالے دل سے خزان کا یہ خار خار بہار

چمن کی سیر مین مجھ مست کو لاتی ہے یاد
دکھا کے آتشِ گل آبِ خوشگوار بہار

شباب کا ترے اے یار رنگ لا کے ہولی
بلائے عالم آشوب روزگار بہار

شگفتہ غنچے سی اُس گل کو آتی ہی یہ صدا
ترے فدا ترے صدقے ترے نثار بہار

پیادہ پا ہون پری کی تلاش مین پھرتا
جنون کو رکھتی ہے سر پر مری سوار بہار

نمود کی خطِ مشکین نے لالہ رُخ پر
یہ داغ چھوڑ چلی اپنا یادگار بہار

کنارِ جو کی چمن جھومتے ہین مست ترے
بطِ شراب کا کھلواتی ہے شکار بہار

وہ رنگ و بو بدنِ یار مین جو ہے سو کہان
شگوفے ایسے کھلایا کرے ہزار بہار

کرم سے ابرِ کرم کے ترے یہ فیض ہے عام
ترا دیا ہوا رکھتی ہے اعتبار بہار

تصورِ رُخِ رنگین مین بند رکھتا ہون
جہار فصل مین آنکھون سے ہی دوچار بہار

شگفتہ ہو کے نسیمِ سحر سے غنچے ہون گل
اُٹھائے پردۂ در سے نقابِ یار بہار

نظارہ دیدۂ بلبل سے کیجیے اب کی
خدا جو چاہے تو آتش ہو سازوار بہار

غزل نظیر

ہر گز نہ پلا مجھے تو آنکھ بدل کر
ساقی ترے کوچے سے بجاؤنگا سنبھل کر

مین کشتۂ ابرو ہون ترا اے مرے قاتل
آئے ہو لیے ہاتھ مین کیون تیغ مچل کر

تمنے تو دل اپنے سے کیا قتل ہے مجکو
بیٹھے ہو لبین باندھکے باہر جو نکل کر

جب ہم سے خفا ہو کے وہ جاتا ہے شمع رو
خاموش ہو رہجاتا ہون پروانہ سا جل کر

مین عاشقِ بیدل ہون ترا ای مرے جانی
مت آنکھ چرا ہم سے تو ایسا نہ خلل کر

کہتا ہی نظیر اُسکو ذرا پیار سے سو جا
تب اُٹھکے کھڑا ہوتا ہی وہ شوخ اُچھل کر

غزل میر تقی

دیکھ اُسکو ہنستے سب کے دم ہی گئے اُکھڑ کر
ٹھہرے ہی آرسی بھی دانتون زمین پکڑ کر

کیا کیا نیاز طینت اے ناز پیشہ تجھ بن
مرتے ہین خاک رہ سے کوڑی رگڑ رگڑ کر

قد کش چمن کی اپنی خوبی کو بیچ چلے ہین
پایا پھل اس سے آخر کیا سرو نے اکڑ کر

وہ سر چڑھا ہے اتنا اتنی فروتنی سے
کھویا ہم ہی نے اُسکو ہر لحظہ پانون پڑ کر

پاے ثبات بھی ہے تا م آوری کو لازم
مشہور ہے نگین جو بیٹھا ہے گھر مین گڑ کر

دوری مین دلبرون کی کٹتی ہے کیونکہ سب کی
آدھا نہین رہا ہون تجھ سے تو مین بچھڑ کر

اب کلیسا زہد و تقوی دا رہی اور ہم ہین
بنت العنب نے اپنا سب کچھ کیا ہے گھر کر

دیکھو نہ چشم کم سے معمورۂ جہان مین
بنتا ہے ایک گھر یان سو صورتین بگڑ کر

اس تشنہ لب کے اوپر داے عرق کی یون ہین
یاقوت سی رکھے ہین جون موتیون کو جڑ کر

ناسازگاری اپنے طالع کی کیا کہین ہم
آیا کبھو نہ یا نتک غیرون سے بار لڑ کر

اپنے مزاج مین بھی ہے میر ضد نہایت
پھر مر ہی کے اٹھینگے بیٹھین گے ہم جو اڑ کر

غزل سودا

اٹھ جانے مین ہی روز فزا یار سے لڑ کر
ملتے ہین تو پھر چھاتی کو چھاتی سے رگڑ کر

یو جون ہو نہین جس بت کو خدا کا ہے تراشا
آزر نہین لایا وہ مرے واسطے گھڑ کر

خود کردہ کا درمان کہو اب کیا کرون یارو
دل اُس نے لیا مجھ سے نہ لڑ کر نہ جھگڑ کر

نادان ہوں سمجھے کہ محبت نہین وہ شے
در پر کسی کے بیٹھے جس کے بے اڑ کر

کہتا تھا یہ سودا وہ نہ جاے گا کہان تک
جا بیٹھو نگا دروازے پہ اب اسکے مین گڑ کر

غزل ناسخ

جیتے جی جاوینگے کیونکر کوے جانان چھوڑ کر
بلبل نالان کہان جاوے گلستان چھوڑ کر

چاہیے وحشت مین جامہ چاک ہونا روح کا
دامن قاتل کو لون اپنا گریبان چھوڑ کر

وصل جانان مین نظر آیا مہ شعبان مجھے
سبزہ کیا دیکھون خط رخسار جانان چھوڑ کر

کادش غم دور ہو میری دل ویران سے کیا
خار آتے ہین کہین صحرا کا دامان چھوڑ کر

روح لیلے کا عبث ہی تجھکو مجنون انتظار
بوے گل کب دور کرتی ہے گلستان چھوڑ کر

وصل جانان کسکی قسمت مین ہمیشہ ہے لا
جاتی ہے اک روز آخر جسم کو جان چھوڑ کر

لیتے جب نکھو کی مضمون کا پڑھا وحشت مین شعر
کوے جانان کو چلے آہو بیابان چھوڑ کر

حور ہے ساقی مرا کیونکر نہ مے مجھپر حرام
واعظا کرتا ہے کیا باتین تو ایمان چھوڑ کر

مولوی اپنی وصل جنت مین بھی مجکو یار کا
کب وہ انسان ہے مانگے جو انسان چھوڑ کر

سانپ کو قابو مین لاکر چھوڑ دینا جہل ہے
جان سے مایوس ہونگین زلف جانان چھوڑ کر

سر پٹکتی پھرتی ہی ارواح سنگ و خشت سے
چل بسے ہین جسم کیا کیا قصر ایوان چھوڑ کر

اعتبار اصلا نہین گرہے جہان زیر نگین
اُٹھ گیا دنیا سے خاتم کو سلیمان چھوڑ کر

زاہدا کیونکر کرون مین ترک دنیا وہ ہے
سیر کو آئے تھے آدم باغ رضوان چھوڑ کر

آج تو پوشاک پر مرتا ہے کل تو دیکھیو
جائیگا ناش تیری لاش عریان چھوڑ کر

روشنی کی سیر جب مین نے شب فرقت مین کی
شعلے آ لپٹے مجھے سرو چراغان چھوڑ کر

دیکھ لو فرقت نہ دیکھی ہو جو برق و ابر کی
خندہ زن جاتا ہی ظالم مجکو گریان چھوڑ کر

عیش تنہائی ہو اور دو نکی کثرت سے محال
جاؤن یارب کہان شہر خموشان چھوڑ کر

ہو وطن مین خاک میری گو ہر مضمون کی قدر
لعل قیمت کو پہونچتا ہے بدخشان چھوڑ کر

کوے قاتل کو چلے وحشت مین یون صحرا سے ہم
بھاگتے ہین جسطرح سے تیر میدان چھوڑ کر

ہوتی ہی غربت مین ثروت پر بڑی ایذا کے بعد
رنج اُٹھایا کسقدر یوسفؑ نے کنعان چھوڑ کر

اہل جوہر کو وطن مین رہنے دیتا گر فلک
لعل کیون اس تنگ سے آتا بدخشان چھوڑ کر

مرگیا کیا ناسخ مے کش جو ساری مے فروش
مسجدو ن مین بیٹھے ہین وہ اپنی دُکان چھوڑ کر

غزل نصیر

دست انداز نہ گلچین ہو یہ مرغان چمن
گذری شب وصل کی کر قتل مجھے تو لے کر
کیا اسی سختی کے قابل یہ گنہگار تھا آہ
لطف بن اُسکے ہی کیا بادہ کشی کا ساقی
قتل ہونے کو نہ باندھین اگر عشاق کمر
دیکھتا کیا ہے کہ ہے معرکہ آرائی آج
چاہتا ہو نمین کہ اے ابر مژہ تجھ سے بھی

رکھتے پہلو مین ہین شاخ گل تر سے تلوار
پنجۂ مہر گریبان سحر سے تلوار
تم مرے قتل کو لائے جو سفر سے تلوار
لب ساغر کے نہین کم یہ تبر سے تلوار
قطرۂ خون کو ستمگر تری تر سے تلوار
برق چمکائے ہے انداز دگر سے تلوار
موج ہر اشک کی تلوار پہ برسے تلوار

امتحان کی ہوس ابتک بھی ہی اُس ظالم کو
مر گیا تا بہ کمر کھا کے مین سر سے تلوار

دم چُرانے کا گمان ہی یہ کہ کرتا ہی تیز
میری تربت کی سدا لوحِ حجر سے تلوار

سختِ دل یہ نہین تا بہ فرزہ پہ طفلِ سرشک
پانؤ نہین باندھ کے پھرتا ہی ہنر سے تلوار

قیس و فرہاد کہان جائین تری ہاتھ سی عشق
کاش لین رادِ عدم یار کے سر سے تلوار

خار صحرای جنون خیز لیے ہے برچھی
کمر کوہ مین ہے سبزۂ تر سے تلوار

غزل بادشاہ

بلبلِ شیدا نے پوچھا گل سی یون روزِ بہار
ای گلِ رعنا تری دامن مین کیون لپٹی ہین خار

کیا نزاکت ہی گران سُرمہ ہے چشمِ یار کو
بارِ کاکل سے کمر کیونکر نہ لچکے بار بار

مطرب و مینا و ساقی نغمہ و چنگ و رباب
سب مہیا ہین و لے تیرا فقط ہی انتظار

جو گُلِ رخسارِ جانان کی نہ آئی اُنکو تاب
چھپ رہی غنچہ و گل غیرت سے ہو کر شرمسار

گل نے کر چاک گریبان یون کہا رو رو کے زار
چشمِ گل کو نوکِ مژگان کی جگہ ہے نوکِ خار

تیرے مقدم کے لیے ای سیمبر گلزار مین
گُل گریبان چاک کر آیا نکل بے اختیار

تیغ ابرو دیکھکر آئی ندا اے بادشاہ
لا فتےٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

غزل سودا

پھینکے جو کماندار مرا تیر ہوا پر
سیمرغ نہ بچے پھر نہ عصافیر ہوا پر

فرقد پہ مری موجِ نسیم آوے تو یون جان
دیوانہ یہ خاک ہے زنجیر ہوا پر

کرخانۂ گردون یہ نظر چشمِ فنا سے
ہی شکلِ حباب اسکی بھی تعمیر ہوا پر

توسن یہ تجھے دیکھ کہے مانی و بہزاد
اللہ نے کھینچی ہے یہ تصویر ہوا پر

سودا کی درِ دست جو یارب نہ گئی خاک
اُس جرم کی تو کیجیو تعزیر ہوا پر

غزل ذوق

جب چلا وہ مجکو بسمل خون مین غلطان چھوڑکر
کیا ہی پچتایا تھا مین قاتل کا دامان چھوڑکر

کیونکہ نکلے تیر اُسکا دل مین پیکان چھوڑ کر
پھر نہ اُٹھا کوچۂ چاک گریبان چھوڑ کر

طفل اشک ایسا گرا دامان مژگان چھوڑ کر
جائے بیٹھے کو کہان یہ مرغ زران چھوڑ کر

کام یہ تیرا ہی تھا رحمت سے ای ابرِ کرم
ورنہ جاوے داغ عصیان میرا دامان چھوڑ کر

جسکو ہو لذت اُٹھائی زخم تیغ عشق کی
کب وہ مرہم دان کو ڈھونڈھتے ہی نمکدان چھوڑ کر

صید دلکو کیونکہ چھوڑے جبکہ دکھلاوے نہ تو
مچھلیان دستِ حنائی مین مری جان چھوڑ کر

سر دھری ہے کسیکی آگے سے جی سرد ہے
یان سے ہٹ جا دھوپ ای ابر بہاران چھوڑ کر

دیکھیے کیا ہو کہ ہے اب جان کے پیچھے پڑی
دل کو اے کافر تری زلفِ پریشان چھوڑ کر

ای دل اُسکے تیر کے ہمراہ سینے سے نکل
ورنہ پچھتائیگا تو یہ ساتھ نادان چھوڑ کر

کیون نہ رم کر جامین آہو ایسے وحشی ہین ترے
شیر بھاگین جسکے نالون سے نیستان چھوڑ کر

سرخی پان دیکھے زاہد جو دندان پر ترے
اُٹھ کھڑا ہو ہاتھ سے تسبیح مرجان چھوڑ کر

پیش خیمہ لے کے نکلا گردِ باد دور دور
ہے جو سرگرم سفر تن کو مری جان چھوڑ کر

اُٹھ گیا وہ آج سب ہستی کا سامان چھوڑ کر
تم گئے تھے کل جسے بیمار ہجران چھوڑ کر

گر خدا دیوے قناعت مادِ یک ہفتہ کی طرح
دوڑی ساری کو کبھی آدھی نہ انسان چھوڑ کر

ساغرِ دل ہیچا آیا ہون گھومت ہاتھ سے
چوکتا ہے کیون یہ جنس دست گردان چھوڑ کر

پڑھ غزل ای ذوق کوئی گرم سی اتنو بجا
جانبِ مضمون طراز گفتہ جانان چھوڑ کر

غزل آتش

پڑ گئی آنکھ جو اُن چاند سے رخسارون پر
لوٹتے کب نظر آ گئے انگارون پر

ابرو یار کا سر مین ہے جنھون کے سودا
رقص وہ لوگ کیا کرتے ہین تلوارون پر

روز و شب رہتے ہین بُلبل کیطرح سے نالان
ٹوٹی پھولونکی چھری ہم سے گنہگارون پر

باد کے جھونکے کے لگنے سے ہین میلے ہوتے
نازکی ختم ہے اُن پھول سے رخسارون پر

موسمِ گل مین جو ہوتا ہے زیادہ سودا
دوڑتے پھرتے ہین ہم باغ کی دیوارون پر

شور نالے کا مری جب سے سنا ہی آتش — قفلِ مرغانِ چمن رکھتے ہین منقارون پر

غزل مطلب

مارتا ہون تمھاری مین ہر بار
آشناؤن مین سب بڑائی یار

تمکو لازم ہے پکڑوگے میرا
ہاتھ مین ہاتھ با محبت و پیار

مجکو پیاری لگی تمھاری آج
چال دھیمی اے سروِ خوش رفتار

خوب کروایا اب تو مت کروا
مجکو رسوا بکوچہ و بازار

اک ذرا بھی تو مجکو کرنے دے
یار مین دردِ دل کی اب تکرار

حکم ہووے تو آج مارون مین
کھینچکر پیٹ مین عدو کے کٹار

گرچہ مطلب کا خوش لگے تمکو
تو پڑھو ریختہ سجن للکار

غزل غیور

تحسین بھی نکی شیرین نے کچھ تیشہ زنی پر
پتھر پڑین فرہاد تری کوہ کنی پر

اُس لب نے نہ اک لعل کا بازار کیا سرد
کچھ آگ سی ہے ایک عقیقِ یمنی پر

اُن زلفون کا عنبر کے تئین دیکھ ہوا خوار
سرپوش دھرا نافۂ مشکِ ختنی پر

اب رام جی کے نام کی جپتا ہون مین سمرن
دل جب سے گرفتار ہے اک رام جنی پر

کیون سینہ و سر اپنا مین پتھر سے نہ پھوڑون
وہ وعدہ شکن ہی مری اب دل شکنی پر

کیون غنچے کے مانند گریبان نہ کرون چاک
گل کھاوی جو ہاتھو پہ وہ اُس گلبدنی پر

شاباش غیور آفرین صد مرحبا تمکو
کیا خوب غزل پڑھتے ہو اس کم سخنی پر

غزل خلیق

ہے حُسن ترا مہرِ درخشان کے برابر
دندان دُر و لب لعلِ بدخشان کے برابر

کیا چاہیے عاشق کے تجھے قتل کو خنجر
ابرو ہین ترے خنجرِ بُران کے برابر

اُس دست حنائی کے تصور مین خلیق اب
جی ڈوب چلا پنجۂ مرجان کے برابر

غزل تحسین

کس مزے کے رنگ سے بن بن کے آتی ہی بہار
حسن کو اپنے عجب سج سے دکھاتی ہی بہار

چاندنی ہی سیر ہے اور بادۂ گلرنگ ہی
گر نہین ساقی تو کس کافر کو بھاتی ہی بہار

ماہتابی کے مزے مین ہاے وہ مہتاب نہ
حیف اُسکے ہجر مین کیا مفت جاتی ہی بہار

جھومتی جھلکتی جھمکتی جھمجھاتی چاندنی
چاندنی کے رنگ مین کیا دل لبھاتی ہی بہار

واہ واہ تحسین پنٹ یہ مصرع موزون ہوا
جو وہ گلرو یان نہین کسکو خوش آتی ہی بہار

غزل انشا

جا سکتے نہ تھے جسکے چھپرکٹ کے برابر
شب اُسنے سُلایا ہمین کروٹ کے برابر

اس ٹلکچی پوشاک پہ مسکی ہوئی چولی
ہے بگڑی ادا لاکھ بناوٹ کے برابر

اس موسم برسات مین کیون ٹھر رہین ہم
آنکھین بھی برستی ہین مہاوٹ کے برابر

وہ پردہ اُٹھا گھر سے جو باہر نکل آیا
غش کھا کے گرا آہٹ سے مین چوکھٹ کے برابر

کب اُسکو اثر کرتی ہین انشا کی دعائین
تعویذ لٹکتا ہے پڑا لٹ کے برابر

غزل راقم

کس پہ جان قربان کرین ابروی دلبر چھوڑ کر
کسکے سودائی بنین زلف معنبر چھوڑ کر

ہم چلے ملک عدم کو پاے قاتل کے تلے
تن تڑپتا چھوڑ کر اور لوٹتا سر چھوڑ کر

آج تمنے کردیا اندھیر عالم مین بپا
روے رشک مہر پر زلف معنبر چھوڑ کر

رشتۂ الفت سے باہم ہو جدا ممکن نہین
تیغ سر کو چھوڑ کر اور تیغ کو سر چھوڑ کر

خانۂ اصلی سے مردون کی روش اُٹھ اُٹھ گئی
کیسے کیسے نوجوان دنیا کی جو سر چھوڑ کر

بوسۂ لب کی عوض مین گالیان سُنتے ہین ہم
زہر کھایا کرتے ہین قند مکرر چھوڑ کر

کسکو راقم اپنی چھاتی سے لگائین ہجر مین
اُس پری پیکر کی تیغ ناز پرور چھوڑ کر

غزل انشا

ردیف رای ہندی

اے دل سمجھ کے اسکی نہ زلفِ دوتا کو چھیڑ
کمبخت کیا کرے ہے نہ کالی بلا کو چھیڑ

غنچونکو روند گل کو مسل اور صبا کو چھیڑ
لیکن نہ اُس کے عقدۂ بندِ قبا کو چھیڑ

ہین فندقین جو اُنکی رچانے لگا تو وہ
بولے کہ چل پرے ہو نہ میری حنا کو چھیڑ

نالون سے میرے بجتی جو بلبل تو بولی آپ
وا وا اے اُجڑ گئے نہ مرے آشنا کو چھیڑ

اے ہمنشین یہ موسمِ ہولی ہی اندنون
منظور ہے جو سیر تو اُس خوش ادا کو چھیڑ

لیکن تو اور سوانگ نہ لا سر پہ اپنے ایک
نیلا قصابہ باندھ کے اُنکی ددا کو چھیڑ

شوریدگان عشق سے باتونمین مت اُلجھ
اے بے ادب پرے نہ گروہ خدا کو چھیڑ

جمکا نہ میرے سامنے اے مہر آئینہ
کہتا ہون بات مان نہ اہلِ صفا کو چھیڑ

ق

اک بوالہوس نے اُنکی جو آنا سی کچھ کہا
رستے مین اپنے توسنِ حرص و ہوا کو چھیڑ

برقع اُلٹ کے مُنھ سے وہ کہنے لگے کہ کھینچ
پھینکا کو اپنی چھیڑ اور اپنی بُوا کو چھیڑ

دیکھے بھی ہے کسیکو دِوانا تو کچھ نہین
بیٹا کسی جوان سے ناز و فا کو چھیڑ

لیجا کے چُپکے چُپکے دوشالے کے نیچے ہاتھ
ناخن گڑو کے چٹکی لی انگشتِ پا کو چھیڑ

انشا جو ہونی ہو وے سو ہو دل کہے ہے یون
تا چند ضبط آج تو اُس دل ربا کو چھیڑ

غزل سودا

ہے دیکھ نخلِ وادیِ ایمن ہر ایک جھاڑ
روڑا ہے کونسا جو نہین طور کا پہاڑ

تیر نگہ نے تیرے دلون کو اُلٹ دیا
مژگان تری نئی ہین صفونکی صفین پچھاڑ

کتنا شگفتہ رو ہے کہ مانندِ آرسی
چھاتی کے جسکے سامنے کھلجاتے ہین کواڑ

منعم نہ فکر بنائے عمارت کی کر مین
یہ سب حویلیان تھین جہانتک ہی اب اُجاڑ

بدتر ہے مے کے پینے سے رشوت کلال کی
کچھ محتسب سی دخترِ رز کی نہ کھائیے پچھاڑ

تنہا نہ شمع روے ہے نہ سودا کی خاک پر
گل بھی تو لوٹتے ہین گریبان کو پھاڑ پھاڑ

غزل رنگین

کرون مین کہانتک مدارات روز
تمھین چاہیے جی وہی بات روز

مجھے گھر کے لوگون کا ڈر ہی کمال
کرون کس طرح مین ملاقات روز

مرا تیرا چرچا ہی سب شہر مین
بھلا آؤن کیونکر مین ہر رات روز

کہانتک سنون کان تو اڑ گئے
تری سنتے سنتے حکایات روز

گئے ہین مرے گھر مین سب تجکو تاڑ
کیا کر نہ رنگین اشارات روز

ایضاً ولہ

ناس کر باجی نے جب میری بڑھائی پشواز
یعنی تب پیر سے دو ٹکڑے اڑائی پشواز

بڑھیا اجلی نے اک آن کے قصہ باندھا
اُس سے بندی نے وہ دھانی جو دھلائی پشواز

گرتی جالی کی مجھے بھاتی ہے ہلکی پھلکی
کیون مرے واسطے باجی نے سلائی پشواز

تو ددا ایک ہے اللہ ری او حرفت باز
قادری مانگتی تھی تو دوڑ کے لائی پشواز

بوجھ سے اُسکے کمر لچکی ہی پڑتی ہی مری
کیون مجھے گھیر کے آنا یہ پنھائی پشواز

رشک سے منھ پہ بسنتی کے گئے پھول بسنت
مین نے رنگین یہ بسنتی جو رنگائی پشواز

غزل مشفق

کنج تنہائی مین ہے صحبت اغیار عزیز
جیسے بیمار کو پرہیز ہو ناچار عزیز

اپنی عریانی کا یون دلکو خوش آیا خلعت
جس طرح شیخ کو ہو جبہ و دستار عزیز

دل سے تا حشر اثر اُسکی نگہ کا نہ گیا
جان کو تھا تیر مژہ طالب سوفار عزیز

اپنے عاشق سے تکلف نہین لازم اتنا
تجھسے تو جان بھی مجکو نہین ای یار عزیز

عشق سی مین بخدا کھاؤن قسم ای مشفق
ترک الفت کو نہ سمجھے کوئی دشوار عزیز

غزل سودا

بال و پر ہونے نپائے تھے نمودار ہنوز
تب سی ہم کنج قفس مین ہین گرفتار ہنوز

ہون گے پامال نہ کر ہم کو رہا اے صیاد
عشق پرواز نہین تا سر دیوار ہنوز

زخم شمشیر ستمگر نے کیا اپنا کام
یار دتم ڈھونڈھتے ہو مرہم زنگار ہنوز

حق تعالی اُسے جیتا رکھے اِس دنیا مین
اس قیامت سے نہین ہے تو خبردار ہنوز

قیس و فرہاد کے ماتم مین تو جگ مین اب تک
دشت مین خاک بسر روتے ہین کہسار ہنوز

تیری دوری سی عجب حال ہی اس سودا کا
مین تو دیکھا نہین ایسا کوئی بیمار ہنوز

غزل یقین

خوش نہین آتا ہی بن مجنون ہمین صحرا ہنوز
ان غزالون سے ہمارا جی نہین لگتا ہنوز

اب تلک کرتا ہی تیشہ کام مین پتھر کی دخل
مانتا ہے کوہکن کے نقش کو خارا ہنوز

مُو نکالے پر بھی مستی حسن کی اُترتی نہین
بھر رہا ہی مے سے یہ معشوق کی مینا ہنوز

باوجود اسکے کہ ہو زخمو تلے مارے خونمین غرق
آب خنجر کو ترستا ہے جگر میرا ہنوز

ہی یقین کا عشق مین ہر مو تہ بار احتیاج
اس پہ کم ہوئی نہین اُسکی یہ استغنا ہنوز

غزل اسد اللہ خان

نہ گلِ نغمہ ہون نہ پردہ ساز
مین ہون اپنی شکست کی آواز

تو اور آرایش خم کاکل
مین اور اندیشہاے دور دراز

لاف تمکین فریب سادہ دلی
ہم ہین اور راز ہای سینہ گداز

ہون گرفتار الفت صیاد
ورنہ باقی ہے طاقت پرواز

وہ بھی دن ہو کہ اُس ستمگر سے
ناز کھینچون بجاے حسرت ناز

اے ترا غمزہ یک قلم انگیز
اے ترا ظلم سر بسر انداز

اسد اللہ خان تمام ہوا
اے دریغا وہ رند شاہد باز

غزل انشا

اپنی آنکھون کی جھڑی بھی کم نہین برسات سے
فیض سے جسکے ہوئے ہین سیکڑون فرسنگ سبز

اشک کا قطرہ جو ٹپکا ریزۂ الماس تھا
کیا تعجب گر اثر سے اسکے ہو ہر سنگ سبز

عشق مین ہونے نہین پاتی کسی عنوان سے
غیرت و عزت و حیا و شرم و عار و ننگ سبز

کیون نہو سبز انشا مثل سرو سبز آج
سبزۂ نوخیز ساقی سبز شیشہ رنگ سبز

غزل غالب

کب رہا ہی اب ہمین حور و بشر کا امتیاز
دیکھکر جاتا رہا تجھکو نظر کا امتیاز

اُسکا کوچہ چھوڑکر کے جاوے گلشن کیطرف
ہو گیا معلوم بس باد سحر کا امتیاز

نازکی جسنے رگِ گل کی نہ دیکھی ہو کبھی
ہو میان کیونکر اُسے تیری کمر کا امتیاز

ہی یہ سودائے محبت ہی کہ یان بس بات کو
کچھ نہین رہتا میان نفع و ضرر کا امتیاز

جب نشست اغیار کی پہلو مین ٹھہری یار کے
تب ہمارا رہ گیا پھر وان کدھر کا امتیاز

اہلِ ہمت پوچھتے ہین خاک جب اکسیر کو
اُنکو کب ہوتا ہے صرفِ سیم و زر کا امتیاز

آنے اپنے یار کے غالب ہمین معیوب ہین
ورنہ ہے کسکے اُسے عیب و ہنر کا امتیاز

غزل میر

ہوتا نہین ہے باب اجابت کا وا ہنوز
بسمل پڑی ہی چرخ پہ میری دعا ہنوز

دن رات کو کھینچا ہی قیامت کا اور مین
پھرتا ہون مُنھ پہ خاک ملے جا بجا ہنوز

خط کا ڈھلا کے تم تو منڈا بھی چلے ولے
ہوتی نہین ہماری تمھاری صفا ہنوز

غنچے چمن چمن کھلے اس باغ دہر مین
دل ہی مرا ہی جو نہین ہوتا ہے وا ہنوز

احوال نامہ بر سے مرا اُسنے کہہ اُٹھا
جیتا ہے وہ ستم زدہ مہجور کیا ہنوز

غنچہ نہ جم دل ہے کسی مجسے زار کا
کھلتا نہین جو سعی سے تیری صبا ہنوز

توڑا تھا اُسکا شیشۂ دل تونے سنگدل
ہو دل خراش کوچے مین تیری صدا ہنوز

گلو مین اُسکے میرا لہو تھا سو پی چکا
اُڑتا نہین ہے طائرِ رنگِ حنا ہنوز

بے بال و پر اسیر ہون کنج قفس مین میر | جاتی نہین ہے سر سے چمن کی ہوا ہنوز

غزل شہیدی

تری یسی چھیڑنے لگے شرر تڑپ تو بلبل زار بس | جلے گا قفس جلے گا قفس جلے گا قفس جلے گا قفس
انھین گو کہ بارھوان سال ہے مرے مجھسے یہی مقال ہے | ابھی تو ترس ابھی تو ترس ابھی تو ترس ابھی تو ترس
کوئی کاروان جو نکل گیا سو نجانتین تو بول اٹھا | وہ بجا جرس وہ بجا جرس وہ بجا جرس وہ بجا جرس
ترے غم سے کاہون بریدہ سر ارے جنگجو مرے قتل کو | نہ کمر کو کس نہ کمر کو کس نہ کمر کو کس نہ کمر کو کس
نہ چلی کسیکی فسونگری کہ وہ لٹ سیاہ نپ سی جسکے گھڑی | گئی دلکو ڈس گئی دلکو ڈس گئی دلکو ڈس گئی دلکو ڈس
تجھے دیکھا جسنے ہے اے پری بخدا کسیکے نظارہ کی | نہ رہی ہوس نہ رہی ہوس نہ رہی ہوس نہ رہی ہوس
تو شہیدی ابر سیہ کہ وہ شراب پیتے ہون جس جگہ | وہین جا برس وہین جا برس وہین جا برس وہین جا برس

غزل محکم

مجھے جیتے ہی ترا اے صنم کہون آہ جا کے یہ کس سے بس | نہ ملا درس نہ ملا درس نہ ملا درس نہ ملا درس
یون پکار اٹھا ترے در پہ شب مجھی چوبکی کے وہ بدلقب | ترا آج عس ترا آج عس ترا آج عس ترا آج عس
ترے ہجر مین مجھے اے صنم یہان ہو گئے ہین دو ماہ کم | ہوئے دو برس ہوئے دو برس ہوئے دو برس ہوئے دو برس
تب غم کی آتے اٹھا بھڑک بخدا صنم یہ جگر مرا | نہ بیا جرس نہ بیا جرس نہ بیا جرس نہ بیا جرس
مجھے بے بین محکم کھربا مین جان کرجو لپٹ گیا | ہر خار و خس ہر خار و خس ہر خار و خس ہر خار و خس

غزل انشا

پھنس گئی عندلیب ہو بیکس | وائے تنہائی اور یہ کنج قفس
قیس لیلے سے مل گیا شاید | نہین آتی ہے آج بانگ جرس
شب جو مین اسنے راہ مین لپٹا | خوف حاکم رہا نہ بیم عسس
ہاتھا پائی ہوئی کچھ ایسی بس | انکی انگلی کی چڑھ گئی جھٹ نس
لگے کہنے کہ میرے دامن کو | نہین اب تک کیا کسونے مس

مفت جل جائیگا پری بھی سرک
اری مین آگ ہون اور تو ہے خس

جب یہ سمجھے کہ چھوڑتا ہی نہین
تب تو ٹھہری کہ دینگے بوسے دس

گن کے دس لیلے گیارہوان نہ سہی
ہمکو پیٹے کرے جو زیادہ ہوس

ایک دو تین چار پانچ چھ سات
آٹھ نو دس ہوی بس اتنا بس

غزل مشفق

آپنے بھیجا تھا جو خط اپنے اس احقر کی پاس
وہ ہمیشہ رہتا ہے بالاے تکیہ سر کے پاس

دور ہی سے دیکھکے دربان خفا ہونی لگا
ڈرتی ڈرتی پہونچے ہم جسدم تمہارے در کے پاس

کانون مین مُندی تمہاری دیکھکر کہتی ہی خلق
کیا ہی روشن دو ستارے ہین مہ انور کے پاس

اور بھی مخمور چشم یار ہو جاتی ہے مست
میکدے مین شیشہ جب آجاتا ہی ساغر کے پاس

عقدۂ دل صاف کھل جائیگا ای مشفق مرے
حلِّ مشکل کا ہے نسخہ خالق اکبر کے پاس

غزل بے عدیل متخلص بمعروف

لیچلو مجکو تم اُس آئینہ رخسار کے پاس
خاک ہی زندگی جو یار نہین یار کے پاس

نرگس مست کا مت رکھ دل بیمار خیال
یعنی بیمار کو رکھتے نہین بیمار کے پاس

ذبح کرتا ہے تو کر پر ذرا اتنا کیجو
رکھیو قاتل تو مجھے اپنی ہی دیوار کے پاس

جی مین آتا ہی کہ اب بھیس بدل جوگی کا
دھونی دی بیٹھیے اب لعبت ہوادار کے پاس

اب خیال اُسکا سرافراز کرے ہی معروف
شہ قدم رنجہ کرے جا کسی نادار کے پاس

غزل رضا

تمنے کچھ قدر مری آہ نہ جانی افسوس
قدر دانی سے کوئی بات نہ مانی افسوس

داستان درد کی اپنی مین کہون کس سے اجی
کوئی سُنتا ہی نہین میری کہانی افسوس

دل اگر کہنے مین ہوتا تو یہ دکھ کیون ہوتا ہو نقل مین بھی مراد دشمن جانی افسوس
چشم تر ضعف بدن خشکی لب زردی رنگ یہ ملی درد محبت کی نشانی افسوس
رحم آتا ہے رضا دیکھ ترا حال مجھے مفت برباد گئی تیری جوانی افسوس

غزل میر

اے ابر تر تو اور کسی سمت کو برس اس ملک مین ہماری ہی چشم تر ہے بس
حرمان تو دیکھ پھول بکھیرے تھی کل صبا اک برگ گل گرا نہ جہان تھا مرا قفس
مژگان بھی یہ گئین مرے رونے سی چشم کے سیلاب موج مارے تو ٹھہرے ہے کوئی خس
مجنون کا دل ہون محمل لیلے اسے ہون جدا تنہا پھرون ہون دشت مین جون نالہ جرس
اے گریہ اسکے دل مین اثر خوب ہی کیا روتا ہون جب مین سامنے اسکی تو دیوے ہنس
اسکی زبان کے عہد سے کیونکر نکل سکون کہتا ہون ایک مین تو سُنا تا ہے مجکو دس
حیران ہون میر نزع مین اب کیا کرون بھلا احوال دل بہت مجھے فرصت ہے یک نفس

غزل انشا

پھر تو کہہ بھر کے دم سرد مری ہونٹھ نہ چوس ہان وہ کسطرح کے بیدرد مری ہونٹھ نہ چوس
قہر ہے لعل سے زینت سے ترا یون کہنا رنگ یاقوت ہے یان گرد مری ہونٹھ نہ چوس
رہ فضیحت ہو چلون تو مجھے چھوڑنے دے دیکھ جا گھر ہے یہ بے پردہ مری ہونٹھ نہ چوس
مجکو حیران نہ کر چھوڑ تری دہشت سے دیکھ رخسارہ ہوے زرد مری ہونٹھ نہ چوس
صدقے اس ناز کے انشا سے یہ کہنا چل بے چوٹ لگتی ہے ہوا ورد مری ہونٹھ نہ چوس

غزل شہید

نہوگا مجسا دُنیا مین کوئی ناکام سنو سنو کوس کہ مطلب بھاگتا ہے سُنکے میرا نام سنو سنو کوس
ہماری شکل سے ہین آپ ہی مانوس اے ہمدم بُلاتے تھے ہمین جو بھیجکر پیغام سنو سنو کوس
مبارک ہو تمھین اے ہمصفیر و سیر گلشن کی ہماری راہ مین پھیلے ہوی ہین دام سنو سنو کوس

نکالا آسمان نے جستجو کی کوچے سے جانان کے ۔ ہوا اٹھانا ناتوان غم کے ہر ہر گام منزلوں کوس
مریض عشق کی اپنے خبر لے جلد اے ظالم ۔ ہوئی ہین دور اس سے طاقت آہ و فغان تو کوس
نہ اک دن خضر نے بھی آ کے میری رہنمائی کی ۔ بھٹکتا ہی رہا ہون صبح سے تا شام سو سو کوس
غضب ہے حال سے اپنے نہیں واقف ہے وہ اب تک ۔ شہیدی جسکی خاطر سے ہو بدنام سو سو کوس

غزل حاجی

تم خفا ہو مجھسے تو مین بھی علی ہذا القیاس ۔ آپ کی خو ہے وہی میری علی ہذا القیاس
تم جو کہتے ہو کہ تجھسے کچھ غرض مجکو نہین ۔ ہمکو کب پروا ہے اب تیری علی ہذا القیاس
کون تو میرا مین تیرا کون جو تم کہتے ہو ۔ کچھ مرے دل مین بھی اب سوجھی علی ہذا القیاس
کوئی امید وفا پر مت لگاؤ اس سے دل ۔ ہو گئی اک مجھسے نادانی علی ہذا القیاس
بیٹھتے ہین جس طرح نزدیک تیرے آ کے غیر ۔ ہوگا میرے پاس بھی کوئی علی ہذا القیاس
کیجیے بدنام مجکو خوب لیکن میرے ساتھ ۔ ہو گی صاحب کی بھی رسوائی علی ہذا القیاس
پوچھتے کیا ہو کہ اس حاجی نے دلکو جس طرح ۔ کھو دیا تھا جان بھی کھوئی علی ہذا القیاس

غزل شاہ ظفر رحمہ اللہ

جو کہ سینے مین ہے داغ دل سوزان کی طپش ۔ وہ نہو حشر کے دن مہر درخشان کی طپش
خاک پر میری خس و خار نہ کیونکر جل جائین ۔ اب تلک دل مین ہے سوز غم پنہان کی طپش
ہمنے گو آنکھون سے رو رو کے بہائے دریا ۔ نہ بجھی پر نہ بجھی ہان غم جانان کی طپش
نبض پر رکھتے ہی انگشت پھپولا پڑ جائے ۔ اے طبیب سو وہ بلا ہے غم ہجران کی طپش
نہین معلوم یہ کیا عشق کی بھڑکائی آگ ۔ پھونکدیتی ہے مجھے میری دل و جان کی طپش
لکھ بہ تبدیل ردیف اور غزل گرم ظفر ۔ جسکو ہو سنکے زیادہ دل یاران کی طپش

غزل میر

اُسکا خیال آئینہ ہے بہار کی روش ۔ کچھ اسکی ہمنے پائی نہ رفتار کی روش

کیا چال ہے گی زہر بھری روزگار کی
سب اس گزند کی ہے سیہ مار کی روش

وہ وقت خیر گرم تو مدت سے ہو چکے
رہتے ہیں اب گرے پڑے بیمار کی روش

جاتے ہیں رنگ و بوی گل و آب جو چلے
آئی نہ خوش ہمیں تو یہ گلزار کی روش

مائل ہوا ہے سرو گلستان پہ دل مرا
کچھ آ گئی ہے اس میں قد یار کی روش

زندان میں جہان کے بہت ہیں خراب حال
کرتے ہیں ہم معاش گنہگار کی روش

یون سر بکھیرے عشق میں پھرتے نہیں ہیں میر
اظہار بھی کریں تو ہیں اظہار کی روش

غزل شاہ ظفر

ساقی نہ دکھا بزم میں تو جام کی گردش
یاد آتی ہے چشم بت خودکام کی گردش

پھرتی ہے مری خاک بگولے میں ہمیشہ
اب تک بھی مری ساتھ ہے ایام کی گردش

اک شب نہ مرے پاس وہ آیا مہ تابان
گردون نے نہ کی ایک مری کام کی گردش

آنکھون کے تصور میں ترے صاف ہی لکھا
خامے نے نہ کی جب دم ارقام کی گردش

ٹک پھرتے ہی ساقی کے ظفر ٹوٹ گیا جام
قسمت ہی میں تھی رند مے آشام کی گردش

غزل سودا

دین شیخ و برہمن نے کیا یار فراموش
یہ سبحہ فراموش وہ زنار فراموش

دیکھا جو حرم کو نہیں وہ دیر کی وسعت
اس گھر کی فضا کر گیا معمار فراموش

بھولے نہ مرے دل سے مرا مصرع جانکاہ
نالہ نہ کرے مرغ گرفتار فراموش

دل سے نہ گئی آہ ہوس سیر چمن کی
اور ہمنے کیا رخنۂ دیوار فراموش

یا نالہ ہی کر منع تو یا گریہ کو ناصح
دو چیز نہ عاشق سے ہو یکبار فراموش

بھولا پھرون ہون آپکو اک عمر سے لیکن
تجکو نہ کیا دل سے میں زنہار فراموش

دل درد سے کس طرح مرا خالی ہو سودا
وہ ناشنوا حرف میں گفتار فراموش

غزل سوز

کسکی صحبت مین تو ہوا اوباش — آفرین میرے من چلے شاباش
مین اگر جانتا کہ بانکا ہے — دل نہ دیتا تجھے مین پہلے کاش
کوئی منصف نہین کہون کس سے — کیونکہ گذریگی اُس سے میری معاش
ناخن بانظر پڑا اتھا کہین — اب تلک میری دلمین ہے وہ خراش
جسکو دیکھا سو ہے وہ شاکی بھی — سوز تو دیکھ صنعتِ نقاش

غزلِ انشا

کیون ساقیا نہ لعل ہو اپنا یہ رنگِ فرش — شیشے شراب سرخ کے ہین جای سنگ فرش
جون آئینہ ہی اسکے جہان چاندنی تجھے — وان عرشیونکی بالونکا ہی سایہ لنگ فرش
تمنے پلنگ دور بچھایا تو کیا ہوا — تم جانتے ہو مجکو کہ مین ہون پلنگ فرش
شیخِ دراز قد نے جو مجلس مین ڈگ دھرے — پھبتی کہی سبھون نے کہ آیا کلنگ فرش
تک فربہی کو شیخ کے دیکھو کہ ہے زیاد — دریا کے بھی نہنگ سے ہے یہ نہنگ فرش
جو مجھ مین اور اُنمین دھما چوکڑی مچی — فراش بولے روز ہوئی یہ تو جنگ فرش
دھتیا پڑا جو پاؤن سے مسند یہ بولی آپ — کیا سخت بے لحاظ ہی ہو یہ تنگ فرش

غزلِ یقین

رات دن جی بونکو ہی دلہای عشقونکی تلاش — روز و شب لیلی کو تھی درپیش مجنونکی تلاش
اشکِ رنگین سے گلی کو تو نے مشہد کر دیا — مرگئی ہین دیکھکر اُس چشمِ پُر خونکی تلاش
جسطرح سی ڈھونڈھتی ہین لوگ خاطر کا شاد — اسطرح رہتی ہی مجکو جان محزونکی تلاش
جی سی میری لگ رہی ہی سانورونکی جستجو — جسطرح ہوتی ہی افیونی کو افیونکی تلاش
شاعری ہی لفظ و معنی سی پری لیکن یقین — کون سمجھے یان تو ہی الہام مضمونکی تلاش

غزلِ سراج

کیا شرابِ محبت نے دل کے خم مین جوش — عجب نہین جو قیامت تلک ہون مدہوش

صنم کے حُسن کی خورشید کی خجالت سے
ہوا ہی چاند نقاب سحاب مین روپوش

نہین علاج بجز مرہم نوازش و لطف
جفا کی زخم سے کرتا ہی دل فغان و خروش

نہووے صور قیامت کے شور سے بیدار
جو کوئی خیال مین اُس چشم کی ہوا ہے نوش

ترے دو ابروِ ہمسر کو دیکھ حیران ہون
سُنا نہین ہون کہین دو ہلال دوش بدوش

فسردہ دل ہون زمانے کی سرد مہری سے
عجب نہین ہے اگر مثل شمع ہون خاموش

کمندِ عقل سے آزاد ہے مثالِ سراج
جو اُسکی زلف کی زنّار کا ہے حلقہ بگوش

غزل ناسخ

ردیف صاد مہملہ

اسقدر زیر فلک اے سروِ گل اندام رقص
کر رہا ہے لولی گردون کہ بے آرام رقص

سیکڑون مردے نکل پڑتے ہین ہر ٹھوکر کے ساتھ
فتنۂ محشر وہ ہے جسکا رکھا ہی نام رقص

مُرغ خوشخوان اُس چمن کا ہون کہ جسکے صحن مین
آسمان طاؤس سا کرتا ہے صبح و شام رقص

لگتی ہین مینا ے گردون کو ہزارون ٹھوکرین
کرتی ہین مستی مین جب رندانِ مے آشام رقص

مچگیا بھونچال تیری رقص سے محفل مین رات
سب لگی کرنے در و دیوار و سقف و بام رقص

ہوگیا پیری مین عیش اپنا جوانی سے دو چند
ہاتھ مین رعشے سے کرتا ہی جو مے کا جام رقص

حال مین صوفی اگر ناچے ہی خامی کی دلیل
کرتے ہین گلخن پہ جیسے دانہاے خام رقص

دورِ دامن ہوگیا ہے مجکو مثل آسیا
پیستا ہی دلکو تیرا اے بُت گلفام رقص

گر عوض ناقوس کے جا کر مین اک نالہ کرون
بُتکدے مین ہر طرف کرنے لگین اصنام رقص

تو ہی وہ صیاد او ظالم کہ تجھ کو دیکھکر
کرتے ہین بدلے تڑپنے کے اسیر دام رقص

جی اُٹھے مردے ہزارون اُسکے گھنگرو کی صدا
واسطے زندون کے لایا موت کا پیغام رقص

ناچنے گانے کا کیا رتبہ ہے اُسکے سامنے
ہر سخن اُسکا ہی اے ناسخ عناصر کا م رقص

غزل سودا

آرام پھر کہان ہی جو ہو دل مین جاے حرص
آسودہ زیر چرخ نہین آسیاے حرص

تمکین نہین ہے یہ کہ بھرے کاسۂ طمع	دن مین کرور گھر جو پھراوے گداے حرص
انسان ہو ذلیل زمانے کے ہاتھ سے	ذلت کسیکو کوئی نہ دیوے سواے حرص
نادان تلاش طرۂ زر سے تو باز آ	جون شمع یہ نہو کہ ترا سر کٹاے حرص
اپنے سوا کسیکو نپایا حریص مین	کی قطع رونگار نے مجھپر قباے حرص
سودا بسر ہو خوبی سے اوقات ہر طرح	بر در میان نہووے بشر طیکہ پاے حرص

غزل میر تقی

شاعری شیوہ ہے شعار اخلاص	دین و مذہب مرا ہے پایہ اخلاص
اب کہان وہ مودتِ قلبی	ہووے ظاہر مین یون ہزار اخلاص
سورۂ اخلاص کی پڑھی برسون	میر رکھتا نہین ہے یار اخلاص

غزل رنگ

مرتبہ حق نے کیا خاص الخاص	تمسے رکھتا ہے دل مرا اخلاص
غیر کی ہووے دماغ نہین	الفتِ دل عجب ہے خاص الخاص
حال تقلید طالبِ دنیا	جس طرح سے بنا ہوا رقاص
آپ انا فتحنا ہووے پناہ	مصحفِ رو ہے سورۂ اخلاص
بحر معنے مین غرق ہو گا رنگ	ہاتھ آیا سخن کا ہو غواص

غزل کنور

مین پٹ دل سے ہون ترا مخلص	جذب باطن سے باصفا مخلص
دلکو فرقت مین کیا ہے بیتابی	عرض تم سے کرے وہ کیا مخلص
منتظر تیرے دیدے ہین سب	برقع مُنھ سے کہین اُٹھا مخلص
بے سبب رہتے ہو خفا ہم سے	آپ کا مین ہون بے ریا مخلص
شکر حق اب کنور وہ بر آیا	جس دعا مین ہمیشہ تھا مخلص

غزل انشا

زہے نسائم فیضان مبدأ فیّاض
نمود جس سے ہوے سب جواہر و اعراض

مدام ناصیہ سا ہین حضور مین جس کے
سواد چشم شب و گردن سحر کی بیاض

بدیع فطرت و خیّاط غلبۂ تنویر
ہو جسکے ہاتھ گریبان صبح کی مقراض

حکیم حاکم و حکام دہر جس سے ہین
ہمیشہ خلق جہان کو ہزارہا اغراض

ریاضی اور طبیعی سے ماحصل یہ ہے
الٰہیات سے نافہم کو نہو اعراض

کہ تیری ذات کو مخلوق بے مواد کیا
سیاست مدنی سیکھ جاوین تام تاض

شفا اب اسنے تصدق سے اپنی دی مجکو
ہزار شکر کہ سب دفع ہوگئے امراض

وگرنہ دیکھکے انشا کی نبض ہوتا تھا
غریق بحر تحیر مسیح سا نباض

غزل سودا

چشم بینا ہو تو لیکر گل سے ہے تا خار فیض
بخشے یارونکو بہر صورت جمال یار فیض

فیض ہے وابستۂ تار عقیدت ورنہ یار
نفع نے تسبیح مین ہے اور نہ کچھ زنار فیض

بخشنے ہی یون تقویت دلکو مری دشنام یار
جون دواے تلخ سے پاوے کوئی بیمار فیض

مہر سے جون مہ کو پہونچے ہے ضیا جو خوبرو
میرے سنمہ ہو تو پہونچاوے تاخسار فیض

جی بچے دون ہمتون سے تو غنیمت جانیو
کسکو گنج اپنے سے پہونچاوے ہی پایو بار فیض

کرکے صاف آئینۂ دل اسمین تو دیکھ آپکو
بخشے گا اے یار تیرا ہی تجھے دیدار فیض

تونے وہ سودا زبان ریختہ ایجاد کی
پڑھکے اک عالم اٹھاتا ہے تری اشعار فیض

غزل سراج

مائل ہون گلبدن مجھے اس گل سے کیا غرض
کاکل مین اسکے بند ہون سنبل سے کیا غرض

خونی دلون کے قتل کو بس ہے نگاہ بس
اس تیغ کو فسان تغافل سے کیا غرض

رسوائی جہان سے مجھے فکر کچھ نہین
دیوانۂ جنون کو تامل سے کیا غرض

بس ہے غبارِ راہ لباسِ شہنشہی
سلطان بیخودی کو تجمّل سے کیا غرض
جامِ مے الست سے بیخود ہوں اے سراج
دورِ شراب شیشۂ پرُ گل سے کیا غرض

غزل یقین

کب سُنے زنجیر مجھ مجروح دیوانے کی عرض
بہوء بختی تجھی کان تک سنِ زلف کے شانے کی عرض
گرمیِ اہلِ بزم سے مت کر کہ میں ہوتا ہوں داغ
شمع کی خدمت میں ہے اپنی ہی پروانے کی عرض
شیشہ مجھ دل سا نہ دے اور تری آنکھوں سا جام
اگر کرے ساقی ہزار دن سال میخانے کی عرض
فصل جاتی ہے یقین درِ باغبان سے ایکبار
کوئی کر دیتا نہیں ہے باغ میں جانے کی عرض

ہذا تبرک غزل مولوی عبد اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ

ردیف طاے مطلع

جو کرے تری زلفِ سیہ پہ نظر ہو دائمی وہ میں دم بغلط
جیسے مار سیہ کا زہر چڑھے کرے کیوں نہ وہ ہوش و قدم بغلط
نہیں تجکو غرض کبھو تیر و کمان سے ہی لی ہے تو ہزاروں کی جان
تیرا تیر نگاہ ہے اور ابرو کمان جو کرے صف ترک و عجم بغلط
نہیں اس میں ہے تیرا گناہ ذرا کہ جو مارے کوئی دم چون و چرا
کہاں اسکا قصاص رہے بھلا جو ہو آپ ہی آپ عدم بغلط
دیکھو بلبل و گل کا نباہ صنم کیسے کرتی ہیں شاخ پر جلوہ بہم
نہیں تجمیں ہے کہ نہیں ہے چشم نم جو ہو قبول و قرار قسم بغلط
ذرا چشم کرم سے تو دیکھ ادھر تری ہجر میں تڑپوں ہوں آٹھ پہر
جیسے بسمل مرغ ادھر ہے ادھر نگہ اسپہ تو اتنا ستم بغلط

غزل انشا

کیا دخل تیرے غم میں رہے تن میں جان غلط
حاشا غلط غلط غلط اے مہربان غلط
دو چار دن جو ہمسے نہ بولے تو کیا ہوا
پر چاہیے ہمیشہ نبھے یہ کہان غلط
ہیں اور ترکِ عشق بھلا کچھ بھی ربط ہے
اے مہربان غلط غلط اے قدردان غلط
تصمیمِ عزمِ کعبہ نہو تو بھی زاہدا
گو ہمنے کی ہے ہو رہِ کوے مغان غلط
اے میرے حاج چپ ہو خدا کا بھی نام لے
مجسے ہو ترک صحبت پیر مغان غلط
آوارہ دشتِ شوق میں مانند گرد باد
بھٹکا پھروں ہوں کر کے رہ کاروان غلط
انشا سے اب خیال یہ افشاے راز کا
ہے وہ جو کچھ کہ آپ کی خاطر نشان غلط

غزل میر تقی

جسکو ہوا ہے اُس صنمِ بیوفا سے ربط
اُسکو خدا ہی ہووے تو کچھ ہو خدا سے ربط

گُل ہو گے برگ برگ ہوے اور ہوا ہوے
رکھتے ہیں اس چمن کے جو غنچے ہوا سے ربط

زنہار پشتِ پا سے نہیں اُٹھتی اُسکی آنکھ
اُس چشمِ شرمگین کو بہت ہی حیا سے ربط

شاید اسی کے ہاتھ میں دامن ہے یار کا
ہو جس ستم رسیدہ کو دستِ دعا سے ربط

کرتی ہے آدمی کو دنی صحبتِ فقیر
اچھا نہیں ہے میر سے بے تہ گدا سے ربط

غزل سودا

تجو ہو پاس تو ہی صبحِ طرب شام نشاط
دیکھتا تجکو ہے ایجان و دل آرام نشاط

فضلِ حق جسکی طرف ہو تو اُسے بخشے ہے
دورِ ساغر کی طرح گردشِ ایام نشاط

دل جنھوں کا ہے اسیری کی مزے سے آگاہ
ہو قفس بیچ اُنھیں عیش و نہ دام نشاط

عکس تا اُسکی نگہ کا نہ پڑے جام کے بیچ
ہو سکے نشۂ مے سے نہ سرانجام نشاط

دیکھ ہوتی ہی تجھے قمری و بلبل شادان
تو ہی اس باغ میں اے سرو گل اندام نشاط

شیشہ ہے زیرِ بغل آئینۂ دل سودا
مے سے ہمکو نہیں ہے ساقیِ گلفام نشاط

غزل سوز

اب ضرر کرنے لگا دل کو بُتان کا اختلاط
سچ تو ہے ان بیوفاؤں سے کہاں کا اختلاط

اب کوئی دم میں مچا دیگی خزاں یاں آ کے لوٹ
عندلیبو چھوڑ دو تم گلستاں کا اختلاط

ناکسوں کی دوستی دے دین و ایمان کو جاڑ
پوچھ لو جا کر گلستاں سے خزاں کا اختلاط

خاک سے جسنے بنایا حضرتِ انسان کو
فیض گر چاہے تو کر اُس باغبان کا اختلاط

سوز سے مت دل لگاؤ مشفقو پچتاؤ گے
کاہشِ جاں ہے عزیزو میہمان کا اختلاط

غزل رضا

ستم ہی مجسے تھا اے بیوفا شرط
مرے دلکی تو کیا لایا بجا شرط

بھلا اب تجھسے کیا بازی لگاؤن
دیا مین ہار پہلے دل لگا شرط

نگہبانی سے کیا ہوتا ہے یارو
غرض ہے خوبرو کو کچھ بجا شرط

اگر باور نہین جانبازیِ دل
تماشا یہ دکھاؤن بھی بھلا شرط

لگا کہنے یہ باتین غیر سے گر
کری ہے تجھسے جا میری بلا شرط

رضا اُسکی رضا پر رہ تو راضی
کہ راہِ عاشقی مین ہے رضا شرط

غزل سودا

رہے وہ معنیِ قرآن کہان کہی جو تو واعظ
پلٹے دہن کے تئین اپنے کر رفو واعظ

بتون کے حُسن پرستی سہی کیا خلل دین مین
خدا نے دوست رکھا ہی رخِ نکو واعظ

ثبوت حق کی کرے ہی سبھون یہ ہی لیکن
تری توقع کرم پر ہے گفتگو واعظ

ڈرون ہون کلین نکرین رند تیری داڑھی کا
تبرکات مین داخل ہر ایک مو واعظ

سخن ہے وہ کہ مؤثر دلون کا ہو نادان
یہ پوچ گوئی ہے جس سے ہے تجکو جو واعظ

کہا تو مان ہے سودا کا توبہ کر اس سے
لب و دہن کی تئین کرکے شستشو واعظ

غزل میر تقی

لطف جوانی کے ساتھ گئی پیری نے کیا ہی کیا محظوظ
کیونکہ جئین یارب حیرت ہی بی مزہ ایسے نامحظوظ

روٹھنے مٹھنے کو عیش کہو ہو ہم تو تمھارے دعا گو ہین
یون ہی ہمیشہ عشق مین اُسکے رکھے ایسا خدا محظوظ

زردی منھ کی اشک کی سرخی دونون اتو رنگ ہین
شاید میر بہت رہتی ہو اُس سے ہوکے جدا محظوظ

غزل انشا

کسکو سُنا کر کہا آپ نے وہ بے لحاظ
مجھسے نہ اتنے اجی ہوتے رہو بے لحاظ

گریہ کنان دیکھکر مجھکو کہا شوخ نے
تا اُڑتے ہین لوگ سب چُپ ہو نہ رو بے لحاظ

ہونٹھ ہی مل ڈالتے ہین یہ کھٹی دہی مین خیر
اِسکو مجھے ابھی تم کہنے تو ہو دو بے لحاظ

آج جو کچھ دل مین ہے یار سے کہہ بیٹھیے
ایک گھڑی کے لیے ہو جیے گو بے لحاظ

پانون لگا دابنے مین تو وہ غصہ ہو رات
کہنے لگا چونک کر چھوڑ یہ خوبے لحاظ

سیکھ ادب لاکھ بار ہمنے کہا بات مان
پھر وہی کرنے لگا کرتے ہین جو بے لحاظ

چھوڑی اب انشا کوئی آپکو کیا دخل ہے
اور بھی دو گالیان اور کہو بے لحاظ

غزل سراج

عمل سے مے پرستونکے تجھے کیا کام اے واعظ
شراب شوق کا تو نے پیا نی جام اے واعظ

لگے گا سنگ خجلت شیشۂ ناموس پر تیرے
عبث ہم بیگنا ہونکو نہ کر بدنام اے واعظ

نہین ہے امتیاز نیک و بد چشم حقیقت مین
مجھے یکسان ہوا ہے کفر اور اسلام اے واعظ

نماز بیخودی بہتر نماز خود نمائی سے
نکر ہم پختہ مغزونکو خیال خام اے واعظ

پڑھے مکتب کے علم مختصر مین یہ معانی ہین
نہین ہین نیک و بد کے طومار کو انجام اے واعظ

وہ شیرین لب کی کڑوی بات امرت ہے مری حق مین
تجھے معلوم کیا ہے لذت دشنام اے واعظ

سراج اس کعبۂ جان تصور کو کیا ہمرن
یہی ورد سحر ہے اور دعای شام اے واعظ

غزل حاجی

سُرخ جوڑا سج کے نکلا گھر سے دلبر الحفیظ
آگ رکھتا ہے یہ کس کس کے جگر پر الحفیظ

ترچھی یہ ٹیڑھی قرہ اور تیغ ابرو دیکھکر
اچھے اچھے بول اُٹھتے ہین بہادر الحفیظ

اُسکے کوچے کی تو کرائے دل سکونت اختیار
ساکن کوئے صنم کہتے ہین اکثر الحفیظ

دیکھیے ہوتا ہے کیا رہتی ہے یا جاتی ہے جان
اندنون بگڑے ہین ہمسے کینہ پرور الحفیظ

حاجی اپنا آشنا سے دیکھیے کیسی بنے
آج کہتے ہین پکارین گے پیمبر الحفیظ

غزل کنور

جاتا ہے مرے بر سے دلبر کا خدا حافظ
دل بسکہ مشوش ہے مضطر کا خدا حافظ

کوچے مین ستمگر کے سر تک بھی تو ہم کھوئے
وادی طلب مین اب بے سر کا خدا حافظ

اک عمر قفس مین ہون بے بال و پری آئی
زندان مین عزیزو اب بے پر کا خدا حافظ

صحرائے پُر آفت مین ہی عشق کی یہ جولانی
کیا کیجیے اس دل کو بے ڈر کا خدا حافظ

ہے ڈر یہ کنور ہمکو فوراً نہ کہین ٹوٹے
ان تیر نگاہون کے خنجر کا خدا حافظ

غزل ناسخ

ایسا پروانہ زمانے مین کبھی دیکھا نہ شمع
طور کا شعلہ ہے پروانہ رُخ جانانہ شمع

جل رہے ہین جوہر آئینہ پروانونکی طرح
آئینہ فانوس عکسِ عارضِ جانانہ شمع

مجھسے نفرت غیر سے اُس شعلہ رو کو ہی تپاک
اُس لگن سے آشنا پروانے سے بیگانہ شمع

بیٹھتے دیکھا نہین اُسکو کسی نے ایک دم
کہتی ہی اس بزم کو ایسا مسافرخانہ شمع

گر نقاب اُٹھے وہ روئے آتشین ہے باغ مین
ہی یقین بنجاوے بلبل شاخ گل پروانہ شمع

سر پہ سوزان داغ سودا پاؤن مین زنجیر اشک
تیری محفل مین کھڑی ہی صورت پروانہ شمع

لگن ہی اُسکو بناتے ہین کہ تجکو دیکھکر
پھر پابوسی نہ دوڑی آئے بیتابانہ شمع

منھ دکھا دیتا ہے پروانونکو گر وہ شعلہ رو
بھول جاتی ہی ابھی سب نازِ معشوقانہ شمع

شاہ مُلک عشق ہون لیتا ہون قبرونسے بھی باج
گل چڑھا جاتی ہے بلبل قبر پر پروانہ شمع

ہے بجا دشمن اگر جلتے ہین پروانون کیطرح
جسمین ہے ہر ایک شکل عارضِ جانانہ شمع

کچھ فقط تو ہی نہین ناسخ دل و جان سے نثار
بزم مین پروانے ہین سب اور صاحبخانہ شمع

غزل سودا

گو اب نہ مجھ غریب کی بالین پہ آئے شمع
دل لے کسی کا مجسے جلے ہے بجائے شمع

پروانے کے ہون مین اثر عشق سے خجل
کیون منفعل تجھے نہین کرتی وفائے شمع

آتا ہے جی مین یہ کہ قدم تیرے چھوڑ کر
گر رہیے جون پتنگ ہم ہوکے پائے شمع

بیگانہ تیری چشم سے مجھپر تو اشکِ گرم
جلنے سے اسکے آپ کو آگے جلائے شمع

غزل میر تقی

لیے داغ سر پر جو آئی تھی شمع
سحر تک سیاسی ہی کمائی تھی شمع

پتنگے کے حق مین تو بہتر ہوئی — اگر موم کی بھی بنائی تھی شمع
نہ اُس مہ سے روشن تھی شب بزم مین — نکالا اُٹھا اُس کو چھپائی تھی شمع
وہ ہے ساتھ میرے شب بزم مین — کہ تاب اُسکے رُخ کی نہ لائی تھی شمع
پتنگا ور وہ کیون نہ باہم جلین — کہین سے مگر تک لگ آئی تھی شمع
فروغ اُسکے چہرے کا تھا پردہ دار — ہوا کیا جو ہمنے بجھائی تھی شمع
تف دل سے میر اک کف خاک ہے — مری خاک پر کیون جلائی تھی شمع

غزل انشا

بوقتِ صبح ہو یون نشۂ شراب طلوع — کہ جیسے شرق سے کرتا ہے آفتاب طلوع
یکایک ابر سے شیشے کے ہو گیا ساقی — وفورِ نور سے خورشید نیم تاب طلوع
جو دیکھے اشعۂ لمعات کی جھلک اسکی — شعاع شمع کی تک لاسکے نہ تاب طلوع
اُفق سے نیرِ طفلی کے ناگہان و ان تو — لبانِ نیر اعظم ہوا شباب طلوع
شبِ فراق کی ظلمت سے ہے تنگ انشا — خدا کے واسطے اے مہر کر شتاب طلوع

غزل ناسخ

ردیف غین معجمہ

عُریانیِ جنون مین مرے کام آئے داغ — طاؤس کی طرح ہے بدن پر قبائے داغ
سوداگران مشک کا ملتا نہین دماغ — مرہم کی ہے تلاش جو ہمکو برائے داغ
جلتا ہون سر سے پانون تلک مثل آفتاب — حاصل ہوا فلک سے نہ مجکو سوائے داغ
ہوتا ہے کرم خوردہ گلِ لالہ جس طرح — ناسور یون ہین میرے جگر مین بجائے داغ
بے داغ آسمان نے رکھا کسکو یان — ہر ایک مہ جبین نے چیچک کر پائے داغ
شکوہ نہین ہے جوششِ سودائے عشق کا — مانندِ شمع سر ہے ہمارا برائے داغ
سودائی ہین ہم ایسے کہ ہر سال لالہ مین — ہوگا ہماری خاک سے نشو و نمائے داغ
جرّاح اپنے پنبہ مرہم کو دور رکھ — بھرلین اسے اور مرے شعلہائے داغ

کیونکر گلون کی خاطرِ نازک کو توڑ دون
گلشن مین عندلیب سے مین نے چھپائے داغ

مرنے کا غم نہین یہ مگر داغ ہی مجھے
دامن سے اُسنے میری لہو کے چھڑائے داغ

جنت کو جائینگے لیے دوزخ بغل مین ہم
ناسخ یون ہی جو بعد فنا ہے بقائے داغ

غزل میر تقی

ہم اور تیری گلی سے سفر دروغ دروغ
کہان دماغ ہمین اسقدر دروغ دروغ

تم اور ہم سے محبت نہین خلاف خلاف
ہم اور الفتِ خوب دگر دروغ دروغ

غلط غلط کہ رہین تمسے ہم تنک غافل
تم اور پوچھو ہماری خبر دروغ دروغ

فروغ کچھ نہین دعوی کو صبح صادق کے
شبِ فراق کو کب ہے سحر دروغ دروغ

کسیکے کہنے سے مت بدگمان ہو میر سے تو
وہ اور اُسکو کسو پر نظر دروغ دروغ

غزل انشا

اے آتشِ فراق مرا جل بے سوز داغ
چھلکے ہی دل مین دور سے جون مے کا چراغ

آنکھون مین تاکہ نشۂ وحدت کا ہو طلوع
ساقی مے مُغانہ سے بھر دے مرا ایاغ

بیٹھا ہے آج مجلس رندان مین شیخ یون
طوطی کے پاس جیسے کوئی ہم قفس ہو زاغ

پیدا لگاوٹ آہ کسی ساتھ کیجیے
لیکن دل و دماغ کہان کسکو یہ فراغ

پوچھون مین کسکی کنہ حقیقت کو آج تک
انشا مجھے ملا نہین اپنا ہی کچھ سراغ

غزل سودا

سرد مہری سے بتون کی بجھ گیا ہے سوز داغ
کر دیا ان ظالمون نے ملکِ دل کا بے چراغ

وا ای اس پیشہ پہ ای بلبل کہ جسکی ہو یہ قدر
خار ہین کوچہ بکوچہ تو ہے رسوا باغ باغ

مملکت ساری ہین باور کر سلیمان کو نتھا
گوشۂ خاطر مین اپنی ہے مجھے جو کچھ فراغ

بلبل خوش نغمہ ہون لیکن اس گلستان مین جہان
نالۂ مرغ چمن سے کم نہین فریاد زاغ

خوش کبھی اس بزم مین دو دل نہ دیکھے ایک جا
دمبدم پیتا ہی روتا ہے تو ہنستا ہے ایاغ

حیف اس گلشن مین عاشق ہر طرف ہین نا قبول — گل سدا بلبل سی ناخوش مجھے تو ہی بد دماغ

دل اگر کھویا ہی سودا چھوڑ مت دنبال اشک — شاید اس دیوانی کا طفلان سی تو پاوی سراغ

غزل میر تقی

میلان دل ہی زلف سیہ فام کی طرف — جاتا ہے صید آپ سے اس دام کی طرف

دل اپنا عدل داور محشر سے جمع ہے — کرتا ہے کون عاشق بدنام کی طرف

اس پہلوی فگار کو بستر سے کام کیا — مدت ہوئی کہ چھوٹی ہی آرام کی طرف

اک شب نظر اٹھا کہین تو سوی بام اب — رہتی ہی کون چشم ترے بام کی طرف

آنکھین جنھون کی زلف و رخ یار سی لگین — وہ دیکھتے نہین سحر و شام کی طرف

جون چشم یار بزم مین اکلا پڑی ہی آج — ٹک دیکھ شیخ مے کے بھرے جام کی طرف

خار اشکاف سینہ خراش انک سی نہین — لیکن نظر نہین ہے تجھے کام کی طرف

ہین پک ہی ہین جنکے ان ہی سی مجھے ہی شوق — میلان طبع کب ہے کسو خام کی طرف

دیکھی ہی جب سے اس بت کافر کی شکل میر — جاتا ہی جی نہین تنک اسلام کی طرف

غزل سوز

زندگی آخر ہوئی آیا نہ وہ دلدار حیف — مرتے مرتے بھی نہ دکھلایا مجھے دیدار حیف

مین بھی بندہ تھا اگر ملتے تو کیا آتا خلل — پر ترے دل مین نہ آیا حیف سیکڑے بار حیف

لے چلے دنیا سے ہم ارمان تیری وصل کا — گور مین نکلے گی یہ آوازہ ای عیار حیف

حسن صورت کو ہی لازم میری پیارے حسن خلق — یہ تری صورت فلانی اور یہ اطوار حیف

شعر پڑھنا بات کرنا مسکرانا اب کہان — سوز کے منہ سی بھی سنتے ہین لاکھون بار حیف

غزل سودا

دیکھون ہون یون ہی اس ستم ایجاد کیطرف — جون صید وقت ذبح کے صیاد کیطرف

بی مشورت نگہ کی تری طبع زود کار — آوے نہ تازہ جور کے ایجاد کیطرف

بے دانہ ہم قیاس کیا نہ لحاظ دام
پھنسنگے قفس مین دیکھکے صیاد کیطرف

غیرونکی بات پر نہ کہو مت رکھو خیال
لیکن کبھو تو میری بھی فریاد کیطرف

مرتے ہے تیرے واسطے صد حیف شانہ اس
قمری گئی ہے کاہے شمشاد کیطرف

جور و ستم تعدی و اندوہ و درد و غم
مائل ہوے ہین اس دل ناشاد کیطرف

سامان نالہ سب ہین مہیا پر اے اثر
مین دیکھتا ہون تیری ہی امداد کیطرف

ثابت نہووے خون ہر اک روز باز پرس
بولین گے اہل حشر بھی جلاد کیطرف

خون کر رہا ہی جوش رگ جان مین ترے
سودا نہ دیکھ نشتر فصاد کیطرف

غزل انشا

لکھو مرے قتل کے محضر پہ دو سنجرف کے حرف
تا وہ سب یاد رہین لہو بھرے حرف کے حرف

یا علی سوزن مژگان مین پڑا دل پرو
بنگئے رشتۂ تار نگہہ ذرون کے حرف

نقش جان بخش جو تیری جام بلورین پہ کھدا
اُسکے گویا کہ تراشیدہ ہین سب جوہر کے حرف

پنجتن پاک کے جو نام ہین سب گرداگرد
زیب دہ تیری گلے کے ہین یہ دو طرف کے حرف

قتل بتقبل تو آہی پڑھے ہے قاتل
کبھی دو چار وہ سنتا ہی جو کمظرف کے حرف

تیس حرفون مین بھی کچھ ہی پر انشا سچ ہے
بس یہی بجون کے ہین حرف یہی حرف کے حرف

غزل نصیر

دیکھا جو سینتی تری تصویر کا ورق
سمجھا دل اُسکو نسخۂ اکسیر کا ورق

مضمون سرد مہری جانان قم کرون
گر ہاتھ آئے کاغذ کشمیر کا ورق

کیون سطر کہکشان سے مزین نہو فلک
ہے یہ کتاب کاتب تقدیر کا ورق

دیکھے وہ لب کو جسنے نہ دیکھا ہو اے صبا
برگ گل رخ بت بے پیر کا ورق

تعریف [illegible] روی مخطط کی کس سے ہو
ہے مصحف کلید کی تفسیر کا ورق

ق
لیلےٰ نے خط کو کھولکے قاصد سے یون کہا
ہے یہ کسی کے عاشق دلگیر کا ورق

تب اسنے عرض کی کہ اسے دیکھیے یہ ہے
احوالِ قیس پائے بہ زنجیر کا ورق

تم گنجفے کے کھیل مین خنجر بکف نہو
رکھتا ہے یہ غلام بھی شمشیر کا ورق

تو وہ ہے آج دیکھے جو چاہے یہ رُخ ترا
دُھولائے آبِ شرم سے تصویر کا ورق

خط پر نظر پڑے سے تو فرد رقم کرے
سو ٹکڑے اپنے ہاتھ کی تحریر کا ورق

لیلےٰ نے جب مرقعِ عالم کی سیر کی
دیکھا ہے ایک عالمِ دلگیر کا ورق

پہچان کر لگا لیا چھاتی سے اُسنے پھیر
مجنون نہ پائے بستہ زنجیر کا ورق

سودا نے دیکھکر ترے دیوان کو نصیر
پھاڑا بیاضِ منتخبِ میر کا ورق

غزل حافظ

نہ کوئی ہو جیو یان مجسا مبتلائے فراق
گذر گئی ہے مری عمر در بلائے فراق

غریب و عاشق و بیدل فقیر و گردان
اُٹھا چکی ہین سبھی رنج و داغہائے فراق

ملے فراق مجھے گر تو جان سے مارون
سر شکِ دیدہ سے بھر دون مین خونبہائے فراق

فراق تیرے کو فرقت کا مبتلا یہ کرون
کہ صرف خونِ جگر روئین دیدہ ہائے فراق

کدھر فراق کہان ہین کدھر کے رنج و تعب
فلک کے ہاتھ سے اب ٹوٹ جائے پائے فراق

مین داد پاؤن کہان کیا کرون کہون کس سے
فراق کو کوئی ہیگا جو دے سزائے فراق

یہ بیدلی ہے حافظ کے اور مرے منھ سے
برنگ مرغ سحر نکلے ہے صدائے فراق

غزل سودا

رنگ سے چہرے کے رسوا ہووے ہے بیمارِ عشق
عشق کو یارو چھپا سکتا نہین انکارِ عشق

گاہ اشکِ تر گہے خون گاہ ہے لختِ جگر
اسطرح جاری ہے ان آنکھون سے کاروبارِ عشق

کیا کرون اسنے مجھے ہی کر دیا بے خان و مان
سر پہ کافر کے نہ پڑیو سایۂ دیوارِ عشق

تھا سکندر طالع اسدم تلک کہ دل تھا میرے پاس
کھا گیا افسوس اس آئینہ کو زنگارِ عشق

اس چمن مین طرح بلبل کے وہ نالان کون تھا
روز و شب کھٹکا کرے سینے مین جسکے خارِ عشق

غزل میر تقی

گر یاد میں بجھو صبا لیکے جاے شوق
مجنوں کو میری اودرسے کیو دعای شوق

وصل و جدائی سے ہے سرا وہ کام جان
معلوم کچھ ہوا نہ ہمیں یاں سوای شوق

ہر جا اودر اڑتی پھرے ہی ہماری خاک
سر سے گئی نہ جی سے گئی پر ہوای شوق

دیر و حرم میں ہمکو پھرا تا ہی دیر تک
پھر بھی ہمارے ساتھ ہی وہ ہی ادای شوق

افسوس ایسے کوچے سے تم آشنا نہیں
کیا دردناک میں بھی کوئی ہی نوای شوق

درد اور آہ بھی جو کرے ہے دم سحر
اک مشت پر ہے مرغ گلستاں ہای شوق

کیا پوچھتے ہو شوق کہاں تک ہے ہمکو میر
مرنا ہی اہل درد کا ہے انتہای شوق

غزل مومن خان

رہ وہ زندگی میں نصیب تھا وہی بعد مرگ رہا قلق
یہ قلق ہے کیسا کہ ہے ستم گئی جان پر نہ گیا قلق

کسیکے خرام کی یاد میں تہ خاک بھی یہ رہا قلق
کہ زمیں کو زلزلہ ہی رہے جو ٹا دی مجکو ذرا قلق

نہ رہی ہے حالت جان کی غرض اتو جان پر آبنی
یہ عذاب مرگ ہی یا طپش یہ خدا کا قہر ہے یا قلق

یہ کہا نگی جی کو بلا لگی مری ہای کیونکہ ہو زندگی
کوئی کیا جیے جو ہوا ایک سا شب و روز صبح و مسا قلق

شب تیری وصال کی تہ ہی شوخیاں جو نظر میں تھیں
کہوں کیا تغیر حال دل کبھی تھا سکوں کبھی تھا قلق

نہیں چارہ میری اگر انھیں نہیں راہ دلمیں تو کس لیے
مجھے روتے دیکھکے رو دیا مرا حال سنکے ہوا قلق

غم ہجر یار کے ہاتھ سے شب و روز مومن عذاب میں
یہ ہمیشہ ایک نئی طپش ہے مدام ایک نیا قلق

شب وعدہ جذبہ شوق سے ہوئی کشمکش یہ ستم ہوا
کہ وہ آتے آتے جو تھم گئے تو کسی طرح کا نہ تھا قلق

کہا جان لب پہ جو آگئی تو مری زندگی ہو تو یہ کہا
تری جینے کی مجھے کیا خوشی تری مرنیکا مجھے کیا قلق

یہ رتوں کی شکایتیں یہ جلانا غیر کا دیکھو
کبھی مجھسے وہ تیری ہاتھ سے نہیں چین مجکو سوا قلق

نظر ابر پر جو کبھی پڑی تو خیال رونے کا اپنا ہے
جو طپش کی برق کی دیکھوں تو مجھے یاد آیا نیا قلق

غزل انشا

عشق سچ ہو تو ہے معشوق ہو کیونکر عاشق
جسپہ عشق ہم ہین اجی وہ بھی ہے ہمپر عاشق

مجھے روکا جو کسی نے تو وہ بولے اے واہ
ایک میرا ہے وہ لاکھون کے برابر عاشق

تیری تصویر کے بدلے مجھے دیتا ہے تمام
شیخ سعدی کی گلستان مصوّر عاشق

حیف دروازے کی کنڈی نہ کھلی اور ترا
مر گیا رات کو چوکھٹ سے ٹپک سر عاشق

دیکھ تو عشق کو ڈھرکے کو شبِ وصل مین آہ
گرچہ ہے پاس ترے تو بھی ہے ششدر عاشق

آنسو بھر لائے جو ہم آنکھون مین تو کہنے لگے
آپ اس شکل پہ ہین میرے مقرر عاشق

دیکھ کر انکی طرف شیخ رہا تو بولے
خوبیِ قسمت کی ہوا مجھ پہ چھندر عاشق

سنگ و خاکِ درِ معشوق حقیقی کے سوا
خوگرفتہ نہین بالش و بستر عاشق

بادشاہت ہے اگر عہدۂ دربانی مین
ہو وے معشوق کے دروازے پہ نوکر عاشق

ادب آموز ہو مانندِ ارسطاطالیس
تا جبلت پہ ترے ہووے سکندر عاشق

سیکھ تقریر تو وہ شستہ و رفتہ جس سے
قلزمِ علم کے ہون پختہ شناور عاشق

فارسی پر تری آدے شہِ ایران کو غش
عربی بولے تو ہو روم مین قیصر عاشق

نہ کہ صحبت ہو رذا انکی جو یون تجکو کہین
دون کی خیر رہے دولہ بہادر عاشق

دیکھتا تجھکو جو مین ہاے تو کن آنکھون سے
تک رہے تجھے طرف غرفۂ منظر عاشق

شرط تھا عشق کو گر حسن تو پھر کیون ہوتے
چھوڑ کر گل کو بھلا ورنہ صنوبر عاشق

کہہ بہ تبدیلِ قوافی غزل ایسی در گرم
جسکے مطلع پہ ہوا انشا شہِ خاور عاشق

غزل ناسخ

برنگِ گل مجھے کیا چاہیے گریبان چاک
کہ مثلِ گل کے ہزارون دلمین پنہان چاک

تصور اس دل چاک مین ہے اُس مہ کا
ہوا ہے جسکے اشارے سے ماہ تابان چاک

ہر ایک لالہ صحرا ہے تیرا داغ بدل
ہر ایک گل ہے چمن مین ترا گریبان چاک

تو ایسا ماہ لقا ہے کہ تیرے سامنے ہو
کتان کیطرح گریبانِ ماہ کنعان چاک

یہی دعا ہے خدا سے رہون بیابان مین
نہ میری غم مین ہو پیراہن عزیزان چاک

جو زیست چاہے کرے مال سے تہی پہلو
صدف کے سینے کو کرتے ہین دیکھ یاران چاک

نہین ہے جا دو مین وحشی پھنسا جو زندان مین
مرے فراق مین ہے سینۂ بیابان چاک

کیا کلال قضا نے خمیر خاک بتان
یہ مہر و ماہ پیالے ہین چرخ گردان چاک

غزل میر تقی

عزت اپنی اب نہین ہی یار و گو منظور ٹک
پاس جاتا ہون تو کہتا ہی کہ بیٹھو دور ٹک

حال میرا شہر مین کہتے رہینگے لوگ دیر
اس فسانے کے تئین ہونے تو دو مشہور ٹک

پشت پا ماری ہین شاہی پر گدائی کوی عشق
دیکھ تو یان کا خدا کے واسطے دستور ٹک

چاہیے گا مجسے بے قدرت کا کیا ہی اعتبار
عشق کرنے کو کسی کے چاہیے مقدور ٹک

حق تو سب کچھ تھا ہی ناحق جان دی کس واسطے
حوصلہ سے بات کرتا کاشکے منصور ٹک

ہمکو حسن بتان کیونکر نہووے شیخ شہر
حق ہی اسکے آگے وہ آنکھوں سی ہی معذور ٹک

پھر کہین کیا دل لگا یا میر جو ہے آرزو
منھ پہ آیا تھا ترے دو چار دن سے نور ٹک

غزل انشا

گر ہون افلاک و عقول اور نظر بیسون ایک
مدرکات اور معقولات عشر بیسون ایک

رعد و برق و شفق و ژالہ اور اسکے مثل دگر
چار سمت اور فلق شام و سحر بیسون ایک

اسطقسات و موالید و جواہر خمسہ
ہفت اقلیم جہان معدن زر بیسون ایک

سبعہ سیارہ ارکین جہات و ابعاد
ہو وین گو ملکے یہ جون شیر و شکر بیسون ایک

چودہ علم اور سب اجلال و ذکاؤ و دانش
فی المثل ہو وین بہم یہ بھی اگر بیسون ایک

جسکے ہین اذن یہ نوام جد و پنج و حواس
کب ہون وابستہ ہر دم جو بشر بیسون ایک

حامل وحی حضر جاک کسب بارھون پر اس
برج مین انکی ہین با شمس و قمر بیسون ایک

والشفیع آپ ہوا اور گیارہ امام آٹھ بہشت
جسپر اشفاق کرین منھ یہ ادھر بیسون ایک

ساتؐ دن اور شب جمعہ مہینے بارہ — رکھتے ہین اُسکی اطاعت کا ہنر بیسون ایک
پنجتن چودہ ہون معصوم حق انشاء اللہ — رکھین الطاف کی سب تجھپہ نظر بیسون ایک

غزل سودا

شمع اس عارض کی سب کہتی ہین پہونچی نور تک — ہمسے جو پوچھے کوئی ہی حرف شمع طور تک
بس چلے تو دیکھنے ہرگز تجھے تجھکو نہ دون — آئینہ گھر مین تری رہنے نہ دون مقدور تک
آن کر اس میکدے کے بیچ جز چشم پر آب — قسمت ایسی ہم نپائی ساغر معمور تک
رہیو مت غافل نگاہ حسرت آرا اُسکی سے — پہونچی وقت جان کنی گر اپنے تو رنجور تک
کونسے عارف کو یان دعوی انا الحق کا نہین — یہ ترانہ ختم لیکن ہو چکا منصور تک
ہجو ہی اُس زلف کی تشبیہ دینا مشک سے — شاعرو یہ بات پہونچےگی دراز و دور تک
یہ غزل سودا کہی ہی تونے اس انداز سے — ہند سے پہنچیگی ہاتھون ہاتھ نیشاپور تک

غزل سوز

مجکو تہمت مت لگا بہر خدا تو اے فلک — ہاتھ بھی پہونچا نہین ابتک مرا دامن تلک
ہان مگر تقصیر یہ کی ہی کہ اک شب باغ مین — رخنہ دیوار سے دیکھی تھی قاتل کی جھلک
اس گنہ پر جو ترے دل مین ہو سو تو کر سلوک — لے گیا تھا اُس شرابی کے لیے مین دل گزک
اور بھی اک یاد آئی ہی کہ مین جھوٹا نہین — ق — جون گیا مین پاس اُسکے اُٹھ گیا دامن جھٹک
دیکھکر مجکو نہایت طیش سے بولا کہ وہ — اپنے رتبہ سے نرکھ تو پاؤن آگے چل سرک
رہ گیا اپنا سا منھ لیکر قدم پیچھے پھرا — ہر قدم پر ماری خجلت کی مین رہتا تھا جھجک

اس گنہ پر جو ترے دل مین ہو اے چرخ کہن
اپنے اس دل سوز کو تو ہاتھ مین رکھ یا ٹپک

غزل سلیمی

ایک کو آفت تھی اُس مژگان کی ہر جائی کی جھونک — تشبیہ قیامت او بلوی سر کے دنبالے کی جھونک

سوزشِ فرقت مین جانِ ناتوان گردش مین آ
کب اُٹھا سکتی ہی داغِ دل کی جوالے کی جھونک

شوق مین اُس شعلہ رو کی خانۂ مانِ اندرون
پھونک ہی ڈالی ہی اپنی آتشین نالے کی جھونک

ست لگا جامی مین ای رشکِ قمر سنجافِ زر
بس قیامت ہی تری ہن کی ہی ہالے کی جھونک

بجتے ہین سازِ محبت بزم مین اُس شوخ کے
آ گیا ہی غش مین عالم سُنکے چوتالے کی جھونک

پڑ گیا ناسور سا شاید کہ دل مین عشق کا
روز و شب جاری ہی جو اک خونکی پرنالے کی جھونک

آہین بھر بھر سوزِ غم سے اُف کلیجا جل گیا
پر نہ سمجھا مین کہ کیا ہی دل کی تبخالے کی جھونک

مر ہی جاتا ہون جو یاد آتی ہے روزِ ہجر مین
وصل کی شب کی جوانی مست متوالے کی جھونک

نازکی ایسی کہ جھک جاتی ہی گردن ناز سے
جس گھڑی پڑتی ہی اُنکے کان کے بالے کی جھونک

ہار پھولونکے سلیمی جس کو لاتی ہے صبا
وُہ اُٹھا سکتے نہین اک غنچۂ لالے کی جھونک

غزل ناسخ

ردیف کاف فارسی

ایسی تپِ غم سے دلِ نالان مین لگی آگ
جب نالہ کیا عالمِ امکان مین لگی آگ

یہ سوزشِ غم ہے پسِ مردن بھی کہ مین نے
جب سانس بھری روضۂ رضوان مین لگی آگ

ساتھ اشک کے آنے لگے لختِ دلِ سوزان
دیکھو گے کہ خمخانۂ مژگان مین لگی آگ

ہے صبحِ شبِ وصل ہوے گرمِ فغان ہم
سمجھو نہ شفق گنبدِ گردان مین لگی آگ

یہ آتشِ رنگِ لبِ جانان نے جلایا
اخگر ہوے یاقوتِ بدخشان مین لگی آگ

پہلو کی جلین ہڈیان نالان جو ہوا دل
یہ شیر کے نالون سے نیستان مین لگی آگ

تیری لبِ جان بخش ہوئی پان سے جب سُرخ
عالم نے کہا چشمۂ حیوان مین لگی آگ

آیا ہے نظر ہجر مین جب رنگ گلون کا
سمجھا ہون یہی صحنِ گلستان مین لگی آگ

دریا مین لگا دُھونے جو تو دستِ حنائی
مشعل کی طرح پنجۂ مرجان مین لگی آگ

بدنام ہوئی آہِ شرربار تمھاری
ناسخ جو کبھی کوچۂ جانان مین لگی آگ

غزل میر تقی

غافل ہین ایسی سوتے ہین سارے یہان کی لوگ
حالانکہ رفتنی ہین سب اس کاروان کی لوگ

مجنون و کوہکن نہ تلف عشق مین ہوئے
مرنے پہ جی ہی دیتے ہین اس خاندان کی لوگ

کیونکر کہین کہ شہر وفا مین جنون نہین
اس خصم جان کی سارے دیوانے ہین یان کی لوگ

رونق تھی دلی مین جب نہین بستے تھے دلبران
اب کیا رہا ہے اٹھ گئے سب اس جہان کی لوگ

توہم مین اور آپ مین مت دے کسی کو دخل
ہوتے ہین فتنہ ساز یہی درمیان کی لوگ

مرتے ہین اسکے واسطے یون تو بہت ولے
کم آشنا ہین طور سے اس کام جان کی لوگ

بتی کو اس چمن کے نہین دیکھتے ہین گرم
جو محرم روش ہین کچھ اس بدگمان کی لوگ

بت چیز کیا کہ جسکو خدا مانتے ہین سب
خوش اعتقاد کتنے ہین ہندوستان کی لوگ

فردوس کو بھی آنکھ سے پھر دیکھتے نہین
کس درجہ سیر چشم ہین کوے بتان کی لوگ

لیا سہل جی سے ہاتھ اٹھا بیٹھتے ہین ہائے
یہ عشق پیشگان ہین الٰہی کہان کی لوگ

منھ تکتے ہی رہے ہین سدا مجلسونکے بیچ
گویا کہ میر محو ہین میری زبان کی لوگ

غزل آتش

ایک سے ایک ہی تماشا رنگ
دیدنی ہے جہان رنگا رنگ

سامنے تیرے روی رنگین کے
لالہ و گل تے بھی ہے پکڑا رنگ

آنکھین ہین اور زلف یار کا دھیان
کچھ نہ کچھ لاوے گا یہ سودا رنگ

تم جو خمخانے مین نہین آئے
مے گلرنگ کا ہے پتلا رنگ

زلف و رخ سے تری کھلا کہ نہین
ایسا کالا نہ ایسا گورا رنگ

مست تیری نہ لین جو نذر بھی دے
مے سرخ آسمان مینا رنگ

حسن نے گیسوؤن کو تیرے دیا
مشک کی بو کے ساتھ کالا رنگ

فکر رنگین نے تیری ای آتش
کیسے کیسے کیے ہین پیدا رنگ

غزل انشاء اللہ خان

جھونک دی عشق نے جب اس دلِ بیتاب میں آگ
غل پڑا یہ کہ پڑی معدنِ سیماب میں آگ

جب سے وہ شعلۂ برق آنکھوں میں پھرتا ہے مرے
چونک چونک اُٹھوں ہوں میں دیکھ اجی خواب میں آگ

جی یہ چاہے ہے ابھی شیشۂ صہبا کو اونڈیل
شمع سے دیجیے بس چادرِ مہتاب میں آگ

تجھ بن اے ماہِ شبِ چار دہم بر لبِ جو
پڑ رہی ہے مرے اس دیدۂ پُر آب میں آگ

یاد مسجد میں جو آیا خمِ ابرو تیرا
لگی انشا کے دمِ گرم سے محراب میں آگ

غزل سودا

دل مسخر کر نہیں سکتے ہیں تیغ و تیر و جنگ
ملک تو کچھ یہ نہیں جسکو کرے تسخیر جنگ

یہ مگر مہر و محبت سے جو ہاتھ آئے تو آئے
اسکے ہاتھ آنے کی اے یار نہیں تدبیر جنگ

جنبشِ ابرو نے مارا لشکرِ صبر و قرار
ہو گئی فیصل کہ جب ہو چکی ہے تا بشمشیر جنگ

سامنے چہرے کے تیرے مہر و مہ کا ہے یہ حال
رنگِ رو نامرد کا کرتی ہے جوں تغییر جنگ

کب سپاہی کام میں آقا کے دیوے اپنا جی
بھوکھ سے کرتا ہے ہو کر زندگی سے سیر جنگ

یہ نہیں ممکن کہ وہ وحشی کسی کا ہووے رام
کرتے ہیں اسپر عبث باہم جوان و پیر جنگ

رو برو آیا جو تھا سودا کی قسمت کا لکھا
کرچکے اُسکے قلم با خامۂ تقدیر جنگ

غزل شیدا

جی نکل جاوے گا سُن او گلبدن
جو ہوا ہم سے تو اک آن الگ
عاشقِ زار کا طور
اندنوں ہے کچھ اور

مثلِ گل غم سے ترے غنچہ دہن
چاک دامن ہے گریبان الگ
ہے کفنی کا جوڑا
ہے یہی نام خدا

یار ہو ساقی ہو اور سیرِ چمن
پیویں خلوت میں مری جان الگ
خوبرویوں کی ولا
بیٹھی باتوں پہ بچا

دل کو لے لیتے ہیں کر سیکڑوں فن
ان سے رہنا تو کہاں مان الگ

زیست عاشق کی تبا / ہووے کسطرح بھلا
مار ہی ڈالے ہے مستی کی چھبن ۴ / خون کرتا ہے ادھر پان الگ
دیکھیے کس کسکو یہ دل / ماجرا ہے مشکل
شیدا ما نگے ترے بالونکی چھبن / بکھری ہے زلفِ پریشان الگ

غزل ذوق

ازل سے یون دل عاشق ہے نور کی قندیل / کہ جیسے عرش خدائے غفور کی قندیل
سمجھ وہ دُرِّ بناگوش نور کی قندیل / خجل ہے اخترِ صبحِ نشور کی قندیل
ہمارے کعبۂ دل مین ہمیشہ روشن ہے / کسی کی تابِ کمالِ ظہور کی قندیل
جہان ہو خانۂ عشرت جیسے ہو اسکا فروغ / کہ لٹکے اُس پہ سرِ پُر غرور کی قندیل
رہے ہے جون قمرِ منخسف سدا بے نور / سیاہ بختون کے بالینِ گور کی قندیل
پڑے جو عکس ترا جام مین تو ہو روشن / حباب بادہ تجلی سے طور کی قندیل
عیان ہے یون فرازِ سینہ مین اخترِ دل / کہ جیسے شب کو نظر آوے دور کی قندیل
سوائے دل کے ہو تاریخ باغ خلد سے بھی / کبھی پسند نہ اُس رشکِ حور کی قندیل
اُڑے جو آہ کے ہمرہ تو گل کے پارۂ دل / ہوئی ہوا مین بصورت طیور کی قندیل
وہ تیز ہین یہ ترے نالۂ قیامت زا / کہ انکے رکھنے کو لازم ہے صور کی قندیل
نسیم کرتی ہے روضہ مین تفتہ جالون کی / نہ گل ہو باد سے آوازِ صور کی قندیل
سمجھتا قدر ہے ناقص کب اس غزل کی ذوق / یہ روشن آپنے کیون پیش گور کی قندیل

غزل عارف

فلک جو دیکھے مری رشکِ حور کی قندیل / نہ آفتاب کو پھر سمجھے نور کی قندیل
حباب بحر مین گر عکسِ رخ پڑے تیرا / اثر سے اُسکے وہ ہو جاوے نور کی قندیل
رسوا نہ حد سے کہین شعلہ زن ہو آتشِ غم / بھڑک اُٹھے گی دلِ ناصبور کی قندیل

وہی تو ہے درِ دار العدالتِ یزدان　　جہان کہ لٹکے سرِ غرور کی قندیل
ہمارے تیر رہا کرتے تھے مرے دل مین　　پھر اُسکو توڑ کے کیون چمر چور کی قندیل
فروغِ حسن سے روشن ہو اُسکی لنکا وے　　وہ ہے چراغ جو گھر مین بلور کی قندیل
ہوا کو دخل کہان ازدحامِ رحمت مین　　بجھے گی کب مرے بالین گور کی قندیل
یہ شیخ جی کا عمامہ تو دیکھیے گویا　　منڈھی ہوئی ہو کسی بے شعور کی قندیل
جہانِ عیش کا اک آسمان مجھے کہیے　　کہے ہے یہ ترے بزمِ سرور کی قندیل
ہمارا گھر ہے بہت تنگ بہر آسایش　　ہمین جو بھیجے تو چشمِ مور کی قندیل
ستارا سا جو چمکتا ہے اُنکے کوٹھے پر　　اُن ہی ذرات کو روشن ضرور کی قندیل
ہزار تیر نگہ چلتے ہین جو اک پل مین　　نہان ہو چشم مین کیا رشکِ حور کی قندیل
ہمارے آئنۂ دل کو پاس سے دیکھو　　دکھائی دیوے ہو چھوٹی سی نور کی قندیل
بجاؤ کچھ تو ہے پروانے کا لگائے ہوئے　　قدیم سے ہے کسی باشعور کی قندیل
سبوے مے نظر آئے جو نشہ مین عارف　　تو سمجھے ہم کہ یہ ہے بزمِ حور کی قندیل

غزل آتش

نکالو تم ہو دیکھکے سونے کے کرن پھول　　ای سرو روان بھول گئے مرغِ چمن پھول
پیدا کرے سبزہ رنگ کے گو خاکِ چمن پھول　　ممکن نہین رُخ سے ترے ای غنچہ دہن پھول
ساقی یہ بہارِ چمنستان ہے دو ہفتہ　　پانی بھی جو مانگون تو ملا مشفق من پھول
دمِ سادگی یار کے اوپر سے نکلتا　　چمکا ہے نہ قد نظر آتا نہ کرن پھول
سنتے ہین جو شہرت تری ناوک فگنی کی　　ہوتی ہے خوشی ایسی کہ جاتے ہین ہرن پھول
زلفون کی لٹک دیکھکے سودائی ہو سنبل　　نازک بدنی پر ترے کھائے نہ سمن پھول
دکھلائے گی کیا شامِ غریبان کے شگوفے　　ہر چند کہ غنچون کو کرے صبحِ وطن پھول
عشرت کدۂ عاشق و معشوق نہین باغ　　دولہا بنی بلبل ہو تو اک شب دلہن پھول

تلووں کے تلے رکھ کے ملے یار نے سمجھا
سونگھے ہوئے بلبل کے جو وہ غنچہ دہن پھول

بیفائدہ قمری کا ہے یہ دردِ سر عشق
پھول ہی نہیں لگتا ہے نہ کچھ سرو چمن پھول

قرآن کے عوض چاہئے پڑھوں مطلع رنگین
آتش سے سخن گو کہ ہیں یہ اہل سخن پھول

غزل انشا

فروغ مے سے نمو دے کیونکر ایاغ روشن مراد حاصل
مثل یہ مشہور ہے جہاں میں چراغ روشن مراد حاصل

ہمارے یاقوتیں آبلی ہیں بسان گوہر لگے ہیں خشاں
کہ جسکے پرتو سے عکس ہے سر چراغ روشن مراد حاصل

چراغ روشن مراد حاصل ہزار پڑ دل جلو نہ مت کہ
یہاں یہ لازم ہے تجھکو کہنا کہ داغ روشن مراد حاصل

خوشی سے گت کیوں نہ بھرے صوفی کہ دیکھتا ہے لکھا ہوا اللہ
لگے ہے ڈھولک ادھر ادھر سے چراغ روشن مراد حاصل

نشہ ہے انشا کو آج ایسا طلوع سے جسکے کہ ساقیا ہے
سرور بیحد مزاج خاطر دماغ روشن مراد حاصل

غزل میر تقی

دل دل لوگ کہا کرتے ہیں تمنے جانا کیا ہے دل
چشم بصیرت وا ہووے تو عجب بیدی کی جا ہے دل

اوج و موج کا آشوب اسکی گئی زمین سے تا بفلک
صورت میں تو قطرۂ خون ہے معنی میں دریا ہے دل

جیسے صحرا کشادہ دامن ہم تم سنتے آئے ہیں
بند کر آنکھیں ٹک دیکھو تو ویسا ہی صحرا ہے دل

کود کیں مجنوں و احمق جس سے پوچھو بتا دیوے
عشق جنوں کی شہر و نہیں ہر جا طرف سودا ہے دل

ہائے غیوری دل کی اپنی داغ کیا ہے خود سر نے
جی ہی جسکے لیے جاتا ہے اس سے بے پروا ہے دل

مت پوچھو کیوں نیست کرو ہو مرد سراسیمہ افسردہ تم
ہجر میں اسکی ہم لوگوں نے برسوں تک مارا ہے دل

میر پریشان دل کے غم میں کیا کیا ظاہر زاری کی
خاک میں ملتے کیوں نہ پھریں اب خون ہو بہہ گیا ہے دل

غزل کمتر شاہ

لے گیا وہ دلربا دل آہ دل افسوس دل
یہ گیا دل وہ گیا دل آہ دل افسوس دل

میں نہ کہتا تھا پریشاں ہوگا اس سودائے زلف
لے گرفتار بلا دل آہ دل افسوس دل

نقد کو دل کے سمجھ کر قلب اس دلبر نے آج
بے درم سستا لیا دل آہ دل افسوس دل

لگ گئی کس کی نظر جو ہو گیا یون مضمحل — تھا بھلا چنگا مرا دل آہ دل افسوس دل
مین نہ کہتا تھا بتون سے ای دل کمتر نہ مل — پھر خدا کی جو رضا دل آہ دل افسوس دل

غزل شہید

ای گل اندام چمن مین تو نہ مل بر سر گل — ڈھیر ہوتے ہین ابھی ٹوٹ کی گل بر سر گل
کچھ تو شبنم کو محبت ہے کہ ہر رات نثار — ادھر اودھر سے یہ آ رہتی ہے ڈھل بر سر گل
کان تو پھوٹ گئے شور فغان سے بلبل — ایسا بیہودہ تو کیون کرتی ہے غل بر سر گل
عرق اُس چہرۂ گلرنگ پہ یون لہرایا — جیسے شبنم رہے بیتابی سے ڈھل بر سر گل
ہو رہے آنا گلشن کی تمنا مین شہید — عندلیبون کو پڑھا چاہیے قل بر سر گل

غزل سودا

اس چمن کی سیر مین آیا رہو مین پل کے پل — کیا بتاے صانع قدرت نے رنگین گل کے گل
یہ نہ وہ دریا ہے کہ جسمین گذریے پل باندھ کر — موج چشم عاشقان ہے توڑ پل مین پل کے پل
قتل کا کسکے کیا ہے آج ان آنکھون نے عزم — کھینچکر تیغ رہے ہین ابرو اس قاتل کے تل
عہد مین تجھ حسن کے جسکو ہوا ہے شغل عشق — مچ رہی ہین شرق سے تا غرب اُس شاغل کے غل
حل مشکل کس سے ہو سودا کی تم بن یا علی — کھولدے مشکل کشا عقدے مری مشکل کے کل

غزل علیم اللہ

پیتم کے دیکھنے کے تماشے کو جائین چل — اپنے پیا کی عشق سے آپ ہی جھائین چل
دونون جہان ہین جسکی تجلی سے تابدار — وہ آفتاب حسن نظر مین بجھائین چل
جلسہ کیا ہے یار نے محل چلے ہین آج — خلوت مین اب خفی کے پیا کو بلائین چل
پروا نہین پیا کو کسی کے وصال سے — فن ہے اُسکے اُسکو ایسی تین جائین چل
دم کا سرود کر کے ارادے کا تار باندھ — سر کو سدا کا صور بنا کر سنائین چل
ناسوت سے گذر کے تفرج سے یا علیم — لاہوت کی مکانین سدا غل مچائین چل

غزل مومن خان

ٹھانی تھی دل مین اب نہ ملینگے کسی سے ہم
پر کیا کرین کہ ہو گئے ناچار جی سے ہم

ہنستے جو دیکھتے ہین کسی کو کسی سے ہم
مُنھ دیکھ دیکھ روتے ہین کس بیکسی سے ہم

مجھ سے نہ بولو تم اِسے کیا کہتے ہین بھلا
انصاف کیجیے پوچھتے ہین آپ ہی سے ہم

بیزار جان سے جو نہوتے تو مانگتے
شاہد شکایتون پہ ترے مدعی سے ہم

اُس کو میں جا ملینگے مدد اے ہجومِ عشق
آج اور زور کرتے ہین بیطاقتی سے ہم

صاحب نے اس غلام کو آزاد کر دیا
لو بندگی کہ چھوٹ گئے بندگی سے ہم

بے روئے مثل ابر نہ نکلا غبارِ دل
کہتے تھے اُنکو برق تبسّم ہنسی سے ہم

ان ناتوانیون پہ بھی تھے خارِ راہِ غیر
کیونکر نکالے جاتے نہ اُسکی گلی سے ہم

کیا گل کھلے گا دیکھیے ہے فصل گل تو دُور
اور سوی دشت بھاگتے ہین کچھ ابھی سے ہم

ہے چھیڑ اختلاط بھی غیرون کے سامنے
ہنسنے کی بدلے روئین نہ کیون گدگدی سے ہم

وحشت ہے عشقِ پردہ نشین مین دمِ بکا
مُنھ ڈھانکتے ہین پردہ چشمِ پری سے ہم

کیا دل کو لے گیا کوئی بیگانہ آشنا
کیون اپنی جی کو لگتے ہین کچھ اجنبی سے ہم

لے نام آرزو کا تو دل کو نکال دین
مومن نہون جو ربط رکھین بدعتی سے ہم

غزل ابراہیم ذوق

شمعِ نازان نہو اک رات بہا آنسو گرم
برسون یان چشم سے ٹپکا ہے مرے لوہو گرم

بلبلے ای آتشِ غم دلکو کرے یہ تو گرم
کہ زمین پشتِ سمک تک ہو ترے پہلو گرم

لطفِ بوسہ نہ رہا ہم پہ ہوا جب سے تو گرم
شربت قند دیا کر کے بر آتش جو گرم

تن رہا یون ہی غمِ ہجر سے گر گرم مرا
سیخ آہن کیطرح ہو نگے بدن پر مو گرم

پیشتر جل کے نہ کیون کشتۂ فولاد ہو خاک
نکلے ہے آتشِ سودا سے مرے لوہو گرم

لٹ سکا صیدِ محبت کا نہ قاتل سے گلا
اس سے پتھر پہ اُسے رگڑا کہ ہو جا تو گرم

آتشِ دل سے پس از مرگ برنگ شعلہ
خاکِ عاشق سے نکلتا ہے گلِ خود رو گرم

مہروش بل بی ترے حسنِ جہانتاب کی تاب
رُخ سے گرم آئینہ ہوا آئینہ سے زانو گرم

کیا کہون نامۂ جانسوز کی اپنے تاثیر
جل گیا بسکہ کبوتر کا ہوا بازو گرم

سرِ مجروح کو ٹکرا کے گیا وہ اور مین
چونکا اُسوقت کہ جب مُنھ پہ بہا لوہو گرم

دستِ خورشید کے رعشے سی سپر جاوے چھوٹ
کھینچکر تیغ کو جب ہو وہ ہلالی ابرو گرم

دلِ عاشق کے جلانے کا ہی سارا سامان
بنی شعلہ ہے ترا رنگ بھبوکا رُو گرم

کونسا سوختہ جان صبح سے ہی گرمِ فغان
کہ ہوا آتی ہے کوچے سے ترے گلرو گرم

ہم تو سنتے تھے سدا گُل حموض بارد
ذوق ہوتا ہی وہ کیون ہو کی ترش ابرو گرم

غزل شاہ نصیر

کب دل ہی پھپھولون ہی ہمارا ہمہ تن چشم
نظارۂ ساقی کو ہے مینا ہمہ تن چشم

تو وہ چمن آرا ہے کہ ہر دستۂ نرگس
دیکھے ہے ترا بنکے تماشا ہمہ تن چشم

اے تیر فگن ہم ترے ہاتھونکے ہین قربان
تو دے کیطرح مجکو بنایا ہمہ تن چشم

برقع کو اُلٹ مُنھ سے جو کرتا ہے تو باتین
اب مین ہمہ گوش ہون یا ہمہ تن چشم

کیا خاک ہو صیاد مجھے چشم رہائی
حلقون سے بنا دام ہی ترا ہمہ تن چشم

اے رشکِ قمر شب کو کہان نکلے ہین تارے
نظارے کو تیرے ہی فلک کیا ہمہ تن چشم

وہ مے ہے گر جام بلوری مین ہو ساقی
بنجاے حبابون سے یہ دریا ہمہ تن چشم

آنکھونکے تصور مین نصیر اُسکے شب و روز
دل صورتِ آئینہ ہے اپنا ہمہ تن چشم

غزل ناسخ

ساتھ لائے ہین ازل سے دید کا آزار ہم
گلشنِ عالم مین کیا ہین نرگسِ بیمار ہم

جانہ کوی یار مین ہین رات دن بیدار ہم
آنکھین وا رکھتے ہین مثلِ روزنِ دیوار ہم

بہہ گئے ہین واعظا گردابِ دورِ جام مین
زیست بھر ہونگے نہ اس دریا ہی سے پار ہم

گر نظر آتا نہین اِک لمحہ وہ نورِ نگاہ
کرتے ہین اپنی نظر کو آنسوؤن کا تار ہم

جب چُبھا گلبرگ مین کانٹا ہمارا دل دُکھا
نرگسِ بیمار کے غم مین ہوے بیمار ہم

ہین جو غافل اُنکو سُولی پر بھی آجاتی ہے نیند
نیزہ توشک پہ ہین منصور سے ہشیار ہم

عمر گذری اک بُتِ کافر نظر آتا نہین
حشر مین کیونکر خدا کا پائینگے دیدار ہم

ہو وہ کافر جسکو دیدارِ خدا کی ہو ہوس
او بُتِ کافر ترے ہین طالبِ دیدار ہم

دوڑتے ہین پیچھے قاتل کے گریبان پھاڑ کر
رکھتے ہین کیا اشتیاقِ زخمِ دامن دار ہم

نفرت ایسی ہوگئی نظارہ بازی سے ہمین
رکھتے ہین تارِ نظر کو رشتۂ زنّار ہم

داغِ سودا ہین بجاے پوششِ کعبہ ہمین
واعظا اپنے حریمِ دل کے ہین زوّار ہم

سب رگین تن پر نظر آتی ہین مثلِ تارِ ساز
کرتے ہین ناسخ جو اک مطرب پسر کو پیار ہم

غزل جرأت

کوچۂ یار مین جو ہووے سو ہو بیٹھے ہم
بد کہو دوستو یا نیک کہو بیٹھے ہم

اپنا تو قصد یہ ہے یانسے نہ اُٹھینگے ہم
آگے تم رہنے دو یا رہنے نہ دو بیٹھے ہم

پھر توقع یہ نہین ہے کہ یہان آوینگے
ایکدن آکے تِری بزم مین گو بیٹھے ہم

آج جیتے ترے کوچے سے نہ ہم جاوینگے
مستعد مرنے پہ اے عربدہ جو بیٹھے ہم

کبھی رنجش کبھی غصہ کبھی پیار اور اخلاص
نت نئی دیکھتے ہین آپ کی خو بیٹھے ہم

دل کو اُس یار ستمگر سے لگا کر جرأت
اپنے سب راحت و آرام کو کھو بیٹھے ہم

غزل میر تقی

ہے تہِ دل بُتون کا کیا معلوم
نکلے پردے سے کیا خدا معلوم

یہی جانا کہ کچھ نجانا ہاے
سو بھی اک عمر مین ہوا معلوم

علم سب کو ہے یہ کہ سب تو ہے
پھر ہے اللہ کیسا نامعلوم

اگرچہ تو ہی ہے سب جگہ لیکن
ہمکو تیری نہین ہے جا معلوم

عشق جانا تھا مار رکھے گا ابتدا مین تھی انتہا معلوم
اس سیہ چشم دلبرون سے ہمین تھی وفا چشم سو وفا معلوم
طرز کینہ کی کوئی چھپتی ہے مدعی کا ہے مدعا معلوم
عشق گر ہے طبیب جی کا روگ لطف گر ہے جو کچھ دوا معلوم
دل بچا ہو تو میر کچھ کھاوے کڑھنے پچنے مین اشتہا معلوم

غزل آتش

ہوتا ہے سوز عشق سے جل جل کے دل تمام کرتی ہے روح مرحلۂ آب و گل تمام
تھا کہ عشق رکھتے ہین تجھسے حسین پر دم بھرتے ہین ترابت چین و چگل تمام
ٹپکاتے زخم ہجر پرانے ترک کیا کرین خالی ہین تیل سے تری چہرے کی تل تمام
دیکھا ہے جب تجھے عرق آ گیا ہے یار غیرت سے ہو گئے ہین حسین منفعل تمام
عشق بتان کا روگ نہ اے دل لگا تجھے تھکوایا خون کرتا ہے آزار سل تمام
قدسی بھی کشتہ ہین تری شمشیر ناز کے مارے پڑے ہین متصل و منفصل تمام
درد فراق یار سے دکھتا ہے بند بند اعضا ہمارے ہو گئے ہین مضمحل تمام
ساری عدالت الفت صادق کی ہے گواہ مُہرون سے ہے لپی ہوئی اپنی سجل تمام
تیر نگاہ ناز کا رہتا ہے سامنا چلنی ہوا ہے سینہ مشبک ہے دل تمام
ہوتا ہے پردہ فاش کلام دروغ کا وعدہ کا دن سمجھ لے وہ پیمان گسل تمام
خلوت مین ساتھ یار کے جانا تھا تمھین ارباب انجمن ہوئے آتش خجل تمام

غزل نظیر

کبھو دیکھون نہ سنبل باغ کو مین مجھے اس خم زلف دوتا کی قسم نہ نگہ کرون عارض گل کیطرف مجھے اس رخ مہر وفا کی قسم
یون بھری ہے چمن کی فضا مین صبا دہ ہزار طرح سے نافہ کشا مری دلکو نہ کبھی اسکی ہوا مجھے کوچۂ صنم کی ہوا کی قسم
ہوا آہ یا ادھر کو وہ چشم سیہ دن ہی لیگیا دل کو یہ سحر نگہ رہی عقل و خرد کی نہ جی مین جگہ مجھے اس بت ہوش ربا کی قسم

بدن اُسکا ہی رو کش برگِ سمن کر رنج آہ وہ رشکِ چمن
کھلے غنچۂ دل مرا گل کی نمط مجھے اُس گلِ بندِ قبا کی قسم
ترے عشق نے دل مین درد دیا تو کچھ اُس سے مزہ مین نے ایسا لیا
نہ کرون نہ کرون مین وا ہے کھائی ہی اب تو دوا کی قسم
لگی مہندی کچھ ہاتھون مین اُسکی میان تو وہ سرخی کچھ ایسی تھی لالہ فشان
وہ شفق کہ جو صبح کو ہووے عیان وہ کھاتی ہی اُسکی حنا کی قسم
مین نے دیکھا نظیر جو اُسکے تئین تو وہ شرم سے ہو گئی سرو قرین
لیا نیچی نگاہون سے جان و دل و دین مین کہون کیا اب اُسکی حیا کی قسم

غزل سودا

نہ غرض کفر سے رکھتے نہ اسلام سے کام
مدعا ہمکو تو ساقی سے ہی اور جام سے کام
دل نالان کو مرے کسکے ہی آرام سے کام
کوئی بےچین ہی اپنے اسے کام سے کام
کیون نہ افعی سے چلے ہر ایک جگہ بل کھا کر
نہ پڑا اُسکو تری زلفِ سیاہ فام سے کام
ہون اسیر اُسکا جسے بعد گرفتاری صید
نہ گرفتار سے مطلب ہی نہ دام سے کام
گر اکیلا کہین ملجاے ہمین تو دل کا
لیجیے من مانتا اُس شوخ گل اندام سے کام
جو مین آغاز ترے کام کا دیکھا سودا
آئے وہ دن کہ تجھے اُسکے ہوا انجام سے کام

غزل وزیری

جون سبزہ روندے اُگتے ہی پیرون کے تلے ہم
اس گردش افلاک سے پھولے نہ پھلے ہم
روتے ہین شب و روز اسی فکر سے یارب
غنچہ کی طرح باغ مین گل ہو نہ کھلے ہم
ارمان بہت رکھتے تھے ہم دل کے چمن مین
بیٹھے نہ خوشی سے کبھو سایہ کے تلے ہم
جس گل پہ نظر کرتے ہین آتا ہے نظر خار
گلشن کے تلے جاتے ہی کانٹون مین رُلے ہم
ہم وہ نہ قلم تھے کسی مالی کے لگائے
نرگس کے نہالون مین تھے آصف کے پلے ہم
افسوس کہ اس دل کا کنول کھلنے نہ پایا
کوئی دن کو چلے جاتے ہین مائی کے تلے ہم
اب پہلے ہی آغاز مین پامال ہوئے ہائے
فریاد کرین کس ستی قسمت کے جلے ہم
دکھ اپنا عبث کہتے ہین بیدرد کے آگے
بے بس جو جان آگری ہرگز نہ ٹلے ہم

زندان مصیبت مین بھلا اُسکو بلا ئین
رہتے ہین ... زیری سی ہی دنرات ملے ہم

غزل ذکی

نہین تاب دیکھون جمال صنم مجھے دی ہی تیغ نظری کی قسم
مجھے حسن کی جلوہ گری کی قسم مجھے عشق کی دربدری کی قسم

پری عاشق زار ہزار یہان مجھے دیکھنے آتی ہی خلق جہان
کوئی دیکھتا ہے مجھسا ابھی سوختہ جان تجھے میری ہی بیدردی کی قسم

نہو قاصد یار تو چین کہین ابھی اپنا خیال ہی اور کہین
ابھی ہوش کی اپنے خبر ہی نہین مجھے عالم بیخبری کی قسم

شب وصل کی ہو گئی صبح عیان کہ تڑپنے لگا دل سوختہ جان
مری دیدۂ تر ہوی شعلہ فشان مجھے اس شفق سحری کی قسم

نکر اتنا ذکی تو جگر کو لہو کہ نہ شوق سخن ہی نہ ذوق سبو
تری شعر سی آتی ہی خون کی بو مجھے تیری ہی بیجگری کی قسم

غزل میر تقی

اگر راہ مین اُسکی رکھا ہی گام
گئے گذرے خضر علیہ السلام

دہن یار کا دیکھ چُپ لگ گئی
سخن یان ہوا ختم حاصل کلام

مجھے دیکھ مُنھ پر پریشان کی زلف
غرض یہ کہ جاؤ ہوئی اب تو شام

سر شام سے رہتی ہین کاہشین
ہمین شوق اُس ماہ کا ہی تمام

قیامت ہی یان چشم دل سی رہے
چلے بس تو وان جا کی کرنے مقام

قطعہ

ندیکھے جہان کوئی آنکھونکے اور
نہ لیوے کوئی جس جگہ دل کا نام

جہان میر زیر و زبر ہو گیا
خرامان ہوا تھا وہ محشر خرام

غزل سوز

اے گل صبا کیطرح پھرے اس چمن مین ہم
پائی نہ بوے وفا کی ترے پیرہن مین ہم

شیشہ کی طرح شام سے رو رو کے تا سحر
خالی کرین ہین دل کو ترے انجمن مین ہم

فانوس بیچ شمع جلے جس طرح ہنوز
جلتے ہین تیرے ہجر سے ظالم کفن مین ہم

شعلہ اُٹھا نہ سر سے ہمارے کبھی بھی سوز
بھٹی کیطرح جل گئے کچھ من ہی من مین ہم

غزل نظیر

دور سے آئے تھے ساقی سُنکے میخانیکو ہم
بس ترستے ہی چلے افسوس پیمانیکو ہم

مے بھی ہے مینا بھی ہے ساغر بھی ہے ساقی نہین
دل مین آتا ہے لگا دین آگ میخانے کو ہم

کیون نہین لیتا ہماری تو خبر اے بے خبر
کیا ترے عاشق ہوے تھے درد و غم کھانیکو ہم

ہمکو پھنسنا تھا قفس مین کیا گلہ صیاد کا
بس ترستے ہی رہے ہین آب اور دانے کو ہم

طاقِ ابرو مین صنم کے کیا خدائی رہ گئی
اب تو پوجینگے اسی کافر کے بتخانے کو ہم

باغ مین لگتا نہین صحرا سے گھبراتا ہے دل
اب کہان لیجا کے بیٹھین ایسے دیوانے کو ہم

کیا ہوئی تقصیر ہم سے تو بتا دے اے نظیر
تا کہ شادی مرگ سمجھین ایسے مرجانیکو ہم

غزل سودا

کیا مچائی اُسنے میر دلکے کاشانے مین دھوم
شور ہے جسکے لئے کعبے مین بتخانے مین دھوم

زلف شب کو کھولا تو کر اس دل کی سوزش کا علاج
سخت دیوانے کی زنجیر کھل جانے مین دھوم

مٹ گئے وہ شور دل کے آہ تب آئی بہار
ورنہ کیا کیا ہم بھی کرتے شہر ویرانے مین دھوم

تجھ نگاہِ گرم کی حسرت سے دل مارے ہے جوش
راتکو دیکھو ہو نہین جب شمع پروانے مین دھوم

اسقدر ہین لاغری میری سے خوش ابنائے دہر
جون ہلال عید ہے میری نظر آنے مین دھوم

دلکو سُن کوچے مین تیرے اب چلی ہے فوج اشک
ہو گئی بوجہ دان اطفال و دیوانی مین دھوم

کب سے اے سودا شراب اس بزم مین پیتے ہین یار
تو نے اے کمظرف کی پہلے ہی پیمانے مین دھوم

غزل ہوس

یہی کہتی تھی لیلی پردہ نشین نہین کھاتے ادب سے خدا کی قسم
غم قیس سوا مجھے کچھ نہین غم اُسی کشتۂ ناز و ادا کی قسم

رُکا پایا جو لیلے نے مجنون کا جی کہا کیون ہے خفا مرے سر کی
نہ تو مین نے کسی سنگ بات بھی کی مجھے میری ہی شرم و حیا کی قسم

مری گریہ سے جاتا ہے صبر و سکون مرا اشکون سے ٹپکے ہے قطرۂ خون
نہ تو کھائیو قمری زار و زبون مرے سرو کے قندق پا کی قسم

شب ہجر مین ہمکو بہا خون اُسے دیکھکے رنگ شفق کا اُڑا
نہین اسمین مبالغہ ایک ذرا مجھے تیری ہی رنگ حنا کی قسم

ترے کشتۂ غم کا ہے حال تبہی کہیو جو جاتا ہو تیرا اُدھر
تجھے قاصد موجِ نسیم سحر مری ہجر کے شب کی بکا کی قسم

کبھی کہتا تھا قیس غزالوں سے جا کہو ناقہ ادھر کدھر کو گیا
کبھی کہتا تھا تو ہی بتا دے صبا تجھے لیلی کے زلف دوتا کی قسم

کبھو ساغر وصل نہ میں نے پیا کبھو زخم جگر کو نہ میں نے سیا
غم و رنج و تعب کو عزیز کیا مجھے عشق کے جور و جفا کی قسم

نہ تو پائی ہوس کبھی لو لگی تھی تو بیٹھا ہوں کبھی کسی لب جو
نہ تو بیکلی دل کی گئی ہی کبھو مجھے جانکی اپنے وفا کی قسم

غزل میر تقی

تظلم کے کھینچے الم پر الم
ترحم کے مت کر ستم پر ستم

علم بازیِ آہِ جانکاہ ہے
رہے لوٹتے ہی علم پر علم

جو سنتو سر کے ہو آؤ مانو نہیں
عبث کھاتے ہو تم قسم پر قسم

کئی بار آنا ادھر لطف سے
عطا پر عطا ہے کرم پر کرم

خطرناک تھی وادیِ عشق میر
گئے اس پہ بھی ہم قدم بہ قدم

غزل انشاء اللہ خان

دل مجھ سے اے پری تجھے انسان کی قسم
دیتا ہوں تجھکو تخت سلیمان کی قسم

کروبیان کی تجھکو قسم اور عرش کی
جبریل کی قسم تجھے رضوان کی قسم

طوبیٰ کی سلسبیل کی کوثر کے جام کی
حور و قصور جنت و غلمان کی قسم

روح القدس ع کی تجھکو قسم اور مسیح ع کی
مریم ع کی تجھکو عفت داماں کی قسم

تجھکو محمد عربی کی قسم ہے اور
مولا علی رض کی شاہ خراسان کی قسم

توریت کی قسم قسم انجیل کی تجھے
تجھکو قسم زبور کی فرقان کی قسم

دامن کو میرے ہاتھ سے اس رات مت جھٹک
تجھکو سحر کے چاک گریبان کی قسم

مدت سے تیرے چاہ ذقن میں غریق ہوں
باللہ تجھکو یوسف کنعان کی قسم

قیدی ہوں تیرا میں بخداوندی خدا
اور اس عزیز مصر کے زندان کی قسم

موسیٰ ع کی ہے قسم تجھے اور کوہ طور کی
نور فروغ جلوۂ لمعان کی قسم

سوگند اب ہنسی کی تجھے کچھ دلائیے
سن تجھکو اپنے ناز کی اور آن کی قسم

تجھکو قسم ہے غنچۂ زنبق کے تاک کی — اور شور عندلیب غزل خوان کی قسم
نرگس کے آنکھ کی قسم اور گل کے کان کی — تجھکو ہے عزیز گلستان کی قسم
سونے کی گاے کی قسم اور رود نیل کی — فرعون کی قسم تجھے ہامان کی قسم
بستر مرا ہے خار مغیلان بسان قیس — لیلی کی ہے تجھے صف مژگان کی قسم
ایسی بڑی قسم بھی نمانے تو ہے تجھے — مجنون کے قبلہ گاہ ابوالجان کی قسم
کونے مین باغ کے وہ جو رہتا ہی اک خبیث — تجھکو اسی کی شوکت و ذیشان کی قسم
دیو سفید کی قسم اور کوہ قاف کی — باغ ارم کی اور پرستان کی قسم
لونا چماری کی قسم اور کلوا بیر کی — کالی بلا کی غول بیابان کی قسم
قسمین تو ساری ہو چکین باقی رہی ہی ایک — پیپل تلے کے بھتنے و شیطان کی قسم
ہان پھر تو کہیو ہاے وہ کسطرح ہو غضب — انشا نہ چھیڑ تجھکو مری جان کی قسم

غزل میر تقی

کون کہتا ہے منھ کو کھولو تم — کاشکے پردہ ہی مین بولو تم
حکم آب روان رکھے ہی حسن — بہتے دریا مین ہاتھ دھولو تم
کیا سراہین وہ اپنے حسن کو لیک — دل عجب ہی متاع جو لے لو تم
جانا آیا ہے اب جہان ہی ہین — تھوڑی ہی تو دور ساتھ ہو لو تم
جب میسر ہو بوسہ اُس لب کا — چُپکے ہی ہو رہو نہ بولو تم
پنجہ مرجان کا بھرا ہی لہو — ہاتھ خون مین ذرا ڈبو لو تم
دست دی ہے کسی پا سے بیں — دل جہان پاؤ داب پر دو لو تم
آتے ہین متصل چلے آنسو — آہ کب تک یہ موتی رولو تم
رات گذری ہی سب تڑپتے میر — آنکھ لگ جاے ٹک تو سو لو تم

غزل ناسخ

یان ازل سے داغِ سودا ہی دل آگاہ مین
سنگِ اسود جسطرح ہی نصب بیت اللہ مین

جا سکے کیا کوئی اُس قاتل کی جولانگاہ مین
سایۂ مژگان بچھا دیتا ہے کانٹے راہ مین

حُسن جانان ایک عالم پر یہ ہی ممکن نہین
یان کمی بیشی رہا کرتی ہے نورِ ماہ مین

دل مین رہتا ہی پر آنکھون مین نظر آتا نہین
کیا تفاوت ہے بہا اُس بُت مین اور اللہ مین

وہ بہشتی رو لگا پھرنے جو بامِ ناز سے
راہ مین آیا نظر خورشید یوسف چاہ مین

ہون تری تاثیر کا قائل جو ای مضمونِ عشق
یار کو مکتوب پہونچے نامہ بر ہو راہ مین

ہے وہ مجنون جو نظر آتا ہے زیرِ آسمان
کون لیلے ہی جنون انگیز اس خرگاہ مین

مثلِ نرگس اک سمن بر کی ہین آنکھین منتظر
کُھل گیا ای گل یہ تیری فرقتِ جانکاہ مین

بعد مُردن اسکو راحت اُسکو حسرت ہی نصیب
فرق اتنا ہی نظر آیا گدا اور شاہ مین

جشم کا ہیدہ ہی غم سے دل ہے سوزان داغ سے
شعلۂ آتش نہان ہی اپنے برگِ کاہ مین

رشکِ نخلِ وادیِ ایمن ہی ہر رگ سیاہ
سنگ ریزے طور ہین اُسکی تجلی گاہ مین

خوش عبث ہوتے ہین نادان ماہِ نو کو دیکھکر
اک مہینا عمر کا ہوتا ہے کم ہر ماہ مین

سر بتون کے آستانے سے نہ اُٹھے حشر تک
یہ دعا ناسخ کی ہی یارب تری درگاہ مین

غزل درد

ہم تجھسے کس ہوس کی فلک جستجو کرین
دل ہی نہین رہا ہی جو کچھ آرزو کرین

تر دامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو
دامن نچوڑ دین تو فرشتے وضو کرین

سر تا قدم زبان ہین جون شمع گو کہ ہم
پر یہ کہان مجال جو کچھ گفتگو کرین

ہر چند آئینہ ہون پر اتنا ہون ناقبول
منھ پھیر لے وہ جسکے مجھے روبرو کرین

نہ گل کو ہے ثبات نہ ہمکو ہے اعتبار
کس بات پر چمن مین ہوسِ رنگ و بو کرین

ہے اپنی یہ صلاح کہ سب زاہدانِ شہر
اے درد آ کے بیعتِ دستِ سبو کرین

غزل ذوق

بے یار روزِ عید شبِ غم سے کم نہین
جامِ شراب دیدۂ پُرنم سے کم نہین

دیتا ہے دورِ چرخ کسے فرصتِ نشاط
ہو جسکے پاس جام وہ اب جم سے کم نہین

اُس زلفِ فتنہ زا کے لیے ای مسیح دم
کچھ دستِ شانہ پنجۂ مریم سے کم نہین

زیبا ہی روی زرد پہ کیا اشکِ لالہ گون
اپنی خزان بہار کے موسم سے کم نہین

سُرعت ہی نبض کی رگِ سنگِ مزار مین
دل کی طپش کچھ اب بھی تپِ غم سے کم نہین

وحشی کو تیری چشم کے مژگان ہر غزال
صحرا مین تیز ناخنِ ضیغم سے کم نہین

ہوتی ہی جمع زر سے پریشانی آخرش
درہم کی شکل صورتِ درہم سے کم نہین

ساقی ملے ہزارون فلاطون یہ خاک مین
جو خُم بنے ہے قالبِ آدم سے کم نہین

اُس حور وش کا گھر مجھے جنت سے ہے سوا
لیکن رقیب ہو تو جہنم سے کم نہین

شورابۂ سرشک سے دھوتا ہون زخمِ دل
تیزاب میری حق مین یہ مرہم سے کم نہین

ہاتھون سے تیرے پارۂ الماس زخمِ دل
مجکو تو جلوۂ گُل و شبنم سے کم نہین

ای ذوق کسکو چشمِ حقارت سے دیکھیے
سب ہم سے ہین زیادہ کوئی ہم سے کم نہین

غزل میر تقی

دل عجب جنسِ گران قدر ہے بازار نہین
دے بہا سہل جو دیتے ہین خریدار نہین

کچھ تم ہی ملنے سے بیزار ہو میرے ورنہ
دوستی ننگ نہین عیب نہین عار نہین

ایک دو بات کبھو ہم سے کہو یا نہ کہو
قدر کیا اپنی ہمین اس لیے تکرار نہین

ناز و انداز و ادا عشوہ و اغماض و حیا
آب و گل مین تری سب کچھ ہی پیار نہین

صورت آئینے مین ٹک دیکھ تو کیا صورت ہے
بد زبانی تجھے اس منھ سے سزاوار نہین

دل کے اُلجھاؤ کو کیا تجھ سے کہون ای ناصح
تو کسی زلف کے پھندے مین گرفتار نہین

اُسکے کاکل کی پہیلی کہو تم بوجھے میر
کیا ہے زنجیر نہین دام نہین مار نہین

غزل نصیر

تشمیم زلف معنبر جو روے یار سے لون
تو پھر خطا ہی مری مشک گر تتار سے لون

قدم رکھے مرے سینے پہ آ کے گر وہ نگار
حنا کا کام مین خون دل فگار سے لون

اگر ملے ترے ہاتھون سے اے جنون فرصت
قصاص آبلۂ پا مین نوک خار سے لون

مری حضور یہ ٹوٹین ہین تیری چھاتی پہ
جو پہونچے ہاتھ تو بدلہ گلو کی ہار سے لون

دلا بجے کہین گھڑیال تا مین گھڑیون کا
حساب اس شب ہجر سیاہ کار سے لون

عجب ہے سیر کسی دن تو ساتھ باغ مین چل
کہان تلک مین قد عجز و انکسار سے لون

پتا پٹی کا مرے پاس گر نہو خیمہ
تو یارہ تیرے لیے ابر نوبہار سے لون

ذبحی کا ارادہ ہو کچھ ترے دل مین
چمن مین ساغر گل دست شاخسار سے لون

اگر صراحی غنچہ مین ہو نہ بادۂ سرخ
تو شیشہ مے خس سر جوئبار سے لون

نہووے مطرب نغمہ سرا تو اسکا کام
قسم ہی مجکو ترے عندلیب زار سے لون

لگے نہ ہاتھ جو کوئی رباب چنگ نواز
تو اپنے دوش پہ رکھ مین گو کنار سے لون

یہی مین ہی کہ نہ دیکھے کوئی بھی پردے کو
کنار آب رواں چادر آبشار سے لون

گر اسے بھی گل عارض کا تو نہ دے بوسہ
تو پھر مین جبر کرون اپنی اختیار سے لون

بلائین لینے سے میری اگر خوشی ہو تری
بلائین تیرے اخلاص دل سے پیار سے لون

نصیر مدرسۂ عشق مین مطول کا
سبق نہ کیونکہ مین زلف دراز یار سے لون

غزل آتش

بہار لالہ و گل سے لگی ہے آگ گلشن مین
گریبان پھاڑ کر چل بیٹھے صحرا کے دامن مین

جنون کے جوش مین اک جا نہین دم بھر قرار آتا
کبھی گلشن سے صحرا مین کبھی صحرا سے گلشن مین

عذاب گور کا وان سامنا یان رنج دنیا کا
نہ گھر مین چین زندونکو نہ مردونکو ہے مدفن مین

کھلا نہ نقو کی لہرانے سے اس رخسار رنگین پر
زر گل کی نگہبانی کو کوڈوکالے ہین گلشن مین

شریف کعبہ کو کعبہ مبارک ہم تو اے آتش
بتون کے گھورنے کو جاتے ہین دیر برہمن مین

غزل مومن خان

نہ تن ہی ترے بسمل کے ٹکڑے ٹکڑے ہین
ہی پاش پاش جگر دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہین

جنون عشق پریرو سے دل شکن ہے بلا
کہ روز طوق و سلاسل کے ٹکڑے ٹکڑے ہین

اُٹھا کے سوتے ہین وہ پیکارات سر شانہ
کہ زیر سر مرے سل کے ٹکڑے ٹکڑے ہین

دراز دستی یہ کس بے ادب نے کی دم صبح
تمام دامن قاتل کے ٹکڑے ٹکڑے ہین

یہ کس کی چشم فسونگر نے کی فسون سازی
طلسم جادو بابل کے ٹکڑے ٹکڑے ہین

یہان ہی چاک گریبان تو وان بھی چسپی ہی
قباے شوخ شمائل کے ٹکڑے ٹکڑے ہین

نہ کیونکہ رشک سے خون ہو کسیکا اُس در پر
ہمیشہ اک نئے بسمل کے ٹکڑے ٹکڑے ہین

غزل سرائی کی مومن نے کیا کہ رشک سے آج
چمن مین سینئہ عنادل کے ٹکڑے ٹکڑے ہین

غزل معروف

ڈبا دیا مجھے اس چشم تر کو کیا کوسون
جلا دیا مجھے سوز جگر کو کیا کوسون

کہے تھا مجھ سے کہ سو کوس روز چلتا ہون
گیا تو مر ہی گیا نامہ بر کو کیا کوسون

یون ہی بغل سے مرے مفت لیگیا دل کو
بغل بھی گرم نہ کی مفت بر کو کیا کوسون

رقیب ایک دم اُس سے جدا نہین ہوتا
یہ جم کے بیٹھے ہی اس رہگزر کو کیا کوسون

شب وصال کے ہوتی ہی چاک جیب کیا
طرب کو کر دیا ماتم سحر کو کیا کوسون

نہ آنکھ بھر کبھی اُس مہر وش کو دیکھ سکا
وفور اشک قصور بصر کو کیا کوسون

پڑی ہین سینے مین دل تک ہزار دن چھید
غضب کیا مژہ رخنہ گر کو کیا کوسون

کل اُس نے بزم مین بوسہ طلب کیا تو کہا
حیا کسی کی نہین اس بشر کو کیا کوسون

جفائین جب تری آتی ہین یاد آخر شب
لحاظ آئے ہے پیچھے پھر تو کیا کوسون

دیا ہی اپنے سے ظالم کو اسنے دل معروف
اب اور اس بت بیداد گر کو کیا کوسون

غزل جرأت

لگتی گلے سے طاقت اے نازنین نہین
ہے ہے خدا کے واسطے مت کر نہین نہین

کیا رُک گیا وہ کہے ہی جو ٹک اُس سے لگ چلون
بس بس پڑی ہو شوق پہ اپنے تئین نہین

پہلو مین کیا کہون جگر و دل کا کیا ہے رنگ
کس روز اشکِ خونی سے تر آستین نہین

فرصت جو پا کے کہیے کبھو دردِ دل سو ہائے
وہ بدگمان کہے ہے کہ ہم کو یقین نہین

آتش بھی ٹھنڈک ہی ہے مری تن بدن مین آہ
جب سے کہ روبرو وہ رخِ آتشین نہین

اُس بن جہان مین کچھ نظر آتا ہے اور ہی
گویا وہ آسمان نہین اور وہ زمین نہین

کیا جانے کیا وہ اُس مین ہے ٹوٹے ہے جس پہ جی
یون اور کیا جہان مین کوئی حسین نہین

سُنتا ہے کون کس سے کہون دردِ بیکسی
ہمدم نہین ہے کوئی مرا ہمنشین نہین

ہر چند ہے بلطفِ شبِ ماہ سیرِ باغ
اندھیر پر یہی ہے کہ وہ مہ جبین نہین

آنکھون کی راہ نکلے ہے کیا حسرتون سے جی
وہ روبرو جو اپنے دمِ واپسین نہین

طوفانِ گریہ کیا کہون کس وقت ہمنشین
موجِ سرشک تا فلکِ ہفتمین نہین

حیرت ہے مجکو کیونکہ وہ جرأت ہے چین سے
جس بن قرار جی کو ہمارے کہین نہین

غزل سودا

گدا دستِ اہلِ کرم دیکھتے ہین
ہم اپنا ہی دم اور قدم دیکھتے ہین

نہ دیکھا جو کچھ جام مین جم نے اپنے
سو اک قطرۂ مے مین ہم دیکھتے ہین

یہ رنجش مین ہمکو ہے بے اختیاری
تجھے تیری کھا کر قسم دیکھتے ہین

غرض کفر سے کچھ نہ دین سے ہے مطلب
تماشائے دیر و حرم دیکھتے ہین

حبابِ لبِ جو ہین اے باغبان ہم
چمن کو ترے کوئی دم دیکھتے ہین

نوشتے کو میرے مٹاتے ہین رو رو
ملائک جو لوح و قلم دیکھتے ہین

خدا دشمنون کو نہ وہ کچھ دکھاوے
کہ جو دوست اپنے سہی ہم دیکھتے ہین

مٹا جائے ہے حرف حرف آنسوؤن سے
جو نامہ اُسے کر رقم دیکھتے ہین

اکڑ سے نہین کام سنبل کے ہمکو
کسی زلف کا پیچ و خم دیکھتے ہین
ستم سے کیا تو نے ہمکو یہ خوگر
کرم سے ترے ہم ستم دیکھتے ہین
اگر تجھسے رنجیدہ خاطر ہے سودا
اُسے تیرے کوچے مین کم دیکھتے ہین

غزل احسان

کہیے کیونکر طفل اشک اپنے گلے کے ہار ہین
اُس کے ماننے کے تو کچھ لڑکے ہی ناہموار ہین
جسکے خاطر دشمن جان یار اور اغیار ہین
ہائے ری قسمت کہ وہ ہی ہمسے اب بیزار ہین
چھیڑ تو دیکھو سُنا کر تجھکو غیرون سے کہا
آج عاشق ہمکو صدقے کے لیے درکار ہین
چشم پوشی تیری مذہب مین ہی کیا عین فخر اب
ہمسے یون پرہیز تجھکو اور یہ ہم بیمار ہین
یا خدا اپنے کرم سے تو کسی موسیٰ کو بھیج
سیکڑون مانندِ فرعون اب تو دعویدار ہین
فائدہ اس کج ادائی کا نہ سمجھا مین کبھی
یہ الف قد راستی کہنے سے کیون بیزار ہین
لاغری کی کچھ نہایت ہی کہ مین تصویر بھی ہون
اور مجکو ڈھونڈھتے پھرتے مرے غمخوار ہین
شیخ جی کے ہم ہین قائل کیا ہی اک دانا ہے یہ
سبحہ کے پردے مین وہ پہنے ہوئے زنار ہین
آتشِ دوزخ تلک مجبور ہے ہمسے کہ ہم
خانہ زادِ دودمان احمدِ مختار ہین
مے سے مین توبہ کرون استغفر اللہ سب غلط
نامِ توبہ سے سدا ہم پڑھتے استغفار ہین
اہلِ دین ہم جانکر بہر زیارت تھے گئے
حضرتِ احسان کو دیکھا ایک دنیادار ہین

غزل انشا

دھوم اپنی ترے دیوانے مچا سکتے ہین
کہ ابھی عرش کو چاہین تو ہلا سکتے ہین
مجھسے اغیار کوئی آنکھ ملا سکتے ہین
منھ تو دیکھو وہ مرے سامنے آ سکتے ہین
وہ یہان آتش نفسان کہ بھرین آہ تو جھٹ
آگ دامان شفق کو بھی لگا سکتے ہین
سوچیے تو سہی ہٹ دھرمی نہ کیجیے صاحب
چٹکیون مین مجھے کب آپ اُڑا سکتے ہین
حضرت دل تو بگاڑ آئے ہین اُسکو لیکن
اب بھی ہم چاہین تو پھر بات بنا سکتے ہین

شیخی اتنی نہ کر اے شیخ کہ رندان جہان
انگلیون پر تجھے چاہین تو نچا سکتے ہین

تو گروہِ فقرا کو نہ سمجھ بے جبروت
ذات مولائی مین بھی لوگ سما سکتے ہین

چارہ ساز اپنے تو مصروف بدل ہین لیکن
کوئی تقدیر کے لکھے کو مٹا سکتے ہین

ہے محبت جو ترے دل مین وہ اک طور پہ ہے
ہم گھٹا سکتے ہین اُسکو نہ بڑھا سکتے ہین

کرکے جھوٹا نہ دیا جام اگر تو نے تو چل
مارے غیرت کے بس افیون تو کھا سکتے ہین

ہمنشین تو جو یہ کہتا ہے کہ قدغن ہے بہت
اب وہ آواز بھی کب تجھکو سُنا سکتے ہین

اپنی آواز سُنا دین تجھے در تک آکر
اپنے پانونکے کڑون کو تو بجا سکتے ہین

ایک ڈھب کے جو قوافی ہین ہم اُنمین انشا
اک غزل اور بھی چاہین تو سُنا سکتے ہین

غزل غالب

دھوتا ہون جب مین پینے کو اُس سیمتن کے پانون
رکھتا ہے ضد سے کھینچکے باہر لگن کے پانون

مرہم کی جستجو مین پھرا ہون جو دور دور
تن سے سوا فگار ہین اُس خستہ تن کے پانون

اللہ رے ذوقِ دشت نوردی کہ بعد مرگ
ہلتے ہین خود بخود مرے اندر کفن کے پانون

ہے جوشِ گل بہار مین یانتک کہ ہر طرف
اُڑتے ہوے اُلجھتے ہین مرغ چمن کے پانون

شب کو کسی کے خواب مین آیا نہو کہین
دُکھتے ہین آج اُس بتِ نازک بدن کے پانون

غالب مرے کلام مین کیونکر مزا نہو
پیتا ہون دھو کے خسرو شیرین سخن کے پانون

غزل نظیر

کل نظر آیا چمن مین اک عجب رشکِ چمن
گل رخ و گلگون قبا و گلعذار و گلبدن

مہر طلعت حور پیکر مشتری رو مہ جبین
سیمبر سیماب طبع و سیم ساق و سیم تن

نازنین ناز آفرین نازک بدن نازک کمر
غنچہ لب رنگین ادا شکر دہان شیرین سخن

زلف و کاکل خال و ابرو کی ہین یہ چارون غلام
مشک تبت مشکِ چین مشک خطا مشک ختن

مبتلا اسکے ہوتے ہین وہی جو اے نظیر
بے قرار و دل فگار و خستہ جان و بے وطن

غزل مضطر

پھیکی اس لب سے ہوئی لعل بدخشان کی شان
رشک سے خون جگر کھا گئی مرجان کی جان

شاخ گل رقص مین ہے وجد مین آئی ہے نسیم
کف نے تان لگ ہین سُن بلبل بستان کی تان

بت کے پوجے سے جو مقصد نہ بر آوے تیرا
گور کو جا کے کسی پیر مسلمان کی مان

کُنہِ ذات مین جب فکر کیا انسان نے
ہوش اسکا یہ ہوئے صاحب عرفان کی نان

حادثۂ دہر سے امداد نہو نا مضطر
تیغ ہمت کو چڑھا لیجے اوسان کی سان

غزل ناسخ

ماہِ نو ہی مثل ابرو لیکن اسکا رو نہین
ماہِ کامل صورتِ رو ہی مگر ابرو نہین

کونسا تن ہی کہ مثل روح جسمین تو نہین
کون گل ہی جو ترا مسکن برنگ بو نہین

مشک مین خوشبو ہی پیچ و تاب مثل مو نہین
پیچ ہین سنبل مین مثل مو مگر خوشبو نہین

جامِ نرگس مین کہان شبنم جو نکلے آفتاب
یار کے آگے مری آنکھون مین اک آنسو نہین

یادِ گیسو مین ہوا سیراب دیکھی سا بدن
مجھ پہ پھبتی ہی کہین مو باف مین گیسو نہین

جسم ایسا گھل گیا ہے مجھ مریضِ عشق کا
دیکھکر کہتے ہین سب تعویذ ہے بازو نہین

دیکھے ہین ہنستے ہین جسدن سے درِ دندان یار
چین مثلِ گوہر غلطان کسی پہلو نہین

عشق مین بدمست ہوتین پر کوئی واقف نہین
نشہ ہی جام مے الفت مین لیکن بو نہین

زلفِ جانان مین نہین کوئی دلِ وحشی اسیر
یہ عجب تاتار ہے جو ایک بھی آہو نہین

ہوگیا ہے یہ قران آفتاب و ماہِ نو
یار کے رخسار آتش رنگ پر ابرو نہین

ہوگیا ہے مثلِ مو تارِ نگہ اپنا سیاہ
آگے آنکھون کے صنم جب سے ترے گیسو نہین

رات دن ناقوس کہتے ہین بآوازِ بلند
دیر سے بہتر ہی کعبہ گر بتون مین تو نہین

قمریان دیوانی ہین کیونکر گلے ڈالین نہ طوق
باغ مین اک سرو مثلِ قامت دلجو نہین

غزل آتش

آرزو ہے تجھے سجدے سحر و شام کرین ہمہ تن ہو کے زبان ورد ترا نام کرین
میرے ماتم مین نہ کپڑے وہ سیہ فام کرین خود بھی رسوا ہون مجکو بھی بدنام کرین
گریۂ شادی مینا سے ہے ظاہر ہوتا حال پر صوفیون کے خندہ زنی جام کرین
کوچۂ یار کا ہین پانون ارادہ رکھتے کعبۃ اللہ کے چلنے کا سرانجام کرین
منھ تیساری ہوئے ہین ہم بھی مزہ چکھنے کو پختگی تو کہین پیدا ثمر خام کرین
مست رکھتی ہے تری گردش چشم اے ساقی وہ نہین ہم کہ جو تجھ سے طلب جام کرین
رخ روشن مین ہے خورشید قیامت کی چمک حشر برپا ہو وہ دیدار اگر عام کرین
دل مین کچھ یاد نیا کفر بتون کا ہے خیال خلوت خاص کو کیا بارگہ عام کرین
اک طرح حسن رخ و زلف جنھین تو دکھلائے نشۂ عشق سے مستی سحر و شام کرین
شب کو جاتا ہون تو منھ پھیر کے ڈھکتے ہین نیند آئی ہے ہمین آپ بھی آرام کرین
بیٹھکر گوشۂ عزلت مین نہ بولی اتنا چھوٹ قصد ہٹ پڑنے کا آتش در و بام کرین

غزل مومن خان

ہو گئی گھر مین خبر ہے منع وان جانا ہمین وہ بھی رسوا ہو خدا جس نے کیا رسوا ہمین
دمبدم رونا ہمین چارون طرف تکنا ہمین یا کہین عاشق ہوئے یا ہو گیا سودا ہمین
یہ ستم صیاد کا کیا التفات آمیز تھا بند کرنے کو قفس مین دام سے چھوڑا ہمین
یار تھے یا دشمن جان تھے الٰہی چارہ گر لیچلے مرتے ہی زندان سے سو صحرا ہمین
طالع برگشتۂ بخت خفتہ مت پوچھو کہ ہم غش پڑے تھے پھر گیا وہ جانکر سوتا ہمین
تو مجانے عشق بازی اور ہم نادان ہین بے سمجھ کہتا ہے ناصح تو نے کیا سمجھا ہمین
یہ ستم کیا غیر پر کرتا وہ سچ پوچھو تو ہے یاس کے ناز بجا ہے شکوہ بیجا ہمین
کیا کہین ہم رہ گئے حیران تجھکو دیکھکر آگیا دل یاد اے آئینہ رو ایسا ہمین
اہل ماتم اپنے رونین کسطرح منھ ڈھانپ کر مرد مرتے پاس اس کے وہ نشین کا تھا ہمین

ہے نازک طبع سو کب اٹھ سکے بیداد چرخ
مر گئے مضمونِ ہجرِ یار جو سوجھا ہمین

مومن انکا تو نہ تھا لتے ہین ہرگز اختیار
یہ شکایت ہی خدا سے اور بتون سے کیا ہمین

غزل نصیر

قدم نہ رکھ مری چشمِ پُر آب کے گھر مین
بھرا ہے موج کا طوفان حباب کے گھر مین

کہے ہے دیکھکے وہ عکسِ رخ بساغرِ مے
نزولِ ماہ ہوا آفتاب کے گھر مین

مدام رند کرین کیون نہ آستان بوسی
حرم ہے شیخ مشیخت مآب کے گھر مین

ہمارے دل مین کہان آبلے ہین ای ساقی
چُنے ہوئے ہین یہ شیشے شراب کے گھر مین

تڑپ کو دیکھ مرے دل کی برق آتش بار
خجل ہو چھپ گئی آخر سحاب کے گھر مین

دلا نہ کیونکہ کرون اختلاط کی باتین
حجاب کیا ہی اب اُس بے حجاب کے گھر مین

نصیر دیکھ تو کیا جلوۂ خدائی ہے
ہماری اُس بتِ خانہ خراب کے گھر مین

غزل معروف

مین رنج محبت کبھی راحت سے نہ بدلون
عیشِ دو جہان اُسکی مصیبت سے نہ بدلون

تجھسے کبھی یوسف کو اگر بدلے زلیخا
زندان مین پڑون پر کسی صورت سے نہ بدلون

یہ رنگِ رخ زرد جو اب دیکھو ہو میرا
قارون بھی اگر بدلے تو دولت سے نہ بدلون

گر لاکھ کوئی مجھ پہ قیامت کرے برپا
تو بھی تری قامت کو قیامت سے نہ بدلون

اس عشق کی رسوائی مین ہی یہ مری عزت
حرمت سے کوئی بدلے تو حرمت سے نہ بدلون

مالوف ہی دل اس غمِ الفت سے یہانتک
گر بدلون خوشی سے غمِ الفت سے نہ بدلون

دے خضر اگر چشمۂ حیوان بھی تو ہرگز
واللہ تری چشمِ عنایت سے نہ بدلون

جنت کو اگر بدلے کوئی اُسکی گلی سے
مرجاؤن ولی تو بھی مین جنت سے نہ بدلون

تو چاہے کہ ای شعلہ خو اب بدلے یہ کروٹ
یہ یاد رہے تیری شرارت سے نہ بدلون

ایسی ہی حلاوت ترے بوسے کی شکر لب
مین نزع مین بھی قند کے شربت سے نہ بدلون

معروف مرے پاس ہے وہ گنج قناعت | اسکندر و دارا کی بھی شوکت سے نہ بدلون

غزل میر تقی

جنون مین کی باتین دشت اور گلشن مین جب چلیان | نہ چوب گل نے دم مارا نہ چھڑیان بید کی ہلیان
گریبان شور محشر کا اُڑایا دھجیان کر کر | فغان پر ناز کرتا ہون کہ ہلچل ہے تیری ہاتھ ہلیان
تفاوت کچھ نہین شیرین و شکر اور یوسف مین | سہی معشوق گر پوچھے تو سبھی کی ہین لیلیان
ترے غمزے نے جور و ظلم سے آنکھین غزالونکی | بیابان مین دکھا مجنون کو آنکھونکے تلے ملیان
چمن کو آج مارا ہی بیا ہے رشک گلشن نے | کہ بلبل سر پٹکتی ہے نہین منھ کھولتی کلیان
مری آہ سحر کی برچھیان سختی کی تڑیون پر | نگاہین کرکے گرپڑتی ہین بجلی کی بھی اچپلیان
صنم کی زلف مین کوچہ ہے سربستہ ہراک مو پر | نہ دیکھی ہونگی تو نے خضر یہ ظلمات مین گلیان
دیوانہ ہو گیا تو میر آخر ریختہ کہکر | نہ کہتا تھا مین اے ظالم کہ یہ باتین نہین بھلیان

غزل انشاء اللہ خان

حیف ایام جوانی کے چلے جاتے ہین | ہر گھڑی دن کیطرح ہم بھی ڈھلے جاتے ہین
سامنے آنکھونکے دستہ ہے چمن نرگس کا | کہکے آتا ہون ابھی آپ چلے آتے ہین
ہاتھ کیا پھیرو ہو عارض پہ ابھی کیا ہے وہان | خط کا کچھ دخل نہین گال تلے جاتے ہین
یاد مین اُس خط نوخیز کے جون دانہ ملخ | اشک سبز آنکھون سے ہر وقت بہے جاتے ہین
آسیا آب کی ہے چشم تر اپنی جس سے | روز چھاتی پہ مری مونگ دلے جاتے ہین
گر ہو آپ جو ٹک ٹھٹھے ہین انشا سے کبھی | آتش رشک سے اغیار جلے جاتے ہین

غزل نظیر

صفائی اُسکی جھلکتی ہے گورے سینے مین | چمک کہان یہ الماس کے نگینے مین
نہ موتی ہے نہ کناری نہ گوکھرو اُس پر | سجی ہے شوخ کی انگیا بنت کے سینے مین
جو پوچھا مینے کہان تھی تو ہنسکے یون بولی | مین لگ رہی تھی اس انگیا موئی کے سینے مین

پڑا جو ہاتھ مرا سینے پر تو ہاتھ جھٹک
پکارے آگ لگے آہ اس قرینے مین

جو ایسا ہی ہے تو اب روز ہم نہ آوینگے
کبھو جو آئے تو ہفتے مین یا مہینے مین

کبھو ٹنک کبھو بس بس کبھو پیالہ ٹنک
دملغ کرتے تھے کیا کیا شراب پینے مین

چڑھی جو دوڑ کے کوٹھے پہ وہ پری اکبار
تو مین نے جا لیا اسکو ادھر کے زینے مین

وہ پہنا کرتی تھی انگیا جو سرخ لاہی کی
لپٹ کے تن سے وہ تر ہو گئی پسینے مین

یہ سرخ انگیا جو دیکھی ہے اسکی سبھی کی نظیر
مری تو آگ سی کچھ لگ رہی ہے سینے مین

غزل غالب

ہیگا جو ناز و ادا اس بت لاثانی مین
ایک بھی بات نہ تھی یوسف کنعانی مین

عشق مین دیتا ہون اس لیلی کی کاوش جان کو
دسترس ہے یہ کہان قیس بیابانی مین

چرخ نے پنبۂ مہتاب کو کانون مین دیا
سوزش نالۂ شبگیر مری اشک کی طغیانی مین

جان مردونکی پھرے لب سے جو نکلے دشنام
کیا مسیحائی ہے اس لعل بدخشانی مین

کار شمشیر کا کرتا ہے خیال ابرو
داغ اسکا ہی ازل سے مری پیشانی مین

پہنکر جو دیگا خوش شال دوشالہ کوئی
ہم بھی ہین شاد ہی غالب تن عریانی مین

غزل رضا

خواہ نزدیک رکھو خواہ رکھو دور ہمین
دیکھنا ایک نظر تم کو ہے منظور ہمین

صورت حق تو ہر آئینہ مین ہی جلوہ نما
دیدہ حیرانی سی اپنے نہین مقدور ہمین

دشت گلشن کی کرے سیر یہ کسکا دل ہے
اس تکالیف سے یارو رکھو معذور ہمین

ہجر کی رات تو ٹلتی ہی نہین ہے یارب
کیا دکھاوے گی اب آخر شب دیجور ہمین

اب تڑپنے کی بھی طاقت نہ رہی ہمکو رضا
اسقدر آہ کیا ضعف نے رنجور ہمین

غزل شاہ عالم

عاجز ہون تری ہاتھ سے کیا کام کرون مین
گر چاک گریبان تجھے بدنام کرون مین

رم رہتا ہی ای تندخو گو اب کی تو مجھ سے
پر دیکھ تو کیسا ہی تجھے رام کردن مین

اس دورِ جہا مین مجھے سب شکوہ تجھی سے
کیون مجھ گلہ گردشِ ایام کردن مین

حیران ہون ترِی ہجر مین کسطرح سے پیارے
شب وز کو اور صبح کے تئین شام کردن مین

آوے جو تصرف مین مری میکدہ ساقی
یکدم مین خمون کے خمِ انعام کردن مین

مجکو شہ عالم کیا اُس رب نے نہ کیونکر
اللہ کا شکرانہ اکرام کردن مین

غزل درد

مژگانِ تر ہون یا رگِ تاکِ بُریدہ ہون
جو کچھ کہ ہون سو ہون غرض آفت رسیدہ ہون

کھینچے ہے دور آپ کو میری فروتنی
افتادہ ہون پہ سایۂ قدِ کشیدہ ہون

ہر شام مثلِ شام ہون مین تیرہ روزگار
ہر صبح مثلِ صبح گریبان دریدہ ہون

کرتی ہے بوے گل تو مری ساتھ اختلاط
پر آہ مین لو موجِ نسیمِ وزیدہ ہون

یہ چاہیے ہے اب طپشِ دل کہ بعدِ مرگ
کنجِ مزار مین بھی نہ مین آرمیدہ ہون

اے درد جا چکا ہے مرا کام ضبط سے
مین غمزدہ تو قطرۂ اشکِ چکیدہ ہون

غزل سمجھو

یون وہ رخ ہے نقاب مین روشن
ماہ ہے جون سحاب مین روشن

اُسکی ہنسی مین یہ بلاق نہین
شمع ہے آفتاب مین روشن

جام مے مین ہے عکس چہرۂ یار
یا چراغ آفتاب مین روشن

اُسکے گورے بدن مین لال لباس
دیکھو آتش ہے آب مین روشن

ساتھ رہتا ہے فندق پا سے
تیغ شاخ سر رکاب مین روشن

سوز سے ہے برنگِ شمع مرا
نام ہے شیخ و شاب مین روشن

یون سدا روؤگے تو پھر سمجھو
آنکھین دیکھوگے خواب مین روشن

غزل حسین

مین عشوہ زدہ کوچہ و بازار کھڑا ہون — لالہ کی طرح داغ سا گلزار کھڑا ہون
قاتل تو مرے قتل کا اندیشہ نہ کر آہ — کر قتل مجھے مین بھی تو تیار کھڑا ہون
افسوس تری وصل کی شب مجھکو تو کب ہو — مین منتظر اس بات کا دلدار کھڑا ہون
مجلس مین تری خالی کیے شیشے جو مستان — مین بھی تو ترے چشمون کا خمار کھڑا ہون
ملنے کا حسین اسکے یہ پیغام مجھے ہے — عہد کے لیے بر سر اقرار کھڑا ہون

غزل سوز

شہد نہین جیسے مگس ہم حرص مین پابند ہین — وا ہی غفلت اس سے نادان ہین جو خرسند ہین
رزق کا ضامن خدا شاہد کلام اللہ ہے — بیشتر اپنی صورتونکے رہ حاجتمند ہین
مقبرون مین دیکھتی ہین اپنی ان آنکھون سے روز — ق — یہ برادر یہ پدر یہ خویش یہ فرزند ہین
تو بھی رعنائی سے ٹھوکر مار کر چلتے ہین یان — سوچتے اتنا نہین ہم خاک کی پیوند ہین
جب تلک آنکھین کھلی ہین کچھ نہ دیکھے ہائے یا — مند گئین جب انکھڑیان تب سو سب آئند ہین

غزل سلطان

کل یہ بستر تھے نشتر تجھ بن — ایک آفت تھی رات بھر تجھ بن
میرے حق مین تو وہی دوزخ ہی — جاؤن مین خلد مین اگر تجھ بن
کفر کسکا ہے اور کیا اسلام — آپ اپنی نہین خبر تجھ بن
ہو درخت امید بار آور — عمر کا کچھ نہین ثمر تجھ بن
آ رہی ہے لبون پہ جان حزین — دم کا دم مین نہین اثر تجھ بن
تو ہی اے ماہ ایک ہمدم ہے — کون لیجاوے وان خبر تجھ بن
گر مین سلطان ہفت کشور ہون — لیک مفلس ہون سیمبر تجھ بن

غزل حاجی

تکتی ہے تری آنکھ کو اے یار چمن مین — کیا چپکی کھڑی نرگس بیمار چمن مین

ہو جائیگی بیزار ہر اک پھول سی بلبل
تو جا جو ہوست زینتِ گلزار چمن مین

جو آج تو آئی ہے صبا اور طرح سے
شاید کہ وہ پہونچا ہے طرحدار چمن مین

ہم وحشیون کا رہیو بیابان سلامت
اب سیر سے مطلب ہے نہ کچھ کار چمن مین

تاکید ہو دربانون مین یہ باغ مین جاکر
آجائے نہ حاجی یہ خبردار چمن مین

غزل عاشق

دونون رخسار ماہ پارے ہین
ابرو اور خال چاند تارے ہین

مین نے دو بول کہکے ہارے ہین
تم ہمارے ہو ہم تمھارے ہین

نہین بوندین عرق کی چہرہ پر
چاند کے منھ پہ یہ ستارے ہین

ایکباری تو خواب مین آو
کب سے مشتاق ہم تمھارے ہین

چین مجلس مین آنکھ مارو ہو
سچ بتاؤ یہ کیا اشارے ہین

راتین کاٹی ہین تارے گن گن کے
تنکے چرچ چون کے دن گذارے ہین

جنکو کہتے ہین غولِ صحرائی
وہ مری آہ کے شرارے ہین

پیچ مین کسکو لاؤگے صاحب
بال کسکے لیے سنوارے ہین

دل بیتاب کو دو نیم کیا
تیرے ابرو نہین یہ آرے ہین

عاشق ہمنے سو اسپہ پیرو کیے
ہو گئے سب عدو ہمارے ہین

غزل رونق

تابکے ضبطِ فغان آہ مجھے تاب نہین
ناصحا صبر کی واللہ مجھے تاب نہین

رکھے یان شکر و شہد مین کہین مانند کتان
بس تری دید کی ای ماہ مجھے تاب نہین

صنمو دل سے سناؤ رہے تمثال ٹھان
بت پرستی کی اب اللہ مجھے تاب نہین

حوصلہ تنگ ہو یان بیہودہ گوئی تا چند
بس زبان کیجیے کوتاہ مجھے تاب نہین

ہمنشین چاہ مین یوسف جو پھنسا ہای غضب
اُٹھے دنیا سے کہین چاہ مجھے تاب نہین

جی ہی کھویا غم پروانے مین رو دی رو دی
آہ اے شمع سحرگاہ مجھے تاب نہین

غم ہجران سی ہوئی رونق بیدل کو نجات
آگے غمخواری کی یاشاہ مجھے تاب نہین

غزل سودا

باتین لگی کرنے وہ تری بھولی بھولیان
دل لیکے بولتا ہے جواب تو یہ بولیان

ہر بات ہی لطیفہ و ہر اک سخن ہے رمز
ہر آن ہے کنایہ و ہر دم ٹھٹھولیان

حیرت نے اسکو بند نکرنے دی پھر کبھو
آنکھین جس آدمی نے تری منھ پہ کھولیان

انداز گل یہ ہو نہ قبا اس برے سے چاک
جون خوش چھونکی تن پہ مسکتی ہین چولیان

ساقی ہو شیخ کہ تجھ بن اس ابر بہار مین
پڑتے ہین تگرگ برستی ہین گولیان

کسطرح ہووے آنکھونکی کاوش سے دلکو چین
مژگان نہ کرسکین تو نگاہ پڑتی بولیان

کیا چاہیے تجھے سر انگشت پہ حنا
جس بیگنہ کے خون مین چاہین ڈبولیان

جون برف ہو گئے ہین خنک تبان ہند
اسنسے تو بلکہ گرم ہین کابل کی بولیان

سودا کی دل سے صاف نرہتی تھی زلف یار
شانے نے بیچ پڑکے گرہ اسکی کھولیان

غزل صمصام

رات دلبر نے جو آنکھونسی ملائین آنکھین
خانۂ چشم مین بھولی نہ سمائین آنکھین

ہم اسیرون کو نہ کچھ گل سے نہ گلشن سے خبر
پھنس گئے دام مین کھلنے بھی نپائین آنکھین

منھ ملا دل کو پھنسا دور ہوے آخر کار
دیکھ مین دیکھا تو کچھ کام نہ آئین آنکھین

کس بد آموز کی صحبت کی ہے یارب تاثیر
آج کچھ شوخ کی بے ڈھب نظر آئین آنکھین

اور دنیا مین طرحدار نہ تھا کیا صمصام
ایسے بے مہر سے تو نے جو لگائین آنکھین

غزل احسن

صبح سے شام تلک تا بہ سحر روتے ہین
اتفاق آنکھونکے ہمارے یہ گہر ہوتے ہین

جادو کرتا ہی رقیب ہم پہ تو کیا ہوتا ہے
سامری کے کہین موسیٰ پہ سحر ہوتے ہین

بیوفائی کا بتون کے جو کرے ہی شکوہ
کیا جہان مین نہین بے ثمر شجر ہوتے ہین

اسقدر روتے ہین شب کو بیتان مین جا کر
نالہ سے نالے و گریہ سے بحر ہوتے ہین

عدو جلتے ہین ترے شعر کو سنکر احسن
دوست کہتے ہین کہین ایسے بھی شعر ہوتے ہین

غزل نظیر

کیون نہو بام پہ وہ جلوہ نما تیسرے دن
ماہ بھی چھپ کے نکلتا ہے دلا تیسرے دن

ہاتھ سے اپنے قلم رشک مسیحا رکھدے
نسخے بدلے ہین جہان کے حکما تیسرے دن

غرقِ دریاے محبت کی نہین ملتی لاش
ورنہ ڈوبا ہوا نکلے ہی سدا تیسرے دن

دل بیمار رہے عشق مین کیونکر سرسبز
خاک ہی دانے کو ہے نشو و نما تیسرے دن

چھیڑ مت زلف کے مار کو تو دریا مین ہنوز
سانپ کے کاٹے کو دیتے ہین بہا تیسرے دن

تین دن چشم کے بیمار کا کرا اپنے علاج
ہو گی معلوم ہے تاثیر دوا تیسرے دن

لوگ کہتے ہین کہ ہین پھول ترے کشتے کے
مہندی ہاتھونکو تو قاتل نہ لگا تیسرے دن

عمر اک ہفتہ نہین باغ مین ای گل مت پھول
رنگ بدلے ہے زمانے کی ہوا تیسرے دن

چار حرف اس بت پر خون کے اوپر بھیج نظیر
آپ سے آپ جو ہوتا ہے خفا تیسرے دن

غزل عبد اللہ

شب کٹی ہجر مین اور دن کٹا غمخواری مین
کھو دیا دل کو عبث یار کی عیاری مین

جسے دیکھا اسے خود مطلب و خودغرض پایا
آشنا پورا نہ دیکھا مین کہین عیاری مین

کم سنا عشق مین ہوگا جو سنا ہوگا کہین
گھر دیا سر دیا اور دل دیا دلداری مین

ذبح کرنے سے مرے فائدہ کیا تجھکو بلا
ہاتھ کیا آیا ترے ایسی ستمگاری مین

قیس و فرہاد سے لاکھون ہین یہان عبد اللہ
آخرش مر ہی گئے عشق کی بیماری مین

غزل جہادی

شب وصال مین کیا یار سے دوچار ہون مین
رہا فراق مین جیتا تو شرمسار ہون مین

منع نہ کر مجھے رونے سے اے گل خوبی — چمن ہے کوچہ ترا ابر نو بہار ہون مین
مجھے خیال جو بت صید افگنی کا ہے — لگا دے تیر مجھے مفت کا شکار ہون مین
جو دیکھی ہو ترے کانون کے بالے کی مچھلی — مثال ماہی کے بے آب و بیقرار ہون مین
جو تیری تیغ جہادی نہ مجھسے منھ موڑے — تو پہلے وار مین دریاے غم کے پار ہون مین

غزل آصف

ترے تیغ جب ہم علم دیکھتے ہین — وہین سر کو اپنے قلم دیکھتے ہین
جو جلوہ صنم تجھ مین ہم دیکھتے ہین — خدائی خدائی مین کم دیکھتے ہین
تو جلدی سے آ ورنہ میری مسیحا — کوئی دم مین راہ عدم دیکھتے ہین
گذرتے ہین سو سو خیال اپنے دل مین — کسی کا جو نقش قدم دیکھتے ہین
جو چاہون لکھون کچھ مین احوال دل کا — تو ہاتھون کو اپنے قلم دیکھتے ہین
ملے تم ہو میرے رقیبون سے جاکر — ہمہی ہین کہ سو سو ستم دیکھتے ہین
بہت جھوٹے وعدے کیے تو نے ہمسے — بھلا ہم تو تیری قسم دیکھتے ہین
تو آوے نہ آوے میان ہم تو ہر — تری راہ تا صبحدم دیکھتے ہین
بتون کی گلی مین شب و روز آصف — تماشا خدائی کا ہم دیکھتے ہین

غزل نظیر

تفرقہ ہوتا ہے ایسا بھی گل اندام کہین — مے کہین شیشہ کہین ساقی کہین جام کہین
دل کی بیتابی نہین ٹھہرنے دیتی ہے مجھے — دن کہین رات کہین صبح کہین شام کہین
ایک دل دیجیے کس کس کو سبھی مانگتے ہین — بندی اور بالے کہین زلف سیہ فام کہین
نامہ بر نامہ لکھون یا مین زبانی کہدون — خط کے پرزے پہ لکھون قاصدا تام کہین
دل بھی اور جان کفایت نے سبھی کی ہے نظیر — گل کہین غنچہ کہین بلبل بدنام کہین

غزل فیض

خطِ جادہ ہون یا مین نقشِ پا ہون
غرض اُفتادگان کا رہنما ہون

جو ناکارہ ہون یا مین کام کا ہون
تمھارا ہون بھلا ہون یا بُرا ہون

کہون کیا اپنے جینے کی حقیقت
جو اکثر خوش ہون بسبب ناخفا ہون

عبث رکھتے ہین مجھپر تہمت مرگ
بہت راتون جگا تھا سو رہا ہون

کہے ہے شخص کوئی عکس کوئی
خداوندا نہین معلوم کیا ہون

نہ پہچانو مجھے گر آپ کو کیا
مگر مین آپ کو پہچانتا ہون

تامل شرط ہے ای اہلِ معنی
کتابِ فقر کا مین حاشیا ہون

نگر اُس چشم کا پھر مجکو بیمار
ابھی ای فیض مر کے جیا ہون

غزل ہدایت

ہین خطِ تقدیر سے یہ سب کی سب پیشانیان
پیشوا تی ہین یہی باتین جو ہین پیش آئینان

غیر نے باتین جو کچھ کین تو نے وہ سب مانیان
اور ہم سے تیری اے لالہ یہ نافرمانیان

دیکھ صورت کو ترے آئینہ سا مین رہ گیا
چشم تھی حیرت زدہ جون دیدہ قربانیان

بے نصیبی سے نہ پہونچے منزلِ مقصود کو
خاک کرا راہ دشت صحرا ہمنے کیا کیا چھانیان

کھینچ سکتا ہے مصور یہ کوئی ناز و ادا
مانی و بہزاد نے بھی تیری آئین مانیان

گاہ گریان گاہ نالان گاہ خندان گہ خموش
ہم دیوانو کی ہین باتین سب کچھ دیوانیان

میری ہی سر کی قسم تجکو ہدایت سچ بتا
کس سے سیکھی چشم تیری یہ گہر افشانیان

غزل رحمت

ساری جسم مین خوب کہاتی ہی یہ زبان
ہر اک کو دوستدار بناتی ہی یہ زبان

مجلس مین سور شار مچاتی ہی یہ زبان
باہم کے فقرہ فقرہ بناتی ہی یہ زبان

پھر جو کوئی نہ قید کرے اس زبان کو
جوتی کسیہ بازار کھلاتی ہی یہ زبان

اے یار دل ندی گسی بے قدر کے تئین
ہر کار بھی بدکار بتاتی ہی یہ زبان

رحمت خدا کی اُسپہ جسنے کہی ہین بیت
حق کی ثنا و وصف بتاتی ہے یہ زبان

غزل انشا

جون صبا اگر جا ملین زنجیری ٹوٹ جائین
مجھکو جو گھورین الٰہی انکو دیدے پھوٹ جائین

اُسنے کیا کوئی برا آدمی جو ذرا سی بات پر
آگ ہی ہو کر اُٹھین اور اپنے ماتھے کوٹ جائین

در بلا بودن بہ از بیم بلا مشہور ہے
کاش جو ہونی ہو جلدی ہم بلا سے چھوٹ جائین

بزم خوبان مین نہ انشا ایک سے آنکھین لڑا
خاطرین نازک بہت اُنکی ہین شاید ٹوٹ جائین

غزل ناسخ

ہے عجب طرح کی وحشت ترے دیوانے مین
جی نہ آبادی مین لگتا ہے نہ ویرانے مین

ہون وہ میکش کہ نہ مستی مین کہون راز کبھی
لاکھ قلقل کہے شیشہ مجھے میخانے مین

آفتاب اسمین اگر آوے تو آبن جاوے
نور کا دخل نہین میرے سیہ خانے مین

حشر تک جی ہی مین بیہوش رہون اے ساقی
کاش مے بھر دی مرے عمر کے پیمانے مین

نازکی سے ہوا قاتل مری حالت کا شریک
یان لگا زخم تو وان درد اُٹھا شانے مین

کس طرح طائرِ دل ہو ترے چہرے پہ نثار
شمع رو طاقتِ پرواز ہے پروانے مین

بال توڑے ہے تری زلفون سے نہ بد ذہنی مین
حس مرے ہاتھ کے مانند ہو گر شانے مین

عشق مین دل نے پھنسایا تو ہوا غیر نکو رنج
نہین اپنے مین مروت جو ہے بیگانے مین

پارۂ شیشۂ دل نصب ہو ہر روزن مین
کیجیے عیش زمستان مری کاشانے مین

یان تو بجلی بھی سنبھل جاتی ہے گرتے گرتے
شمع کے گھر مین قدم کیا مری ویرانے مین

نوش کر شوق سے دل کھول کے صرفہ کیا ہے
خوف بدہضمی کا ناسخ نہین کھانے مین

غزل کمتر شاہ

خریدار سے کب نہان بیچتا ہون
متاع دل اپنا عیان بیچتا ہون

خریدار تم ہو لیا چاہتے ہو
مین دل بیچتا ہون مین جان بیچتا ہون

زلیخا سا گر ہو خریدار یوسفؑ
تو مین سبکا سب کاروان بیچتا ہون

کہا مجھ سے قاتل نے سر بیچتا ہے
کہا مین نے اے مہربان بیچتا ہون

اگر تو مرے چھیڑنے کو ہے کہتا
نہین بیچتا ہون تو ہان بیچتا ہون

بکا نام پر اُسکے وان مین تو کمتر
اب آگے رہا کیا جو یان بیچتا ہون

غزل نظیر

لیتا ہی جان میری تو مین سربدست ہون
اے یار مین تو کُشتہ روز الست ہون

اِک دم کی زندگی کے لیے مت اٹھا مجھے
اے بیخبر مین نقش زمین کا نشست ہون

تو مست کر شراب سے اے گلبدن مجھے
مین آپ اپنے شیشہ دل کا شکست ہون

دوری طریق مجکو سمجھیو نہ زاہدا
گر تو خدا پرست ہی مین بُت پرست ہون

ان سنگدل بتون کا گلہ کیا کرون نظیر
ظالم مین تیری چشم گلابی سی مست ہون

غزل میرتقی

عام حکم شراب کرتا ہون
محتسب کو کباب کرتا ہون

ٹک تو رہ اے بنائے ہستی تو
تجھکو کیا ہی خراب کرتا ہون

کوئی بجھتی ہی یہ بھڑک مین عبث
تشنگی پر عتاب کرتا ہون

سر تلک آب تیغ مین ہون غرق
اب تئین آب آب کرتا ہون

جی مین پھرتا ہے میر وہ میرے
جاگتا ہون کہ خواب کرتا ہون

غزل کنور

پڑی ہی جب سے وہ میری نظر مین
لگی ہے آگ سینے مین جگر مین

نشان میرے نہ پائے انسان کے
بہت ڈھونڈھا مین اُسکو بحر و بر مین

ٹپکتا ہے جگر خون ہوکے آخر
رہا باقی نہ آنسو چشم تر مین

چمکتا ہے اسی بیرنگ کا رنگ
بچشم باصرہ لعل و گہر مین

جدائی مین جفاجو کی عزیزو
نہین باقی ہی حالت کچھ کنور مین

غزل اوباش

باغبان نخلِ محبت مین ثمر ہے کہ نہین
کوئی اس باغ مین الفت کا شجر ہی کہ نہین

مو سے باریک بتاتے ہین کمر اُس گل کی
نہین معلوم کہ اُس گل کے کمر ہی کہ نہین

بیٹھے کوچے مین مجھے دیکھا تو رُک کر بولے
یان سے اُٹھ جائیے اب آپ کا گھر ہی کہ نہین

ہجر کی شب نہ کٹی کٹ گئی سب عمر مری
یا الٰہی شب ہجران کی سحر ہی کہ نہین

سچ بتا مجھکو صنم تجھکو خدا کی سوگند
وہ تری مہر کی اگلی سی نظر ہی کہ نہین

بال و پر توڑ کے صیاد لگا یون کہنے
کوئی بتلاؤ کہ اس مرغ کے پر ہی کہ نہین

وہ جو اس طرف سے گذرے تو لگے یون کہنے
میان اوباش کا اس رہ مین گذر ہی کہ نہین

غزل مفتون

بتان جبکہ زلفِ دوتا باندھتے ہین
گرہ مین دلِ مبتلا باندھتے ہین

نہین بنتی بلبل سے اپنی چمن مین
ہم اب آشیانہ جدا باندھتے ہین

مین یان خون رو تا ہون ہاتھونسے انکی
جو پاؤن پہ اُنکے حنا باندھتے ہین

جفا کھینچنے پہ نہ ماریگے جی کو
یہ ہم تمسے شرطِ وفا باندھتے ہین

ق

گرہ دیکے سر پر جو بالون کا جوڑا
یہ نازنین خوش ادا باندھتے ہین

ہر اک تار مین اُسکے دلہای عاشق
بہم جمع کر کر بلا باندھتے ہین

میان حال مفتون کا دیکھا نہین کیا
مگر آپ کس پر بھلا باندھتے ہین

غزل سراج

عیدِ وصلِ سروِ قدسی ہین مرے گھر شادیان
عالمِ بالا سے آتی ہین مبارکبادیان

کیا تبسم کیا ادا کیا ناز کیا انداز ہے
یاد ہین اُس شوخ کو کئی طرز کی اُستادیان

سلامت ہے لبینے نگاہونکے مجھے کرتا ہی قتل
تم ہی اُس ظالمِ خونریز پہ جلادیان

پانوں مین زنجیر اور گلے مین طوقِ غم / کہنہ دل وحشی کو میری کیونکہ ہون آزادیان

کیا چلے دامِ نگاہِ مہربانی سے ترے / پھنسکے جاوین یہان صیاد کی صیادیان

اگرچہ لیلے اپنی شوخی سے نہین آتی ہی باز / چھوڑتا نہین اب تلک مجنون بھی اپنی ادایان

طاق پر سے دل کی گرجاتا ہے آئینہ سراج / یاد آتی ہین مجھے جب انکی طرحین سادیان

غزل سوز

مرتے لین مجھے ہوس وصلِ بتان تو نصیب کسیکو ہوا ہی نہین / کرون کس سے مین حالِ دل اپنا یہان اگر درد کی تجھ دوا ہی نہین

مری دلکی طپش کو تو غور کرو مری واسطے فکر نہ اور کرو / کوئی یار کے ملنے کا طور کرو کہ دوا سے تو ہوتی شفا ہی نہین

کبھو خندۂ گل سے یہ دل نہ کھلا رہی رونی پہ شرم یہ سدا / کرون کیا عزیزو مین باغ مین کیا بجز ازست بہانکی وا ہی نہین

تری کوچہ سے کل کہین باغ مین جا ترا باد صبا نے جو نام لیا / تو ہی دیکھا ای بت ہوش ربا کسی گل کا جواب بجا ہی نہین

ایسی اور بھی ہو کوئی تازہ غزل اسی بحر کا قافیہ سوز بدل / غم ہجر تو کر چکا اپنا خلل ارے وصل کا حال کہا ہی نہین

غزل

دیوانہ ترا عاشق زار ہون مین / فدا تجھپہ ہر دم سوای یار ہون مین

فریبو نمین کب تیرے آتا ہون ظالم / فریبی جو تو ہے تو عیار ہون مین

جسے تو نے کاٹا ہو ای اجل وہ / سمجھتا تری زلف کو مار ہون مین

اگرچہ تو گل ہے و یا چشم نرگس / ترے باغ تازہ کا اک خار ہون مین

غزل مصحفی

بزمِ سرود خوبان مین گومر دنگیان شاہین بجین / ساتھ قمر کی ڈھولک کے ہم دھمیان لگین بجین

نالہ کشی سے رات جو گلشن رشک بزم عشرت تھا / منقار مرغان چمن کی صبح تلک جون بین بجین

شمع رہی جب شب تک جلتی نیند نہ آئی مجکو ذرا / جھانجھین دانتونکی پردن کی جگہ سربالین بجین

بل بے مزاج نازک تیرا نیند اچٹ گئی اس گل کی / بالیان جو تیرے کان کی اٹھکر رات سر بالین بجین

مین نے تجھسے کہا تھا زاہد مینخانے کی راہ چل / آخر تجھ رستے مین تالیان وے دین بجین

ای بختری ہو کے ملا اک مر جو گیا عاشق تیرا
نوبتین کیا کیا شادی کی قدم بہ قدم تکفین تجہین

شب آخر ہونیکا دھڑکا مصحفی تجھے کیا ہے کیون
جان نکل گئی تن سی جب چھیڑین پر تین بجہین

غزل ایمان

گر نہ اٹکی ہو تری زلف کی زنجیر مین جان
آہ جاتی رہے اک نالۂ شبگیر مین جان

آب حیوان سے بجھا ہے مگر اسکا پیکان
تازہ پڑتی ہے ترے تیر سے نخچیر مین جان

وہ جو گستاخ ہین کیا بات ہے انکی پیاری
ہان تو جاتی ہے نکل ایک ہی تقصیر مین جان

اس طرف بھی تو کسی روز کمان ابرو چل
تڑپے ہے صید حرم کی کہین تجھ تیر مین جان

آوے جسد مین کہ تو اعجاز مسیحائی پر
بات کہنے مین پڑے قالب تصویر مین جان

شعر ہوتا ہے کب ایمان کسی کے دیکھیے
جب تلک معنی شیرین نہون تحریر مین جان

غزل شاہ ظفر ادخلہ اللہ فی الجنتہ

کون نگر سے آئے ہم اور کون نگر کے باسی ہین
جائینگے پھر ہم کون نگر کو ہم تو ذہن مین ہراسی ہین

کیسا ملک ہے کیسا روپ ہے کیسی چال اور کیسی ڈھال
یا ہی من کو اندیشہ ہین اور یا ہی جیکو اداسی ہین

ویس نیا ہے بھیس نیا ہے رنگ نیا ہے ڈھنگ نیا
کون انند کرے ہی وان اور رہتی کون اداسی ہین

کیا کیا پھل دیکھے ہمنے پھلے اس پھلواری مین
اب جو پھلے ہین پھل مین اور ہی نہین باسی ہین

باد بندی سب ہے یا تکی وان کی ہے کچھ اور ہوا
کوئی جتاوے یہ انکو جو اڑتے لوگ ہوائی ہین

دنیا ہے اک رین بسیرا بہت گئی رہی تھوڑی سی
انسے کہد سونا جاوین نیند مین جو کہ نندا سی ہین

ہے یہ جنیو پڑا اسی سے تو ہے کفر کے پھندے مین
دنیا کی جو ناتے رشتے لیتے ساتھ ناتا سی ہین

غزل ایضاً

جلایا آپ ہمنے ضبط کرکے آہ سوزان کو
جگر کو سینے کو پہلو کو دل کو جسم کو جان کو

ہمیشہ کنج تنہائی مین ہم مونس سمجھتے ہین
الم کو یاس کو حسرت کو بیتابی کو حرمان کو

ترے اندام و رو و قد و زلف و خط سے خجلت ہے
سمن کو ارغوان کو سرو کو سنبل کو ریحان کو

جگہ کس کسکو دون دلمین تری ہاتھو سے اے قاتل — کٹاری کو چھری کو بانک کو خنجر کو پیکان کو
تری دندان و لب نے کر دیا بیقدر عالم مین — گہر کو لعل کو یاقوت کو ہیرے کو مرجان کو
لڑا کر آنکھ اُسنے ہمنے دشمن کر لیا اپنا — نگہ کو ناز کو انداز کو ابرو کو مژگان کو
نہین قلقل دُعا دیتا ہے شیشہ دمبدم ساقی — سبو کو خم کو جم کو میکدے کو مے پرستان کو
نہو جب تو ہی اے ساقی بھلا پھر کیا کرے کوئی — ہوا کو ابر کو گل کو چمن کو صحن بستان کو
بنایا اے ظفر خالق نے کب انسان سے بہتر — ملک کو دیو کو جن کو پری کو حور و غلمان کو

غزل شاہ ظفر ادخلہ اللہ فی الجنۃ

کہوں کیا رنگ اُس گل کا اہا ہا ہا اہو ہو ہو — ہوا رنگ چمن سارا اہا ہا ہا اہو ہو ہو
نمک چھڑکے ہے وہ کس کس مزے سے دلکے زخمون پر — مزے لیتا ہون مین کیا کیا اہا ہا ہا اہو ہو ہو
شرار و برق مین کیا فرق سمجھو تم کہ دونون مین — ہے شعلہ اک بھبھوکا سا اہا ہا ہا اہو ہو ہو
بلا گردان ہون ساقی کا کہ جام عشق سے مجھکو — دیا گھونٹ اُسنے اک ایسا اہا ہا ہا اہو ہو ہو
مری صورت پرستی حق پرستی ہے کہو تم کیا — کہ اس صورت مین ہو دیکھا اہا ہا ہا اہو ہو ہو
خدا جانے حلاوت کیا ہے اب اس تیغ قاتل مین — لب ہر زخم ہے گویا اہا ہا ہا اہو ہو ہو
ظفر عالم کہون کیا مین طبیعت کی روانی کا — ہے اک اُمڈا ہوا دریا اہا ہا ہا اہو ہو ہو

غزل آتش

ٹھوکرین مار کے مُردون کو جلاتے نہ چلو — رشک سے خاک مین زندون کو ملاتے نہ چلو
اُنکی پازیب کی جھنکار کی آتی ہے صدا — فتنہ حشر کو بدخواب جگاتے نہ چلو
باغ مین آئے ہو ساتھ اُنکے تو پھر لو دو گام — کبک و طاؤس کا جھگڑا ہی چکاتے نہ چلو
برق و شمشیر کی اچھی نہین چالین چلنی — راہ کو کاٹتے جادہ کو جلاتے نہ چلو
مائل حسن کو منھ پھیر کے کہتا ہے وہ شوخ — خاک طینت ہو تو وہ ذاتی جلاتے نہ چلو
گرد پڑتے ہین کہو دون اور گر تو نہین رہگیر — ذقن و ناف کے عالم کو دکھاتے نہ چلو

دو قدم ساتھ جو جاتا ہون ہین گریان اُسکے
یہی فرماتی ہین ہنس ہنس کے ہنساتے نہ چلو

گوشمالی دو نہ گلگشت مین گل کو پیارے
طفل غنچہ ہے غریب اُسکو ڈراتے نہ چلو

پُر مشقت ہی رہِ عشق چلے ہو دو گام
کوسون دریا جو پسینے سے بہاتے نہ چلو

مُنھ چھپا کر یہ نکلتا ہے تمھارا اندھیر
رہ نشین عاشقون کو راہ بتاتے نہ چلو

مشق رفتار کرو گرم روی کی نہ سہی
کونسی چال ہے یہ آگ لگاتے نہ چلو

بھاگ کر عاشقِ شیدا سے کہان جاؤگے
قدم آہستہ رکھو ٹھوکرین کھاتے نہ چلو

اپنے ہاتھو نسے نہ اندھون کا گلا کٹواو
یون چلو پاؤن کی آواز سُناتے نہ چلو

کوہ معشوق ہین ای عاشقو جاتے ہو تو جاؤ
فتنگون خوب نہین خاک اُڑاتے نہ چلو

اُنسے کہدی کوئی آتے ہین جو یہ لکہ ابر
چشم آتش کی طرح آنسو بہاتے نہ چلو

غزل جرأت

اے دلا ہم ہوے پابندِ غمِ یار کہ تو
اب اذیت مین بھلا ہم ہین گرفتار کہ تو

ہم تو کہتے تھے نہ عاشق ہو اب اتنا تو بتا
جاکے ہم روتی ہین پہرون پسِ دیوار کہ تو

ہاتھ کیون عشقِ بتان سے نہ اُٹھایا تو نے
کفِ افسوس اب ہم ملتے ہین ہر بار کہ تو

وہی محفل ہے وہی لوگ وہی ہے چرچا
اب بھلا بیٹھے ہین ہم شکل گنہگار کہ تو

ہم تو کہتے تھے کہ اب سے نہ لگا ساغرِ عشق
مے اندوہ سے اب ہم ہوئے سرشار کہ تو

بے جگہ جی کا پھنسانا تجھے کیا تھا درکار
طعن و تشنیع کے اب ہم ہین سزاوار کہ تو

وحشتِ عشق بُری ہوتی ہے دیکھا نادان
ہم چلے دشت کو اب چھوڑ کے گھر بار کہ تو

آتشِ عشق کو سینے مین عبث بھڑکایا
اب بھلا کھینچین ہم کیونکر آہِ شرربار کہ تو

ہم تو کہتے تھے نہ ہمراہ کسیکے لگ چل
اب بھلا ہم ہوئے رُسوا سرِ بازار کہ تو

غور کیجے تو یہ مشکل ہے زمین ای جرأت
دیکھین ہم اسمین کہین اور بھی اشعار کہ تو

غزل شہیدی

سونا دو دو ہی دو بوسے پر میاں اس ڈھب سے دو
ہی مثل مشہور مطلب کے تئین مطلب کے دو

دو ہی دو پر دو اجی دو بھی شتابی سے کہیں
خال کے دو خط کے دو رخسار کے دو لب کے دو

ایک ہم کب لیا دونوں ہی دینے ہوں تو دو
خواہ دو سیب ذقن کے خواہ دو غبغب کے دو

آٹھ بوسوں کا ہوں تو کر اس تیتا و پانچ کا
صبح کے دو شام کے دو روز کے دو شب کے دو

بوسے اس رخ کے پیارے ہم جو سب لینے لگے
کہتے یوں یہ اب کے دو یہ جب کے دو یہ تب کے دو

لکھ شہیدی اور بھی شعر ہیں تبدیل ردیف
دلربا کو کھینچتے ہیں لکھتے اس ڈھب کے دو

غزل میر تقی

قتل کیے پر غصہ کیا ہے لاش مری اٹھوانے دو
جان سے بھی ہم جاتے رہے ہیں تم بھی آؤ جانے دو

جان سلامت لیکر جاویں کعبے ہیں تو سلام کریں
اک جرأت ان ہاتھوں کا صید حرم کو کھانے دو

اسکی گلی کی خاک سبھوں کے دامن دل کو کھینچے ہے
ایک اگر یہ جی بھی گیا تو آتے ہیں مرجانے دو

کرتے ہو تم نیچی نظریں یہ بھی کوئی مروت ہے
برسوں سے بھرتے ہیں جدا ہم آنکھ سے آنکھ ملانے دو

کیا کیا اپنے لوہو پینے دم میں ننگ دم میں جبین گے
دل جو بغل میں رہ نہیں سکتا اسکو کسی سے لگانے دو

اب کی بہت ہے شور بہاران ہمکو مت زنجیر کرو
ملکے ہوس ٹک ہم بھی نکالیں دھومیں ہمکو مچانے دو

عرصہ کتنا سارے جہان کا وحشت جو آجاوے ہیں
پاؤں تو ہم پھیلا دینگے پر فرصت ہمکو پانے دو

کیا جاتا ہے اسمیں ہمارا چپکے ہم بھی بیٹھے ہیں
دل جو سمجھنا تھا سو سمجھا ناصح کو سمجھانے دو

بات بنانا مشکل سا ہے شعر بھی یاں سب کہتے ہیں
فکر بلند سے یاروں کو اک ایسی غزل کہہ لانے دو

ضعف بہت ہے میر تمہیں کچھ اسکی گلی میں مت جاؤ
صبر کرو ٹک اور بھی صاحب طاقت جی میں آنے دو

غزل سودا

آلودہ قطرات عرق دیکھ جبین کو
آختر پڑے جھلکے ہیں فلک پر سے زمین کو

آتا ہے تو آ شوخ کہ میں روک رہا ہوں
مانند حباب اپنے دم باز پسین کو

دیکھا ہی نہیں چین بدی اپنے گمان کی
ساتھ اسکے میں جاتا ہوں وہ گر جاوے کہیں کو

ہرگز بجہان روسیہی اُسکو نہو تی — لگتا نہ مرے نام سے گر عیب نگین کو
جون دانۂ تسبیح مورد ابرِ کرمِ حق — زاہد درِ میخانہ کے ہر خانہ نشین کو
اک گل بھی چمن مین شنوا گوش نہین ہے — دے مرغ گرہ سینے مین فریادِ حزین کو
مطلب کی مری غرض یہ اکبار بھی سودا — تا نے نہ چھوایا کبھی اُس لب نے نہین کو

غزل محتسب

سرسبز سبزہ ہو جو ترا پایمال ہو — ٹھہرے تو جس شجر کے تلے وہ نہال ہو
موے کمر ہے یون بدن یار مین عیان — وُرِّ نجف کے جرم مین جس طرح بال ہو
گُل کی زبان گنگ ہے تو لنگ پای سرو — کیا عندلیب و کبک مین یہ بول چال ہو
رند و صرور رقص ہو بزمِ شراب مین — ہاتھ آئے گر نہ بھانڈ تو صوفی کا حال ہو
موذی کو بعد مرگ بھی آرام ہے محال — کس طرح زیرِ تیغ یہ گینڈے کی ڈھال ہو
دُو دُو نہ میری آنکھو نمین کیونکر ہون پُتلیان — آٹھون پہر جو تیرے تصور مین خال ہو
کیا نیند آئے ہو جو یہی رات بھر خیال — گُل تکیہ کی عوض کوئی مخمل کا گال ہو
گر محتسب کو خون ہمارا ہوا حلال — یارب بھلا شراب تو ہم پر حلال ہو

غزل ہوس

تو نے رعنائی کی قامت جو دکھائی مجکو — روشِ سرو چمن پھر نہ خوش آئی مجکو
دل مرا سینہ مین جون برق ہے شب سے بیتاب — کس نے یاد اُسکے تبسم کی دلائی مجکو
ہاتھ سے آبلہ پائی کے بتنگ آیا ہون — کوچۂ یار تلک کب ہو رسائی مجکو
جان گر تن سے جدا ہو تو جدا ہو لیکن — جان منظور نہین تیری جدائی مجکو
باغ ہستی کی وہین سوجھ گئی کیفیت — مے گلرنگ جو ساقی نے پلائی مجکو
نہوئی غم سے کسی طرح رہائی ہیہات — وصل کے دن بھی رہا خوفِ جدائی مجکو
بیٹھکر پہلو سے میری جو گیا اُٹھ وہ ہوس — فتنہ برپا ہوا آفت نظر آئی مجکو

غزل انشا

ضعف آتا ہے دل کو تھام تو لو / بولیو مت ذرا اسلام تو لو

کون کہتا ہے بولو مت بولو / ہاتھ سے میرے ایک جام تو لو

ہمصفیرو چھٹوگے مت تڑپو / دم ابھی آکے زیر دام تو لو

ان ہی باتون پہ لوٹتا ہون مین / گالی پھر دے کے یہ انام تو لو

اک نگہ پر بکے ہے انشا آج / مفت مین مول اک غلام تو لو

غزل آصف

تجھسا دلدار ہو اور ناز و خرام ایسا ہو / کیون نہ دل کفر سے منکر ہو جو رام ایسا ہو

لب مسیحا سے کری بات تو اے مصحف رو / مردہ دل کیون نہ جیے جسکا کلام ایسا ہو

مین ہون صدقے تری تو گالیان دے اے ظالم / بندگی ایسی ہو اور اسکا انعام ایسا ہو

زلف مشکین مین پرو کے یہ دل کیون نہ پھنسے / ایسا صیاد ہو اور ہاتھ مین دام ایسا ہو

آرزو ہے کہ شب وصل میسر ہووے / مین ہون اور یار ہو اور گردش جام ایسا ہو

ملتجی مت ہو سوا ذات علی کے آصف / پھر تجھے چاہیے کیا جسکا امام ایسا ہو

غزل نیاز

عشق مین تیری کوہ غم سر پہ لیا جو ہو سو ہو / عیش و نشاط و زندگی چھوڑ دیا جو ہو سو ہو

عقل کے مدرسے اٹھ عشق کی میکدے مین آ / جام فنا و بیخودی اب تو پیا جو ہو سو ہو

لاگ کی آگ لگ اٹھی پنبہ طرح سا جل گیا / رخت وجود جان و تن کچھ نہ بچا جو ہو سو ہو

ہجر کی سب مصیبتین عرض کین اسکے روبرو / ناز و ادا سے مسکرا کہنے لگا جو ہو سو ہو

دنیا کے نیک و بد سے کام ہمکو نیاز کچھ نہین / آپ سے جو گذر گیا پھر اسے کیا جو ہو سو ہو

غزل بے بدل سنور

مری جان جاتی ہے یارو سنبھالو / کلیجے مین کانٹا لگا ہے نکالو

نہ بھائی مجھے زندگانی نہ بھائی
مجھے مار ڈالو مجھے مار ڈالو

خدا کے لیے اے مرے ہمنشینو
یہ بانکا جو جاتا ہے اِسکو بلا لو

اگر وہ نہ آوے تمھارے کہے سے
تو منّت کرو پھر گھڑی بلا لو

اگرچہ خفا ہو کے وہ گالیان دے
تو دم کھا رہو کچھ نہ بولو نہ چالو

کہو ایک بندہ تمھارا مرے ہے
اُسے جانکنی ہے تو جا کر بچا لو

جلون کی بُری آہ ہوتی ہے پیارے
تو اس سعدی کی اپنے حق مین دعا لو

غزل صبا

جو سونگھے اُس گلِ زیبا کے پیرہن کی بو
خوش آوے کب اُسے نسرین و نسترن کی بو

دماغ کیون نہ معطر ہو بُلبلِ شیدا
ہر ایک گل سے جو آتی ہے تیرے تن کی بو

خط آگیا ترے چہرے پہ اے گلِ خندان
گئی مزاج سے اب تک نہ بالے پن کی بو

جو بیٹھا آن کے محفل مین وہ مرا گلرو
گئی وہ مست اُسی وقت انجمن کی بو

لٹائی جب تری زلفون کی لے گئی ہے صبا
ختا سے جاتی رہی نافۂ ختن کی بو

غزل نظیر

خُدا کسی سے کسی کا غرض حبیب نہو
یہ داغ وہ ہے کہ دشمن کو بھی نصیب نہو

جُدا جو ہمکو کرے اُس صنم کے کوچے سے
الٰہی راہ مین ایسا کوئی رقیب نہو

علاج کیا کرین حکما تپِ جُدائی کا
سوائے وصل کے اُسکا کوئی طبیب نہو

نظیر اپنا تو معشوق خوبصورت ہے
جو حُسن مین ہی ایسا کوئی حبیب نہو

غزل یوسف

دیکھکر اُسکے روئے خندان کو
گل نے پُرزے کیا گریبان کو

اُسکے ہونٹون کے آگے قدر نہین
لعل بھر جاوے گر بدخشان کو

آنکھ تیری شکار افگن ہے
کیون نہ بھاگے ہرنِ بیابان کو

گرم ہو کر نہ سوئے یار کے ساتھ
آگ لگ جائے اس بستان کو

یاد آتی ہے صورت یوسف
کھول کر دیکھتے ہین قرآن کو

غزل انشا

کوئی اس دام محبت مین گرفتار نہو
اے خدا یہ تو کسی بندے کو آزار نہو

کیجیے اقرار کچھ ایسا کہ پھر انکار نہو
یعنے آپس مین کسی ڈول کی تکرار نہو

غیر کو صحبت دلدار مین کیون بار نہو
یعنی کیا معنی جہان گل ہو وہان خار نہو

دیکھ آئینہ مین منھ اپنا خریدار نہو
تاک چوٹی مین بس اتنا بھی گرفتار نہو

اُسکے ملنے سے گرانی ہی بس آجاتی ہے
نکہت گل کی طرح سے جو سبکسار نہو

کیا ہی خوش آیا یہ مقطع ہو کل اُنکا کہنا
آدمی کیا کہ جسے بوجھ ہو یار نہو

سیر تو ایک طرف لاکھ غنیمت کہ یہان
سانس لینے مین کوئی شخص گنہگار نہو

جام اے ساقی گلفام وہ کس کام بھلا
آدمی پی کے جسے خوب ہی سرشار نہو

سطر منصور رضی کے لہو سے ہوئی یہ تحریر
یعنے سردار نہین وہ جو سر دار نہو

نالہ مرغ چمن نے اُسے بے خواب کیا
مجھے ڈر ہے کہ خفا مجھسے وہ دلدار نہو

ہے تو یہ قصد کہ چھیڑون اُسے لیکن کیونکر
مین جو چھیڑون تو بھلا مجھسے وہ بیزار نہو

کھول دیتا ہون ترے کان بھی سن اے گل
ایسی تقصیر کبھی پھر خبردار نہو

آج ہے دھوم اسیران قفس آتے ہین
جا کے دیکھو تو کوئی تازہ گرفتار نہو

بخت بیدار اگر خواب مین مجکو پاوے
تو وہ پھر تا بقیامت کبھی بیدار نہو

کہہ غزل ورد عایہ بھی دے انشا شاید
کوئی اس یوسف مصری کا خریدار نہو

غزل ذوق

اس بلندی پہ دیا عشق نے پہونچا ہمکو
کہ فلک آیا نظر خال سے چھوٹا ہمکو

ہم وہ مجنون ہین کہ دل اپنا ہی صحرا ہمکو
اور جون خیمہ لیلے ہے سویدا ہمکو

رکھ بکدر بس اب اے چرخ نہ آتنا ہمکو
ہمنے جانا کہ کیا خاک سے پیدا ہمکو

ہو ویگا کشتی طوفان زدہ تابوت اپنا
آگیا اپنے اگر مرنے پہ رونا ہمکو

اور ہمدرد کہان ہو ہوا ے حضرت دل
درد اب تمکو ہمارا ہو تمہارا ہمکو

پھینک کر شیشۂ دل ہاتھ سے کہتا ہے وہ مست
کیا بنایا تھا ہتھیلی کا پھپھولا ہمکو

نخل خرما کی طرح باغ محبت مین بلا
کثرت زخم سے اک خلعت زیبا ہمکو

آچکی ہے سر گرداب فنا کشتی عمر
ہر نفس باد مخالف کا ہے جھونکا ہمکو

تن سے کیا جان کہ دل اپنے نکلنے پاوے
ہو بشرطے ترے آنے کا بھروسا ہمکو

ہم گئے جسکی طرف جون گل بازی اسنے
پاس آنے نہ دیا دور ہی پھینکا ہمکو

رشک تھا اپنے نوشتے مین کہ اس نو خطکی
خط لکھا غیر کو اور بھول کے بھیجا ہمکو

ایک دم عمر طبیعی ہے یہان مثل حباب
فکر امروز ہے نا ہے غم فردا ہمکو

کیا ستم ہے کہ پے قطع رہ عشق فلک
آرہ سان دیوے ہی دندان عوض پا ہمکو

دل مین ہین قطرۂ خون چند سو مانند حباب
نہ رہے وہ بھی جب الفت نے نچوڑا ہمکو

ہم تو کہتے تھے کہ ذوق انکی تو زلفونکو نہ چھیڑ
اب وہ برہم ہی تو ہے تجھکو قلق یا ہمکو

غزل سودا

بہار باغ ہو مینا ہو جام صہبا ہو
ہوای ابر ہو ساقی ہو اور دنیا ہو

روا ہے کہہ تو بھلا اے سپہر با انصاف
رہا وہ نہ چھپے راز عشق رسوا ہو

بھرا ہے اسقدر اے ابر دل ہمارا بھی
کہ ایک لہر مین روے زمین دریا ہو

جو مہربان ہین سودا کو مغتنم جانین
سیاہی اودونسی ملتا ہے دیکھیے کیا ہو

غزل وحشت

زخم جدائی دلپہ لگا گہہ اس پہلو گہہ اس پہلو
دل سینے مین تڑپتا ہی رہا گہہ اس پہلو گہہ اس پہلو

وہ خواب مین ہم آغوش ہوا اور کھلگئی اکبار آنکھ مری
پھر درد جگر اکبار اٹھا گہہ اس پہلو گہہ اس پہلو

ہیہات کہاں ہاتھ لگی وہ شکنِ بی بہر صنم
بالین تھا جسکے ہاتھ دھرا گہہ اس پہلو گہہ اس پہلو

تھا خواب عدم میں راحت سے اے عشق جگایا تو نے مجھے
بے یار تڑپتا ہوں پڑا گہہ اس پہلو گہہ اس پہلو

پہلو سے لگا کر پہلو کو مجھ پاس بیٹھا وحشت سے
اے یار یہ اشکِ غبار اٹھتا گہہ اس پہلو گہہ اس پہلو

غزل سوز

تا درِ کوے صنم یا تو مجھے پہونچا دو
یا ابھی دل کو مرے پاس سے اسکے لا دو

رسم و آئین اسیری کے مجھے یاد نہیں
تو گرفتار ہوں اے ہم قفسو سکھلا دو

سانس لینے دو چھری نیچے شتابی کیا ہے
ذبح تو کرتے ہو ٹک صبر کرو جلادو

مغبچو اور توقع تو نہیں تم سے اب
آتشِ عشق تو دامن سے ہوا بھڑکا دو

درد اور سوز ہے دنیا میں عزیزوں کی بساط
شاعری تم کو مبارک یہ رہے استادو

غزل میر تقی

منعقد کاش مجلسِ مل ہو
درمیاں تو ہو سامنے گل ہو

گر میاں متصل رہیں باہم
نہ تساہل ہوتا تغافل ہو

اب ہوا یوں جگر سے اٹھتا ہے
جیسے پر پیچ کوئی کاکل ہو

نہ تو طالع نہ جذب پھر دل کو
کس بھروسے پہ ٹک تحمل ہو

لگ نہ چل اے نسیمِ باغ کہ میں
رہ گیا ہوں چراغ سا گل ہو

اٹھ چلا لالہ سان رہا تو کیا
داغ بھی ہو تو کوئی بالکل ہو

طول رکھتا ہے دردِ دل میرا
لکھنے بیٹھوں تو خطِ رسل ہو

دیر رہنے کی جا نہیں یہ چمن
بوے گل ہو صفیرِ بلبل ہو

ہو جو مجھ بادہ کش کے عرس میں شیخ
جب کہ قلقل کے شیشے کا قل ہو

مجھ دوانے کی مت ہلا زنجیر
کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر غل ہو

منکشف ہو رہا ہے حال مرا
کاش ٹک یار کو تامل ہو

غزل کنور

تم سبھون کا یار ہو محبوب ہو
ہر طرح اچھا ہو خوش اسلوب ہو

قتل کرتا ہے ہمین یا نہ وہ شوخ
دیکھیے کیا اُسکے تئین مرغوب ہو

ایک حالت پر نہین رہتا مزاج
شیخ جی تم ہو نہ ہو مجذوب ہو

شکر اللہ اُسکے پاس اسوقت شیخ
عاشقون مین تم بھی اک محبوب ہو

جان و دل تو کر چکا تم پر نثار
سر تلک بھی دون اگر مطلوب ہو

کیا برا ہے رسم شہر عشق کا
وصل دو دل ایک جا معیوب ہو

ہے کھرا عاشق تمھارا وہ کنور
گر بلا لیجیے تو اُسکو خوب ہو

غزل انشا

چھیڑنے کا تو مزا تب ہی کہو اور سنو
بات مین تم تو خفا ہو گئے لو اور سنو

تم کہوگے جسے کچھ کیون نہ کہے گا تمکو
چھوڑ دیوےگا بھلا دیکھو تو لو اور سنو

یہی انصاف ہے کچھ سوچو تو دل مین اپنے
تم تو سنو کہو مری اک نہ سنو اور سنو

ابھی کچھ اتنے خفا ہوکے کہو ہو مجھسے
ہے قسم تمکو مرا نام تو لو اور سنو

غرض احوال مرا سنکے جھڑک کر بولے
جاؤ رے واہ زبردست ہو چلو اور سنو

چلکے دو ایک قدم دیکھتے ہو پھر یون کیون
گالیان سن تو چکے چاہتے ہو اور سنو

آپ ہی آپ مجھے چھیڑ کے تم کو پھر آپ ہی
آپ ہی بات مین پھر روٹھ اُٹھو اور سنو

آفرین ہے نہ ہی چاہیے شاباش تمھین
دیکھ روتا مجھے یون ہنسنے لگو اور سنو

بات میری نہین سنتے جو اکیلے مل کے
ایسی ہی دھب سے سناؤن کہ سنو اور سنو

شکوہ منہ آیا ہے انشا ہو سو اسکا کیا دخل
تم نہ مانو تو کہون چلکے چھپو اور سنو

غزل سودا

بلبلین سب تی آبین باغبان رو دیجیو
آنسو اور شبنم سی حوض و نہر بھر دیکھیو

یہ وصیت کرکے بلبل باغبان سے مرگئی
کہہ گئی مجکو جگہ تختِ چمن پر دیجیو

بعد میری دفن کے تو قل پڑھا چاہے اگر
کھود کر ہر بیخ گل کو صاف مٹی دیجیو

پھر قدم چالیس ہٹ کر آکے تربت پر مری
فاتحہ کی جاے پر تعریف گل کی کیجیو

یا دکھا قدرت سے سودا کے تئین یہ ماجرا
آج کیون ظاہر نہین کچھ بھید اسکا لیجیو

غزل مومن خان

اُلٹے وہ شکوے کرتے ہین اور کس ادا کے ساتھ
بیطاقتی کے طعنے ہین عذر جفا کے ساتھ

بہر عیادت آئے ولیکن قضا کے ساتھ
دم ہی نکل گیا مرا آواز پا کے ساتھ

بے پردہ غیر پاس اُسے بیٹھا نہ دیکھتے
اُٹھ جاتے کاش ہم بھی جہان سے حیا کے ساتھ

شاید وہ لالہ رو گیا گلگشت باغ کو
کچھ رنگ و بوے گل کی عوض ہے صبا کے ساتھ

اُسکی گلی کہان ہے یہ کچھ باغ خلد ہے
کس جا ہے مجکو چھوڑ گئی موت لا کے ساتھ

آتی ہے بوے داغ شب تار ہجر مین
سینہ ہی چاک ہو نہ گیا ہو فنا کے ساتھ

گلبانگ کس کا مشورۂ قتل ہو گیا
کچھ آئی بوے خون وہ آتی ہوا کے ساتھ

تھے وعدے سے پھر آنے کے خوش یہ خبر نہ تھی
ہے اپنی زندگانی اُسی بیوفا کے ساتھ

اللہ ری گمرہی بت و بتخانہ چھوڑ کر
مومن چلا ہے کعبے کو اک پارسا کے ساتھ

غزل ولی

سُن تو دل کیون توڑا اُس بُتِ عیار کے ہاتھ
کوئی آتا ہے بھلا ایسے ستمگار کے ہاتھ

بوسے اُن ہاتھون کے لیتا ہون میں ہر دم ہر آن
کیونکہ مدت سے رہے ہاتھوں مین دلدار کے ہاتھ

دام مین آن کے صیاد سے بلبل نے کہا
بیچنا مجکو کسی آئینہ رخسار کے ہاتھ

جلد پھر اُسکو ملا دے یا مجھے دور رکھے
ایسی ہے بات مری حضرت غفار کے ہاتھ

حشر کا خوف ولی کو تو نہین ہے واللہ
ہے شفاعت یہ وہان احمد مختار کے ہاتھ

غزل میر تقی

عز و وقار کیا ہے کسی خود نما کے ہاتھ / ہے آبرو فقیر کی شاہِ ولا کے ہاتھ

بٹھلا دیا فلک نے ہمیں نقشِ پا کے رنگ / اُٹھنا ہمارا خاک سے ہے اب خدا کے ہاتھ

آنکھوں نہیں آشنا تھا مگر دیکھا تھا کہیں / نو گل کل اک دیکھا ہے مینے صبا کے ہاتھ

دیکھ اُسکو مجکو یاروں نے حیراں ہو کہا / کس ڈھب سے لگ گیا ہے یہ گوہر گدا کے ہاتھ

دل کی گرہ نہ ناخنِ تدبیر سے کھلی / عقدہ کھلے گا میر یہ مشکل کشا کے ہاتھ

غزل انشا

پرچھائیں اپنی چال کی ٹک منہ کو موڑ دیکھ / گردن کی یہ لچک یہ کمر کی مروڑ دیکھ

پیکانِ تیرِ آہ ہے آلودہ زہر سے / باور نہو تجھے تو مرے دلکو توڑ دیکھ

مینے کہا کہ عشق کو اب چھوڑتا ہوں خیر / بولا کسے سُناوی ہے اچھا نہ چھوڑ دیکھ

چوکھٹ پہ مینے اُسکے جو ٹپکا یہ سر کہا / دروازہ کھولتا ہوں سر اپنا نہ پھوڑ دیکھ

جوڑی جو اُسنے مجھ سے تو توڑی رقیب سے / انشا تو اپنے یار کے یہ توڑ جوڑ دیکھ

غزل سودا

کہاں وہ نور کا شمس و قمر میں ہے شعلہ / جو حُسنِ یار کا اپنی نظر میں ہے شعلہ

نظر کرو وہ بناگوش گوشواروں میں / کہ بحرِ حُسن کے ہر ایک گہر میں ہے شعلہ

غضب جو ذرۂ دل اُسکے میں ہو تو کم مت جان / کہ سنگ میں ہی شرار اور شجر میں ہے شعلہ

شرر سے کم نہیں آتا ہے گرم قطرۂ اشک / یہ عاشقوں کی مگر چشمِ تر میں ہے شعلہ

سمومِ عشق کی تاثیر نے جلا مارا / ترے بھی اے نفسِ سرد تر میں ہے شعلہ

سدا تلاش میں یار و اُس آتشیں خو کے / یہ رات دن مہ و خور کا سفر میں ہے شعلہ

نہ دے تو نالہ یہ تکلیف ہمصفیر مجھے / کہ نالہ یاں نہیں اس مشتِ پر میں ہے شعلہ

یہ تکمے کی ہے جھلک یار کے گریباں پر / کہ جیسے مہر کا جیبِ سحر میں ہے شعلہ

بتاں کا عشق بھی سودا بڑا ہی شعبدہ باز / کہ دلِ سوختہ کو اس ہنر میں ہے شعلہ

غزل صائب

گر مجھے قتل ہے منظور چل آ بسم اللہ
تیغ موجود ہے حاضر ہے گلا بسم اللہ

ہم تو حاضر ہین نکرتے ہین ترا حکم عدول
خونِ دل تو جو پلاتا ہے پلا بسم اللہ

دیکھیے اسکی ملاقات مجھے کب ہو نصیب
ہجر مین تیرے فرا دل تو چلا بسم اللہ

اس طرح خوب نہین جان کا دینا بسمل
در ایوان پہ ٹک بڑھ تو بھلا بسم اللہ

گر تفقد ہی تجھے حال پہ صائب کے سجن
زخم دل کا تو اب اُسکے نہ سلا بسم اللہ

غزل مشتاق

کیا بر مین تڑپتا دلِ بیتاب ہے واللہ
سیماب ہی سیماب ہے سیماب ہے واللہ

تابِ رخِ دلدار سے ہمتاب ہو خورشید
کیا تاب ہی کیا تاب ہی کیا تاب ہے واللہ

یون پنجۂ مژگان مین ترے گوہر آنسو
نایاب ہے نایاب ہے نایاب ہی واللہ

کہتا ہے وہ شمشیر دکھا تشنہ لبون کو
کیا آب ہے کیا آب ہے کیا آب ہی واللہ

مشتاق ہمین کرکے بھلے آئے جناب آپ
آداب ہی آداب ہے آداب ہے واللہ

غزل رمضان علی

تمکو مبارک ہووی نازو ادا واہ واہ
سمجھے ہو کیا خوب ہی تم نامِ خدا واہ واہ

فخرِ جہان ہو تم ہی مقصد جان ہو تم ہی
کیون نہ کہین تمکو سب شاہ و گدا واہ واہ

یوسفؑ مصری کہان اور یہ خوبی کہان
دیکھ تمھین خلق مین شور اُٹھا واہ واہ

اسلیے آئے ہم ہین دیکھکے جاوین تمھین
بندہ نوازش تمھین جو ہو رضا واہ واہ

آکے گلی مین تری صبح کو اور شام کو
تیرے گدا کی میان یہ ہے صدا واہ واہ

کمترین رمضان کہے دیکھکے جلوہ ترا
سر کو جھکا با ادب صل علیٰ واہ واہ

غزل جرأت

اُس شب کسی کاکل کی حکایات ہے واللہ
کیا رات ہی کیا رات ہی کیا رات ہی واللہ

دل چھین لیا اُسنے دکھا دستِ حنائی
کیا ہاتھ ہی کیا ہاتھ ہی کیا ہات ہے واللہ

عالم ہے جوانی کا جو اُبھرا ہوا سینہ
کیا گات ہی کیا گات ہی کیا گات ہے واللہ

دشنام کا پایا جو مزا اُسکے لبون سے
صلوات ہی صلوات ہی صلوات ہے واللہ

جرأت کی غزل جسنے سُنی اُسنے کہا واہ
کیا بات ہی کیا بات ہی کیا بات ہے واللہ

غزل سودا

غیر پہ نت ہی کرم ہم پہ ستم واہ واہ
دیکھ لیا بس تمھین ہمنے صنم واہ واہ

مہر کرے یا جفا جسمین ہو اُسکی رضا
اُسکی رضا مین سدا گذری جو دم واہ واہ

سبز کیا کشت کو برس کے عالم مین تو
ٹک تو ادھر بھی کبھو ابرِ کرم واہ واہ

خانۂ مشرب کی دیکھ تازہ بنا کو مرے
کہتے ہین نت ساکنِ دیر و حرم واہ واہ

لکھنے لگے جو کوئی ریختہ سودا کی طرح
اُسپہ زمین سے ہو تا لوح و قلم واہ واہ

غزل مظہر

اُسکو تو بھیجتا ہے مجھے خط صبا کے ہاتھ
اسواسطے لکھا ہے چمن مین ہوا کے ہاتھ

رنگِ حنا پہ لکھون ہون احوال دل مرا
شاید کبھی تو جا لگے اُس دلربا کے ہاتھ

آزاد ہو رہا ہون دو عالم کی قید سے
مینا لگا ہے جب ستی تجھ بے نوا کے ہاتھ

ڈرتا ہون میرزائی تری دیکھ ہر سحر
سورج کے ہاتھ جوڑے دیکھا صبا کی ہاتھ

مظہر تو چھپا کے رکھ دلِ نازک اب اُسکے تئین
یہ شیشہ بیچتا ہے کسی میرزا کے ہاتھ

غزل درد

ہر طرح زمانے کے ہاتھون سے ستم دیدہ
گر دل ہو تو آزردہ خاطر ہو تو رنجیدہ

ہم گلشنِ دوران مین از خستگی طالع
سر سبز تو ہون لیکن جون سبزۂ خوابیدہ

ای شورِ قیامت رہ اُدھر ہی مین کہتا ہون
چونکے ہی تو بھی یا نسے کوئی دلِ شوریدہ

اور اُونسے تو ہنستے ہو نظرون سے ملا نظرین
ایدھر کو نگہ کوئی پھینکی بھی تو دزدیدہ

بدخواہ بھی جو عالم گو ہووے تو ہو لیکن
یارب نہ کسی کے ہون دشمن یہ دل و دیدہ
کرتا ہے جگہ دل مین جون ابرو پیوستہ
اے درد یہ تیرا ہے ہر مصرع چسپیدہ

غزل میر تقی

نظر آیا تھا صبح دور سے وہ
پھر چھپا خور سا اپنے نور سے وہ
جز برادر عزیز یوسفؑ کو
نہین تکتا کبھی غرور سے وہ
دیکھین عاشق کا جی بھی ہے کہ نہین
تنگ ہے جان ناصبور سے وہ
کیا تصور مین پھرتی ہے صورت
کہ سرکتا نہین حضور سے وہ
خوبی اس خوبی بشر مین کہان
خوب تر ہے پری و حور سے وہ
دل لیا جس خمین کا تو نے شوخ
دے گیا جی ہے اک سرور سے وہ
خوش ہین دیوانگی میر سے سب
کیا جنون کر گیا شعور سے وہ

غزل انشا

تو مجھ سے لگا کہنے کہ چل ہٹ کرے بیٹھ
یون مجھ سے لگا شان جتانے نہ ارے بیٹھ
کب تک تو ڈراتا ہے پھری ہاتھ مین لے تیغ
غصہ تو کہین جا نہ دے بس خیر ہے بیٹھ
تو دوڑ کے آتا ہے مجھے چھیڑنے شب کو
ناداں یہ بھلا کون سی ہے سوچ ذرا رے بیٹھ
کیسا ہی ملا کیون نہ وہ بیٹھا ہو مری پاس
کہتا ہو نمین اس سے بھی کہ ٹک اور ورے بیٹھ
انشا کہین مینشی دل مرا جی نہ کڑھا بس
مت ہاتھ کو اس طرح سے تو سر پہ دھرے بیٹھ

غزل ذوق

ردیف الف

ترے کوچے کو وہ بیمار غم دار الشفا سمجھے
اجل کو جو طبیب اور مرگ کو اپنی دوا سمجھے
لگا کیا اور شرہ کیا ہم تو دونوں کو بلا سمجھے
اسے تیر قضا اسکو پر تیر قضا سمجھے
شہیدان محبت خوب آئین وفا سمجھے
بہا خون کو ہی قاتل مین اسی کو خونبہا سمجھے
ہر اک گردش مین سو انداز ناز فتنہ زا سمجھے
فلک کو ہم کسی کافر کی چشم سرمہ سا سمجھے

وہی کچھ تلخکام اس زندگانی کا مزا سمجھے
کہ جو زہر آب تیغ یار کو آب بقا سمجھے

ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے
اور اس پر بھی نہ وہ سمجھے تو اُس بت سے خدا سمجھے

بُرائی میں ہماری وہ اگر اپنا بھلا سمجھے
بُرا سمجھے بُرا سمجھے بُرا سمجھے بُرا سمجھے

تجھے ای سنگدل آرام جان دلربا سمجھے
پڑیں پتھر سمجھ پر اپنی ہم سمجھے تو کیا سمجھے

وہ ہمسے خاکساروں کو جب اپنا خاک پا سمجھے
ہم اپنی خاکساری اپنے حق میں کیمیا سمجھے

ترے کشتے جو یوں خواب عدم سے یک بیک چونکے
مگر شور قیامت کو تری آواز پا سمجھے

نسیم صبح گلشن میں اگرچہ ہو دم عیسے
ترا بیمار غم تجھ بن سموم جانگزا سمجھے

رواں ہوتا ہی اُس بستان سرا سے کاروان گل
چٹکنے کو صبا غنچہ کی آوازِ درا سمجھے

حساب اصلا نہ پوچھ مجھسے میری دل کے زخموں کا
حساب دوستان در دل اگر و دلربا سمجھے

اگر دل کو نکالا چیر کر پیکان تو رہنے دو
کہ عاشق اپنے پہلو میں اُسیکو دل کی جا سمجھے

کرے آہِ رسا میری جو تسخیر عالم بالا
فلک کو بھی تو یوں ہی اک آبلہ سا زیر پا سمجھے

ہنسے ہی زخم دل تدبیر پر جراح کی کہدو
اُنھیں ٹانکے نہ سمجھے خندۂ دندان نما سمجھے

محبت سے ذرا گر موم ہو اُس دلشکن کا دل
دل شکستہ میرا اپنے حق میں مومیا سمجھے

عدو آیا ہے بنکر نامہ بر لکھا نصیبوں کا
کرینگے لیکے خط کیا مدعی سے مدعا سمجھے

مجھے آتا ہی رشک اُس رند آشام رساتی
نہ جو دع ما کدر جانے نہ جو خذ ما صفا سمجھے

نہ آیا خاک بھی رشتہ سمجھ میں عمر رشتہ کا
مگر سمجھے تو داغ معصیت کو نقش پا سمجھے

خبر سنتے ہی قاصد سے ہوئے ہم بیخبر بالکل
ترے پیغام کو گویا کہ پیغام قضا سمجھے

نحوست بھی سعادت ہوگئی زلفیں جو خوبونکی
گلیم تیرہ بختی سر پہ ہم ظل ہما سمجھے

کشاد کار ہم نے پنجۂ تقدیر کو سونپا
خرد کے ناخنوں کو ناخن انگشت پا سمجھے

بلا اُس زلف کے مصرع میں ہے مضمون پیچیدہ
اُسی سے یہ کھلے جو معنی ناز و ادا سمجھے

ہوا سے زلف کو چھیڑا اور اپنا دل لرزتا ہی
کوئی جانی تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے

سمجھے ہی ہین نہین آتی ہے کوئی بات فوق کی
کہین ایسا نہو دے ہمسے وہ کافر ادا سمجھے

غزل مومن خان

کشتۂ حسرت دیدار ہین یارب کس کے
نخل تابوت مین جو پھول لگے نرگس کے

وہ چلا جان چلی دونون یہان سے کھسکے
اُسکو تھامون کہ اسی پانون پڑون کس کس کے

پانون تربت پہ مری دیکھ سنبھل کر رکھنا
چور ہے شیشۂ دل سنگ ستم سے پسکے

مجکو مارا یہ مرے حال تغیر نے کہ ہے
کچھ گمان اور ہی ڈھرکے سے دل مونس کے

کس پہ بیدرد ستمگر سے ملا دل افسوس
کشتۂ دیوانہ ہوا ہوش گئے ہین اس کے

بخت پروانے سے قربان عدو ہون یعنی
آگ بنجاسے ہے وہ گرد پھرون ہون جسکے

نالۂ رشک نہو باعث دردِ سرِ مرگ
غیر کے سر پہ لگاتا ہے وہ صندل گھس کے

لذت مرگ سے ہجران کی دعا ہے کہ خدا
یہ مزا ہو نہ نصیبون مین کسی بے حس کے

کیون نہ ہم شمع کی مانند جلین دور کھڑے
جب عدو باعث گرمی ہون تری مجلس کے

یار مومن سے بھی ہین مدعی طبع روان
واہ افکار تر ان اور مع یابس کے

غزل نصیر

جدھر وہ ماہ لقا صبح جلوہ گر ہو جائے
مرا بھی جون گل خورشید منھ اُدھر ہو جائے

کسی کا تشنۂ خون وہ نگار گر ہو جائے
تو اُسکے آگے حنا ہاتھ باندھ کر ہو جائے

تصور اُسکے ہی آنکھونکا روز و شب ہمکو
دل اپنا کیون نہ دو عالم سے بیخبر ہو جائے

شکر لبونکی قدون کا یہ ہے خیال مجھے
جو دل سے آہ بھی نکلے تو نیشکر ہو جائے

شتاب اُسپہ کھلے ماجرای دل اپنا
سرشک چشم اگر تو پیامبر ہو جائے

الٰہی عشق مین جون جون لکھا ہے تیری قدم
اسی قدم پہ مری زندگی بسر ہو جائے

وہ جام مے مین نہ کیون دیکھے عکس ساقی
رگ سحاب جو مژگان چشم تر ہو جائے

ہماری سر پہ یہ پانی چڑھا ہے تو نیترے
رگ سحاب جو مژگان چشم تر ہو جائے

ترے کرم سے محبت کا آہ سر رشتہ
درست اس سے خدایا یہین اگر ہو جائے

توسو طرح سے مرا شغلِ رشتۂ تسبیح
یقین ہی مجکو کہ دلمین تیرے گھر ہوجائے

خدا دکھائے کہین وہ روزِ وصل نصیر
شبِ فراق شتابی کٹے سحر ہوجائے

غزل درد

ارض و سما کہان تری وسعت کو پا سکے
میرا ہی دل ہی یہ کہ جہان تو سما سکے

وحدت مین تیری حرف دوئی کا نہ آسکے
آئینہ کیا مجال تجھے منھ دکھا سکے

مین وہ فتادہ ہون کہ بغیر از فنا مجھے
نقشِ قدم کی طرح نہ کوئی اٹھا سکے

قاصد نہین یہ کام ترا اپنی راہ لے
اسکا پیام دل کے سوا کون لا سکے

غافل خدا کی راہ پہ مت بھول زینہار
اپنے تئین بھلا دے اگر تو بھلا سکے

یارب یہ کیسا ظلم ہے ادراکِ فہم یان
دوڑے ہزار آپ سے باہر نجا سکے

گو بحث کرکے بات بنائی تو کیا حصول
دل سے اٹھا خلاف اگر تو اٹھا سکے

اطفائے نارِ عشق نہو آب سے کبھی
یہ آگ وہ نہین جسے پانی بجھا سکے

مستِ شرابِ عشق وہ بیخود ہین جسکے شعر
ای درد چاہے لائے بخود پھر نہ لا سکے

غزل میر تقی

پسند زلف کرے قیدی کمند کرے
پسند اسکی ہی وہ جس طرح پسند کرے

ہمیشہ چشم ہے نمناک ہاتھ دلپر ہے
خدا کسیکو نہ ہم سا بھی دردمند کرے

بڑون بڑونکو جھکاتے ہی سر بنے اسدم
پکڑ کے تیغ وہ اپنی اگر بلند کرے

بیان دل کی بھی جلنے کو کرے مجلس مین
اچھلنے کودنے کو ترک گر سپند کرے

نہ مجکو راہ سے لیجائے مکرِ دنیا کا
ہزار رنگ یہ فرتوت گو چھند کرے

سوائے اسکے بڑی داڑھی مین ہی کیا ای شیخ
کہ جو کوئی تجھے دیکھے سو ریشخند کرے

دکھاوے آنکھ کبھو زلف کھولے منھ کبھو
کبھو خرام سے رستے کے رستے بند کرے

اگرچہ سادہ ہے لیکن ربودن دل کو
ہزار پیچ کرے لاکھ لاکھ پھند کرے

سخن یہی ہے جو کہتے ہین شعرِ میر ہے سحر
زبان خلق کو کس طور کوئی بند کرے

غزل آتش

بہار آئی مرادِ چمن خدا نے دی
شگفتہ غنچے ہوے بوئے گل صبا نے دی

دکھائے روے مخطط نے یار کے اعجاز
کلیم پوش کو پیغمبری خدا نے دی

گئی ہے دیر سے اب تک پھری نہین شاید
درِ قبول کے اوپر ڈھئی دعا نے دی

عزیز داغِ محبت کو رکھتے ہو آتش
نشانی اپنی یہ کس لالہ گون قبا نے دی

غزل ناسخ

نہ فقط چاہ مجھے قامتِ دلدار کی تھی
شکلِ منصور زمانے کو ہوس دار کی تھی

ہر خریدار کو تھا مرتبۂ موسائی
آتشِ طور سے گرمی تری بازار کی تھی

جو ترا رخسرۂ دیوار نظر آتا تھا
صاف تصویر مری دیدۂ بیدار کی تھی

تھا مجھے بالِ ہما ہر پرِ کاہِ دیوار
چھاؤن جس دم مری سر پر تری دیوار کی تھی

آشنا تھا نہ کبھی پاے نگہ کانٹون سے
رات دن دید مجھے گلشنِ بیخار کی تھی

جن دنون گلشنِ رخسار ترا تھا بیخار
گون بلبل تھی کہ خواہش جسے گلزار کی تھی

تھا تری نرگسِ مے گون سے زمانہ بدمست
سدھ کسی رند کو کب خانۂ خمار کی تھی

چہرہ آتشکدہ ابرو تھے سو محرابِ حرم
گردن آگے ترے خم کافر و دیندار کی تھی

صلحنامہ جو لکھا تیرے خطِ مشکین نے
نہ رہی جنگ جو کچھ میری اور اغیار کی تھی

ہو گئی سبزۂ خط اسکو شفا کی بوٹی
اس سوا اور دوا کیا دلِ بیمار کی تھی

تھی نہ امیدِ رہائی کی دلِ ناسخ کو
لاکھ زنجیر ترے گیسوِ خمدار کی تھی

غزل قطب

گلشن سے آتی ہے یہ چالاک بسنتی
اور پہنے ہوئے سرخ ہی پوشاک بسنتی

معلوم نہین عشق مین ہے کسکے گرفتار
کیون رکھتی ہے یہ سینہ کشی چاک بسنتی

ہم ہیں تری مشتاق ذرا آکے لپٹ جا — فرقت میں تری ہوگئے بس خاک بسنتی
گل پھولے سماتے نہیں گلشن میں غرزو — اور باد صبا جھاڑے ہے خاشاک بسنتی
کیونکہ نہ قطب ہووے فدا جان وجگر سے — ہوتا ہے تصدق ترے افلاک بسنتی

غزل انشا

لگی ہے اُس پری کی سحر چتون ایک آفت ہے — معاذ اللہ جو دیکھے اُسطرف یہ کسکی طاقت ہے
چمن ہے جام صہبا ہے گھٹا ہے جای خلوت ہے — اگر ایسے میں آجاوے تو صاحب وقت فرصت ہے
رگڑنے دو مجھے تلوون سے ٹک اپنی آنکھیں ہم — تصدق میں تمہارے جاؤں اس سے مجکو راحت ہے
مبادا جھاڑ کر پنجہ جھپٹ جاوے کہیں وحشت — بُرے تیور نظر آتے ہیں اس سے مجکو وحشت ہے
بھلا کیونکر نہ غش ہوں ہم گردوں وضع کی آئین — لطافت ہے ملاحت ہے نزاکت ہے صباحت ہے
ق مجھے کیوں گالیاں دیتے ہو بیٹھے کرکے ناحق تم — ارے مکتب کے لڑکو آئیں بھلا یہ کیا شرارت ہے
بھلا آخونجی صاحبکو آنے دو کہونگا میں — کہ اے حضرت سلامت آپ سُنئے یہ حقیقت ہے
دیا ہے پاؤں شوخی میں یہ شاگردوں نے صاحب کے — جہاں چھٹی ملی انکو تو اک برپا قیامت ہے
کسی کا منھ چڑھا جانا کسیکو بے تُکی کہنا — سدھارے آپ مسجد کو یہاں ہوتی قباحت ہے
کتابوں پر پڑی دہکر بجے ہے تھاپ طبلوں کی — اگر جھک کے نظر کیجے تو یاں کچھ طرفہ صحبت ہے
مراتب غوث کا ملتا ہے اجزای گلستانکو — نہایت شیخ سعدی کی یہاں ہوتی فضیحت ہے
وہ آئے ہیں کہ تا لکھیں اوڑھے سامنے جو — غرض تم صاحبوں کی خوب اب ہوتی ضیافت ہے
نہیں تو تجھ کو مجھے دینی کہو سب ملکی آپس میں — خری سے کھیلو کودو لوٹو پوٹو یہ فراغت ہے
بدل کر قافیہ انشا غزل اور کوئی پڑھ — خدا کے فضل سے تجھکو فصاحت ہے بلاغت ہے

غزل مومن

سینہ کوبی سے زمیں ساری ہلا کے اُٹھے — کیا علم دھوم سے تیرے شہدا کے اُٹھے
آج اس بزم میں طوفان اُٹھا کے اُٹھے — یاں تلک رو دیئے کہ اُسکو بھی رُلا کے اُٹھے

دل سے کیونکر نہ دھوان ساتھ ہوا کے اٹھے / شعلہ ہاے تب غم سینہ جلا کے اٹھے
گر نہو دل مین خیالِ نگہِ خواب آلود / درد کیا کیا اثر خفتہ جفا کے اٹھے
شمع کے چور کا محفل مین جو مذکور ہوا / دل چرا بیٹھے تھے جب آنکھ چرا کے اٹھے
گو کہ ہم صفحہ ہستی پہ ہین اک حرف غلط / لیک اٹھے بھی تو اک نقش بٹھا کے اٹھے
ہو عذاب شب یلدا سے رہائی یارب / زلف منھ سے کہین اس مہ لقا کے اٹھے
اف ری گرمی محبت کہ ترے سوختہ جان / جس جگہ بیٹھ گئے آگ لگا کے اٹھے
ہین دکھاتا تمھین تاثیر مگر ہاتھ مرے / ضعف کی ہاتھ سے کب وقت دعا کے اٹھے
سوزش دل سے ہوا کیا ہی مین پانی پانی / وہ جو پہلو سے پسینے مین نہا کے اٹھے
جی ہی مانند نشان کف پا بیٹھ گیا / پانون کیا کوچے سے اس ہوش ربا کی اٹھے
شعر مومن کے پڑھے بیٹھ کے آگے اسکے / خوب احوال دل زار سنا کے اٹھے

غزل سودا

گوہر کو جوہری اور صراف زر کو پرکھے / ایسا کوئی ندیکھا وہ جو بشر کو پرکھے
وہ شخص یار خاطر ہرگز نہو کسیکا / جسکا ندیم ہووے اسکی نظر کو پرکھے
جوہر نہووے جسمین جوہر شناس کب ہے / جو صاحب ہنر ہے وہ ہی ہنر کو پرکھے
دُرِ سخن کے خواہان وہ یار ہین جہان مین / جسمین نہ جھوٹے سچے کوئی گہر کو پرکھے
خاطر مین وہ نہ لاوے رکھا ہے ابر نیسان / جو قطرہ ہاے اشک مژگان تر کو پرکھے
سمجھے کہ چشم عاشق یاقوت کا ہے معدن / ظالم اگر تو میرے لخت جگر کو پرکھے
دُرِ سخن کو اپنے پرکھائے آدمی سے / ہرگز نہ کہہ تو سودا ہر جانور کو پرکھے

غزل عارف

گر نہین شوخی سے کہون ہے تری ہمسر بجلی / تو گرے مجھ پہ ترے قد کے برابر بجلی
کبھو ہنس ہنس کے وہ باتین جو کیا کرتے تھے / بدلہ گو کہتے ہین برسائے ہے گوہر بجلی

تیرا دیدار ہے تسکین دلِ مضطرِ جان
ہوئی بیتاب تری کان کی کیونکر بجلی

کوٹنے لوٹنے میں فرق ہوا کرتا ہے
ایک دن دیکھ مرا تو دلِ مضطر بجلی

ہووے رونے سے سوا کیون نہ شرر ریزیِ آہ
جوشش بارش مین چمکتی ہے فزون تر بجلی

چین یکدم نہین بیتابیِ دل سے عارف
اسکنے رکھدی ہے مرے سینے کے اندر بجلی

غزل انشا

تب سے عاشق ہین ہم اے طفل پریزاد ترے
جب سے مکتب مین لگا پڑھنے الف بے تے ثے

یاد آتا ہے وہ حرفون کا اُٹھانا مجکو
جیم کے پیٹ مین اک نقطہ ہے اور خالی حے

حے کی پھر شکل جو اصل کی سی آتی ہے نظر
نقطہ جو اسپہ لگا دین تو ہوئی پھر وہ خے

دال کے کیڑے سے دانا کر مرے قد کی شبیہ
ہے سوا اک پانچ ہے مین بیٹھی ہے اور بن نقطے

ذال بھی چھوٹی بہن اُسکی ہے جون آتو نجی
ایک پرکالہ سا ہے ساتھ ہے گھر مین اسکے

رے بھی خالی ہے رہی زے یہ بھی ہے اک نقطہ
کہ مشابہ ہے یہ تل سے مرے رخسار تلے

سین خالی ہے بڑی شین پہ ہین نقطے تین
صاد اور ضاد مین بس فرق ہے اک نقطے سے

طوے بن طرہ ہے اور ظوے پہ ہے اک نقطہ
عین بے عیب ہے اور کانے میان غین ہوئے

فے پہ اک نقطہ ہے اور قاف پہ ہین نقطے دو
کاف بھی خالی ہے اور لام بھی خالی ہے لے

میم بھی یون ہی ہے اور نون کے اندر نقطہ
مفلسا بیگ ہے یہ واو بھی اور چھوٹی ہے ہے

کیا خلیفہ جی یہی ایسے پھبن سے نکلے
آگے چھٹی دو ابھی لام الف ہمزہ یے

گالیان تیری ہی سنتا ہے یہ انشا ورنہ
کسکی طاقت ہے کہے کوئی جو یہ اسکو لے

غزل خاکسار

اُسکے ملنے کی نہ سوجھی کوئی تدبیر مجھے
آہ دکھلاویگی کیا دیکھیے تقدیر مجھے

دو جہانکو مین کرون اُسپہ تصدق لیکن
اُسکی دکھلاوے بھلا جو کوئی تصویر مجھے

ایک بوسے کے سوا کچھ نہین مانگا ہم نے
جس کا جی چاہے اگر دیجیے تعزیر مجھے

ق

آج ہے عید ذرا عید منا لو پیارے
شرط اسلام کی ہے کیجیے بغلگیر مجھے

تب تو جھنجھلا کے وہ بولا بتِ کافر مجھ سے
آج یاں عید ہیں کیوں کرتے ہو دلگیر مجھے

خاکساروں کو نہیں دولت و زر کی خواہش
خاکساری ہے بہت نسخۂ اکسیر مجھے

غزلِ آتش

چمنستان کی گئی نشو و نما پھرتی ہے
رُت بدلتی ہے کوئی دن میں ہوا پھرتی ہے

خالِ مشکیں کو ترے کرتے ہیں فتنے سجدے
عنبریں گیسوؤں کے گرد بلا پھرتی ہے

خاک چھنوا رہی ہے کوچۂ قاتل کی تلاش
ساتھ ساتھ اپنی خراب اپنی قضا پھرتی ہے

کج نگہ تو نے تو کی ہم سے کجی رکھتے ہیں
آنکھ اپنی بھی صنم سوئے خدا پھرتی ہے

ملتجی جو تری درگاہ کے ہیں اے محبوب
پہنے تشریفِ قبول اُنکی دعا پھرتی ہے

قتل کس کس کو کرے دیکھیے ہنگامِ خرام
یہ قدم سے جو لگی اُنکے حنا پھرتی ہے

نشۂ مے نے نقابِ رخِ زیبا اُلٹا
ٹھوکریں کھاتی اِن آنکھوں کی حیا پھرتی ہے

پاؤں تک یار کے پہونچی کی لٹک کر سر سے
پھیرنے سے کوئی وہ زلفِ سیا پھرتی ہے

وہ جنون خیز ہے وہ مایۂ سودا ہے زلف
دیکھتی ہے جو پری برہنہ پا پھرتی ہے

اپنے جامے سے ہوئیں میکش مفلس باہر
رہن ہوتی ہوئی دستار قبا پھرتی ہے

صبحِ محشر کے سوا صبح شبِ ہجر نہیں
یہ بلا وہ نہیں آتش جو بلا پھرتی ہے

غزلِ میر تقی

ہمنے جانا تھا سخن ہونگے زباں پر کتنے
پر قلم ہاتھ جو آئے لکھے دفتر کتنے

میں نے اس قطعۂ صناع سے سر کھینچا ہے
کہ ہر اک کوچے میں جسکے تھے ہنرور کتنے

کشورِ عشق کو آباد نہ دیکھا ہم نے
ہر گلی کوچے میں اُجڑے پڑے تھے گھر کتنے

آہ نکلی ہے جو یہ کسکی ہوئیں سیرِ بہار
آتے ہیں باغ میں آوارہ ہوئے پر کتنے

دیکھو یہ پنجۂ مژگاں کی ٹک آتش دستی
ہر سحر خاک میں ملتے ہیں دُرِ تر کتنے

اک تاک پہ دل صد پارہ نظر میں رکھتے — اسیر آنکھیں ہیں سدا رکھتے ہیں دلبر کتنے
عمر گذری کہ نہیں دو دو آدم کوئی — جسطرح دیکھیے عرصے میں ہیں ابتر کتنے
تو ہے بیچارہ گدا امیر ترا کیا مذکور — مل گئے خاک میں یاں صاحب افسر کتنے

غزل ذوق

کب حق پرست زاہد جنت پرست ہے — حوروں پہ مر رہا ہے یہ شہوت پرست ہے
دل صاف ہو تو چاہیے معنی پرست ہو — آئینہ خاک صاف ہے صورت پرست ہے
درویش ہے وہی جو ریاضت میں چست ہو — تارک نہیں فقیر بھی راحت پرست ہے
جز زلف سوجھتا نہیں اے مردہ دل تجھے — خفاش تو نہیں ہے کہ ظلمت پرست ہے
دولت کی رکھ نہ مار سر گنج سے امید — موذی وہ دیگا کیا کہ جو دولت پرست ہے
عنقا نے گم کیا ہے نشان نام کے لیے — گم گشتہ کون کہتا ہے شہرت پرست ہے
یہ ذوق حق پرست ہے یا ہے صنم پرست — کچھ ہے بلا سے لیک محبت پرست ہے

غزل ناسخ

آتش عشق وہ ہے جسمیں سمندر جل جائے — اک شرر جائے جو پتھر میں تو پتھر جل جائے
پر پروانہ کیا شمع رخ جاناں کو — کہ فرشتہ بھی کوئی آوے تو شہپر جل جائے
تن بدن پھونک دیا ہے شب فرقت نے مرا — کیا عجب ہے جو مری جسم سے بستر جل جائے
شمع ساں شرح تب غم سے ہے سوزاں مکتوب — کیوں نہ پروانے کے مانند کبوتر جل جائے
ہو ترا روے جہاں سوز اگر عکس فگن — ہے یقیں خانۂ آئینہ سکندر جل جائے
شجر طور کے مانند عصاے موسے — دیکھکر کاکل دلدار کا اژدر جل جائے
دوست کہتے ہیں اُسے ساتھ جو دے آفت میں — شمع کے جلنے سے پروانہ نہ کیونکر جل جائے
کھیل سمجھے وہ صنم جان کے آتشبازی — سوزِ غم سے جو کوئی عاشق مضطر جل جائے
جب تب نالۂ سوزاں سے جلا خانۂ دل — نہوا یہ کہ کسی غیر کا بھی گھر جل جائے

ہے وہ پرکالۂ آتش قد موزون تیرا
دیکھیے اُس سے جو تشبیہ صنوبر جل جائے

آتشین چہرہ ہے ہر شاہد مضمون ناسخ
کیا عجب ہے مری اشعار کا دفتر جل جائے

غزل نیاز

دکھلائے داغ دل نئے گلستان نئے نئے
وحشت دکھا رہی ہے بیابان نئے نئے

جور بتان سے مجکو اٹھانے پڑے ہین جو
پیدا ہوے ہین جان کی خواہان نئے نئے

ہین اندنون جنون تری ہاتھون سے تنگ ہون
لاؤن کہان سے روز گریبان نئے نئے

دیر و حرم مین کوئی نہین تیری رہ
کافر نئے نئے ہین مسلمان نئے نئے

کس طرح ہو گذر در جانان پہ اے نیاز
دربان نئے نئے ہین نگہبان نئے نئے

غزل طور

مین جی جاؤن اجل سے آپ آجاوین اگر پہلے
یہ پیغام زبانی خط سے کہتا نامہ بر پہلے

شب وصل صنم مین صبح تک ہمنے دعا مانگی
الٰہی آج نکلے مہر تابان سے قمر پہلے

عوض بوسے کے ہمنے گالیان ہی کھائین کہیے صاحب
ذرا انصاف تو کیجیے نکالا کس نے شر پہلے

ارے اے بیمروت تجھکو دل دینا نہین لازم
کوئی پیدا تو کر لیوے ہمارا سا جگر پہلے

شب وصل غریبان ہے تری گردن پہ خون ہوگا
نہ بول اُٹھنا کہین للہ اے مرغ سحر پہلے

عجب سرکار ہے اللہ کی اے طور مین صدقے
ہنرمندون سے پوچھی جاتی ہین یان بے ہنر پہلے

غزل علی

جبریل امین جسکی سدا خاک قدم لے
کرتا تھا عجب کحل بصر عرش پہ دم لے

نام اسکا لکھا حق نے ملا نام سے اپنے
نہ پایۂ افلاک پہ عزت کا قلم لے

کس شان سے جاوے گی محمد کی سواری
عرصات سے جنت مین سبھی فوج امم لے

فدوی کو تری آتش دوزخ سے نہ ڈر ہے
گر گشتۂ ہستی سے گیا راہ عدم لے

ثابت کیا معجز نے ترے فیض کا دعویٰ
انکار پہ کفار کے اقرار صنم لے

ہمسر نہ ترے حسن کے ہی یوسف کنعان ‏ بیچا ہے جسے مصر مین مالک نے درم سے

آتی ہی عجب فوج ملائک عرش برین سے ‏ بس تحفہ صلوات سدا سوی حرم لے

اے ساقی کوثر ہے ترا فیض عجب عام ‏ مے اپنی محبت کی پلا جام کرم سے

محبوب خدا اور نہ محمد کے سوا ہے ‏ اس بات کی اب مجھسے خدا کی ہی قسم لے

کرتے ہین ملک فرش سدا اپنے پروبال ‏ جس راہ مین چلتی ہی تری فوج علم لے

محروم نہ ہو جاوے در فیض نبی سے ‏ کیا فکر مین بیٹھا ہے علی گوشہ غم لے

غزل آصف

یہ اشک چشم مین ہمدم رہے رہے نہ رہے ‏ حباب وار کوئی دم رہے رہے نہ رہے

تو اپنے شیوہ جور و جفا سے مت گذرے ‏ تری بلا سے مرا دم رہے رہے نہ رہے

قمر کو ہوتا ہے ہر ماہ مین کمال و زوال ‏ ترے بھی حسن کا عالم رہے رہے نہ رہے

عرق ہی منھ پہ ترے خوشنما صنم لیکن ‏ ہمیشہ گل پہ یہ شبنم رہے رہے نہ رہے

شتاب آ کہ تری دید تک میسر ہو ‏ یہ دم لبون پہ ہی اب تھم رہے رہے نہ رہے

جو وصل مین ہے جدائی تو کیا کرے آصف ‏ یہ اتفاق ہے باہم رہے رہے نہ رہے

غزل عاقل

تری الفت مین ہوی جان کے خواہان کتنے ‏ تشنہ خون ہین مرے گبر و مسلمان کتنے

ایک امید بھی تجھ سے نہ بر آئی میری ‏ رہ گئے دل مین مرے حسرت و ارمان کتنے

نہین ملتا ترے ناقے کا پتا ای لیلے ‏ چھان ماری ترے مجنون نے بیابان کتنے

زلفکو تمکو کان کے بالے سے جھکایا تو وہین ‏ زلف پیچان کو تری پیچ مین پیچان کتنے

جسنے دیکھی تری تصویر کہا صل علی ‏ پڑھتے صلوات ہین آ کے مسلمان کتنے

ایک تھا آئینہ وہ جسکے ہین حیران کتنے ‏ پھرتے ہین زلف پریشان کے پریشان کتنے

اٹھکے صحرا سے چلا شہر کی جانب جب مین ‏ ٹوٹے دامن سے مرے خار مغیلان کتنے

مصحف رو مین کھنچی جاتی ہی اُسکی تصویر
ایک قرآن سی لکھے جاتی ہین قرآن کتنے

کوئی سمجھا نہ ترے شعر کا رتبہ عاقل
یون تو ہین کہنے کو دنیا مین سخندان کتنے

غزل لطیف

داغ ہجران کا نہ جاویگا کبھو دل سی مرے
یہ نشانی تو ملی ہی مجھے قاتل سے مرے

وصف اُس شوخ نگہ کا نہ زبان سی پوچھو
حال صیاد کا پوچھو دل بسمل سے مرے

حال کیا پوچھتے ہو ہجر کی بیماری کا
ظاہر آثار تو ہے یار شمائل سے مرے

شب کو تعویذ پہ اُسکے جو کیا دست دراز
بولا چل دور ہو کیا کام حمائل سے مرے

چاہا ہر چند کہ مین دامن لیلے پکڑون
ہاتھ تو دور ہمیشہ رہے محمل سے مرے

قتل تو اُسنے کیا مجکو پہ تشہیر کی
اتنی کوتاہی ہوئی صاحبو قاتل سے مرے

آگ لگجاوی نہ دنیا مین مجھے ڈر ہی لطیف
آہ سوزان جو نکلتی ہی نہان دل سے مرے

غزل شہید

کہو اُس مہ وش سی آج لازم ساتھ جانا ہی
جنازے پر ہمارے ابر رحمت شامیانا ہی

چلونگا سر کے بل شوق شہادت سنگ لیکر
جہان تلوار چلتی ہی اُسی کوچے مین جانا ہی

لیا جس نے ہمارا نام مارا بے گنہ اُسکو
نشان جسنے بتایا ہی وہ تیرونکا نشانا ہی

جو شرماؤ تو یاری چھوڑ دونگا ملنے جلنے کو
تمھارے عین عدو پر مین آنکھین بچھاتا ہی

گریبان ہمارا دست جنون سی کب ہوئی فرصت
ابھی تو دامن صحرا کی بھی آنکھین بچھاتا ہی

جو بال اُسکے اُلجھتے ہین تو دل میرا اُلجھتا ہی
یہان ہی درد شانے مین وہان زلفون مین شانا ہی

مثال نقش پا لاکھون پڑی رہتی ہین ہر اک جا
مگر قاتل ترا گنج شہیدان آستانا ہے

غزل آبرو

تمھارا دل اگر ہم سے پھرا ہے
تو بہتر ہے ہمارا بھی خدا ہے

ہماری کچھ نہین تقصیر لیکن
سبھی تمکو کہین گے بیوفا ہے

ہوے ہو اسقدر بیزار ہم سے
کہو ہمنے تمھارا کیا کیا ہے

وہ احمق ہی کہا ہے جسنے تم سے
ملو جس سے تمھارا دل ملا ہے

عبث بیدل کرو مت آبرو کو
مسافر ہے شکستہ ہی گدا ہے

غزل بخشش

تاثیر تیرے عشق نے مجھپر ذری نہ کی
مین کیا کرون نصیب نے کچھ یاوری نہ کی

دلبر سمجھکے دل مین دیا تیری ہاتھ مین
دل لے گیا مرا مری کچھ دلبری نہ کی

ای رشک مشتری تری خوبی کی سامنے
خورشید نے بھی تجھ سے ذرہ ہمسری نہ کی

نزدیک تھا کہ ہو بچے سکندر لب حیات
اے خضر وان تلک بھلا کیون رہبری نہ کی

بخشش کے پاس گوہر دل تھا بساط مین
کچھ قیمت اسکی تو نے تو اے جوہری نہ کی

غزل حاتم

کرون قربان جی کو اُسگھڑی قیمت اُس پل کے
کہ جسدن جسگھڑی دلدار آوے گھر سے چل کے

جہاں کے خوبصورت دیکھ تجھ مورت کو مجلس مین
رہی خاموش حیرت سے گویا پتلے ہین سب گل کے

نہ آوے کیونکہ مجکو خواب راحت بستر غم پر
تصور تیری نقش پا کی گل تکیے ہین مخمل کے

یہ طور رہم سی بد زیب گلرو یاد رکھنا تم
کہ اکدن شوق سے آتا ہو جاؤ گے ہم گل کے

فدا ہونے کو آیا ایک جی کس کسکا اب جل کے
لبو نکی پان کی مستی سے منھ کے تل نے کاجل کے

سجن حاتم کا جی ہر آن پر قربان جاتا ہی
تمھاری چال کے پیچ کی اکڑ کے زلف کے بل کے

غزل عنا

تصدق دمبدم ہوتا ہی جی میرا ستمگر کے
ادا کے پیچ کی دھج کی اور آنکھوں کے جوہر کے

پڑی باری بھلے ہر سو گلی مین اُس جفا جو کے
بھوون چشم کے پتلی پلک کی نوک خنجر کے

خبر اس شوخ کی جلدی کہو تم مین بلا اصدقے
زبان کی جوبن پیچ کی سر کے لبو نکی بال کی سر کے

ہوی اکٹھے ہین سیارے آ جسم اس شوخ کی اوپر
ختن کے چین کے ایران کے سندھ کے ہند بندر کے

عنا اتنا نکر شور فغان لرزہ پڑا تن مین
سما کی شمس کے مہ کے زمین کے بحر کے بر کے

غزل حیرت

خاکبازی طفل کی مین گھر بنے اور ٹوٹ جاے
اشک آ مژگان تہ چمن گوہر بنے اور ٹوٹ جاے

یار تیری دوستی مجھ سے نہ ٹوٹی اسطرح
جس طرح سے فکر کچھ دلبر بنے اور ٹوٹ جاے

وہ دُر یکتا نہا کر گر نچوڑے سر کے بال
آتی آتی طشت تک گوہر بنے اور ٹوٹ جاے

اب تصور یار کا آنکھوں مین یون پھرنے لگا
جس طرح افسون سے جوان اژدر بنے اور ٹوٹ جاے

کب بجھے پڑا ہی حیرت غیر ذات بوتراب
لعل و گوہر کا اگر افسر بنے اور ٹوٹ جاے

غزل مستان

عرق رخسار رنگین سے جو دریا مین ٹپک نکلے
یہانتک شور دریا ہو کہ ماہی پر نمک نکلے

اگر یوسف کیطرح گرم بازاری کرے ظاہر
خریداری کو آدم اور پری حور و ملک نکلے

مجھے کیون قطرہ قطرہ دیکے ترساتا ہے اے ساقی
یہانتک بھر پیالہ تا کہ مے گلگون چھلک نکلے

ید رنگین حنائی سرخ کا دیکھے تو پھر خون مین
شفق ڈوبی ہوئی سر سے تا پانون تلک نکلے

مثال خارہ ہون حیف یہ کیا زندگانی ہے
اٹکون مین جسکے دامن سے تو وہ دامن جھٹک نکلے

پری رخسار پر وہ زلف ہلتی یون نظر آئی
کہ جون گلشن سے لہراتی ہوئی ناگن سٹک نکلے

تمہاری بزم مین حاصل ہے سبکو عیش رات اور دن
ہم ہی جو غیر تھے سو تیری آنکھوں مین کھٹک نکلے

پڑی جو عکس تیری چین جبین کا آب دریا مین
تو ہر اک موج اُسکے سر کو پتھر سے ٹپک نکلے

تبسم دیکھ اُس غنچہ لب کا صحن گلشن مین
ہر اک جا غنچۂ گل جوش مین آ کر چٹک نکلے

مباد موج جانان کی جھلک ہو کر جو گردون پر
تو بجلی پیرہن سے مضطرب ہو کر چمک نکلے

بس اب خاموش مستان ترا مضمون وہی ہے
کوئی منکر تری حق مین کہین ناحق نہ بک نکلے

غزل آتش

خوشا وہ دل کہ ہو جس دل مین آرزو تیری
خوشا دماغ جسے تازہ رکھے بو تیری

یقین ہوا ٹلنے گی جان اپنی آکے گردن مین
سنا ہے جا ہے قریب رگ گلو تیری

وہ گل ہو نہین کہ ترا رنگ جس سے ظاہر ہے
وہ غنچہ ہون کہ بغل مین ہی جسکی بو تیری

پھری ہین مشرق و مغرب سے تا جنوب و شمال
تلاش کی ہے صنم ہم نے چارسو تیری

شب فراق مین اکدم نہین قرار آیا
خدا گواہ ہے شاہد ہے آرزو تیری

دماغ اپنا بھی اے گلبدن معطر ہے
صبا ہی کی نہین حصے مین آئی بو تیری

پڑھا ہی ہمنے بھی قرآن قسم ہے قرآن کی
جواب ہی نہین رکھتی ہے گفتگو تیری

مری طرف سے صبا کہیو میرے یوسف سے
نکل چلی ہے بہت پیرہن سے بو تیری

فرشتہ بھی تجھے کہتے ہین بیشتر شاعر
یقین ہوا ملک الموت مین ہے خو تیری

یہ گردش فلک پیر سے ہوا ثابت
قوی ضعیف کو کرتی ہے جستجو تیری

شراب جام و صراحی حجاب کھو دیگی
دکھائے گا ہمین کیفیتین سبو تیری

رہا نہ شبہہ ہمین اُسکے حلقہ ہونے سے
یہ عقدہ ناف نے کھولا کمر ہے مو تیری

جو ہو وے دسترس اسکا بھی پای قاتل تک
حنا بھلائے گا شوخی مرا لہو تیری

شب فراق مین ای روز وصل تا دم صبح
چراغ ہاتھ مین ہے اور جستجو تیری

جو ابر گریہ کنان ہی تو برق خندہ زنان
کسی مین خو ہی ہماری کسی مین خو تیری

یہ چاک جیب کے حق مین دعای مجنون ہے
نہو وہ دن کہ درستی کرے رفو تیری

کسی طرف سے تو نکلے گا آخر ای شہ حسن
فقیر دیکھتے ہین راہ کو بکو تیری

چمن مین صبح کو جا کر نہ منھ دکھاتا تھا
برنگ آئینہ حیران ہے آب جو تیری

زمانے مین کوئی ایسا نہین ہے سیف بیان
جو رکھے معرکے مین آتش آبرو تیری

غزل ولی

دیکھ دستار بستی ساقی سرشار کی
کھل گئی ہین آج آنکھین نرگس بیمار کی

بات رہجاویگی قاصد وقت ہنسنے کا نہین
دل تڑپتا ہے شتابی لا خبر دلدار کی

بات کہنے کا کبھی جو وقت پاتا ہی غریب — بھول سب جاتا ہی وہ کچھ دیکھ صورت یار کی
معرکے مین عشق کے ہر بوالہوس کا کام ہے — دیکھ حالت کیا ہوئی منصور سی سردار کی
ای ولی اُس بیوفا کی مہربانی پر نہ بھول — دل کا دشمن ہے مگر کرتا ہی باتین پیار کی

غزل ذوق

ہون لاغر جھک کے قامت ایک خس کے بوجھ سے — جون کبا وہ ہلتا ہے پا یے نگس کے بوجھ سے
پیسر نہین گران خاطر ہو نہین جاتا ہی ٹوٹ — آہنی قلاب بھی میرے قفس کے بوجھ سے
زندہ تو ڈوبے ہی اور تیرتی ہی مردہ آب مین — بوجھ شاید جسم کا ہی کم نفس کے بوجھ سے
مت لگا اے عشق دل کے آبلے پر نیش غم — ٹوٹ جاویگا یہ گنبد اس قفس کے بوجھ سے
باندھ دی ناقہ کی گردن مین دل نالان قیس — بوجھ کم ہو اسکا ای لیلی جرس کے بوجھ سے
نکلے دُنیا سے کہان احمق اٹھا کر بار حرص — رہ گیا یہ تو گدھا دلدل مین پھنس کے بوجھ سے
کیا ہوا دل نے لیا گر ایک کوہ غم اُٹھا — یہ نہین ای ذوق دبتا ایسی دشمن کے بوجھ سے

غزل موج

ڈرتا ہون جدا مجھ سے مرا یار نہو جاے — یہ زندگی میری کہین دشوار نہو جاے
دفنائیو ہرگز نہ مری لاش کو یارو — جب تک کہ جنازے پہ مرا یار نہو جاے
جلدی سے پلا ساقی مجھے وصل کی دارو — رخصت کہین دنیا سے یہ بیمار نہو جاے
ساقی تو اسے جان کے مت کیجیو مدہوش — ایسا تو نشا پی کہین سرشار نہو جاے
ڈرتا ہون تری شوخ شرارت سے پری رو — رُسوا نہ کہین تو سر بازار نہو جاے
ای موج تجھے خوف نہین کیا دل وحشی — الفت مین کسی بت کے گرفتار نہو جاے

غزل دائم

عاشق کی یاد کیون نہ کرے دلبری پری — باتین تمھاری بھولی ہین جادوگری پری
سر سبز ہا دو نہ سبز پری تیرے سامنے — پوشاک سبز پہنکے بیٹھی ہری پری

بجھاوے غم کی آنچ سے آتش پری کا دل
جب دیکھی تیرے بر میں لباسِ زری پری

دیوانے ہیں جو رہتے ہیں تجھ سے بری ہیں ہم
آہن دلوں سے اتنی نگر زرگری پری

شیشے کے بیچ جبکہ اُتارینگے ہم تجھے
پرواز کی رہیگی تری سب دھری پری

جورہ عدم کو چھوڑ کے وائم ترے سوا
دیوانہ بنکے وان بھی پکارا پری پری

غزل دلبر

مرتا ہوں ترے عشق میں سرشار خبر لے
ٹک میرے دلِ زار کی ای یار خبر لے

اے باد تو ہی جا کے ذرا شوخ سے کہنا
مرتا ہے کوئی جا پسِ دیوار خبر لے

اللہ ہی بچاوے مجھے اس آتشِ غم سے
یا تو ہی جھمکا کے مری یار خبر لے

کیوں یار بھلا یا ہے مری دل کو تو اک بار
مرتا ہے ترا طالبِ دیدار خبر لے

کوچے میں ترے آنے کی طاقت نہیں ای یار
مرتا ہے پڑا بر سرِ بازار خبر لے

یہ حال مرا دیکھ کے کہتے ہیں طبیبان
بچتا ہے کہیں عشق کا بیمار خبر لے

اے نازنین جو ناز اُٹھاتے ترے دلبر
لپٹے چھینکے سبھی کوچہ خبر لے

غزل سراج

خبرِ تحیرِ عشق سن نہ جنوں رہا نہ پری رہی
نہ تو تو رہا نہ وہ میں رہا جو رہی سو بیخبری رہی

شہِ بیخودی نے عطا کیا مجھے اب لباسِ برہنگی
نہ خرد کی بخیہ گری رہی نہ جنوں کی پردہ دری رہی

چلی سمتِ غیب سے اک ہوا کہ چمن سرور کا جل گیا
مگر ایک شاخِ نہالِ غم جسے دل کہیں سو ہری رہی

نظرِ تغافلِ یار کا گلہ کس زبان سے بیان کروں
کہ شرابِ صد قدح آرزو خمِ دل میں تھی سو بھری رہی

وہ عجب گھڑی تھی کہ جس گھڑی لیا درس نسخۂ عشق
کہ کتاب عقل کی طاق پر جیوں دھری تھی یوں ہی دھری رہی

ترے جوشِ حیرتِ حسن کا اثر اسقدر سیں یہاں ہوا
نہ تو آئینہ میں جلا رہی نہ پری میں جلوہ گری رہی

کیا خاک آتشِ عشق نے دلِ بینوائے سراج کو
نہ حذر رہا نہ خطر رہا مگر ایک بے خطری رہی

غزل قلندر

بے نصیبی پہ دلا اپنی عبث روتا ہے
جو لکھا کاتبِ قدرت نے وہی ہوتا ہے

سفرِ ملکِ عدم تجھکو ہے آخر درپیش
خوابِ غفلت سے تو بیدار ہو کیا سوتا ہے

نہین ممکن کہ مغیلان سی جو ہو وے پیدا
پھل بھی کھاتا ہی وہی جو کوئی کچھ بوتا ہے

کرلے کچھ کام غنیمت ہین یہ ایامِ حیات
بازی و لعب مین کیون عمر کو تو کھوتا ہے

غم کی پیچش سے قلندر نہ کرو دل کو یہ تنگ
عشق کا دامِ بلا ایسا ہی کچھ ہوتا ہے

غزل سودا

جون غنچہ تو چمن مین بندِ قبا کو کھولے
پھر گل سے ای پیاری بلبل کبھو نہ بولے

آویگا وہ چمن مین ٹک کہہ ہی میکشی کو
شبنم سے کہدی بلبل پیالے گلو کے دھولے

باغِ جہان مین آکر کچھ ہمنے پھل نہ پایا
اک دل ملا کہ جسمین ہین سیکرون ملولے

ایسا ہی جاؤن جاؤن کرتے ہو تو سدھارو
اس دل پہ کل جو ہونی سو آج ہی وہ ہولے

کم بولنا ادا ہے ہر چند پر نہ اتنا
مندجائین چشمِ عاشق تو بھی وہ لب نہ کھولے

چشمِ تر آب ہون مین جون آئینہ حبابی
رگ رگ کی ٹرگئے ہین چھاتی مین سب پھپھولے

کون ایسا ہی کہے یہ سودا گلی مین اسکے
لا تجھکو پیچلین ہم دل کھول کر کے رولے

غزل عشرت

شب فراق مین دل پر قلق ابھی سے ہے
سحر ہے دور مرا رنگ فق ابھی سے ہے

ابھی لکھا ہی نہین حالِ دل کا ای قاصد
ہوای شوق مین اڑتا ورق ابھی سے ہے

ہنوز دفن ہوا ہے نہین ترا بسمل
کہ زلزلے مین زمین کا طبق ابھی سے ہے

ارادہ سیر کا کرتا ہے جبکہ وہ گلرو
یہ نازکی کہ جبین پر عرق ابھی سے ہے

کسی نے شام کے آنے کو کیا کہا عشرت
کہ منھ پہ آپ کے پھولی شفق ابھی سے ہے

غزل حیدری

باغ محفل مین تری گل تو عجب جھوم رہی
راہ پائی نہ کہین بادِ صبا گھوم رہی

موتیا اور چنبیلی گل نسرین و گلاب
کتنی مست ہو ڈالی پہ سدا جھوم رہی

یا نون تو قتل ہوئی یار کے لب سے مل کر
بنگلی تھی سو حنا پر کفِ پا چوم رہی

قافیہ ٹھیک نہ تھا کیا کری چیدری خاک
عقل بنیے کی طرح اپنے تئین توم رہی

غزل قدرت

بصفیرانِ چمن ہمسے چمن چھوٹے ہے
ہاے ای شامِ غریبان کہ وطن چھوٹے ہے

مژدۂ شوق سی دل دیکے مین ایسا بھاگا
جیسے صیاد کی ہاتھون سی ہرن چھوٹے ہے

اب تلک تیری شہیدون کے بُن ہر مو سے
لاکھ فوّارۂ خون زیرِ کفن چھوٹے ہے

ہجران کی مصیبت مین لکھون کیا قدرت
تن سے جان چھوٹے ہے اور جان سے تن چھوٹے ہے

غزل بلہار

دل کو پالا ہے بہت ہمنے خبرداری سے
ناز برداری سے ہشیاری سی غمخواری سے

حُسنِ صاحب کی شرافت پہ نظر کر بیٹھے
جان کی بوجھ کے پہچان کے ہشیاری سے

ہمسے باطن مین خفا غیر پہ ظاہر مین خفا
یہ تو امید نہ تھی شرطِ وفاداری سے

شکرِ حق صبر کی دولت کہ شبِ ہجر کے دن
وصل حاصل ہوا طالع کی مددگاری سے

سادگی پر وہ ستمگار کی دھوکا پایا
اپنا ایمان لرزتا ہے یہ عیاری سے

ناز و خط زلف و ادا چشم و مژہ اور ابرو
سبکے سب دشمن قاتل ہین مری یاری سے

سو رہین آج لپٹ اپنے صنم سے بلہار
نیند آتی ہے شبِ ہجر کی بیداری سے

غزل شادان

معشوق کے آنے کی شتابی خبر آوے
اللہ کرے دل کی یہ امید بر آوے

خورشید خجل ہو کے چھپے ابر کے اندر
محفل مین اگر آج وہ رشکِ قمر آوے

کرتا ہے نثار اُسپہ فلک خوشۂ پروین
کانون مین کرن پھول پہنکر اگر آوے

کس کام کا وہ نخل جسے پھول نہ پھل ہو
پر شاخ وہی خوب کہ جسمین ثمر آوے

آتا نہین دلدار نظر کس سے کہون مین
ہین منتظر آنکھین کہ کوئی پل نظر آوے

شادان تو خوشی اپنی سے کہہ مطلع ثانی
معشوق جو آغوش مین تیری گر آوے

غزل جرأت

لے آئینہ مانگ اُسنے جو یکبار نکالی
ظلمات سے کیا راہ نمودار نکالی

وہ کشتۂ الفت کہ دم نزع مین جسنے
منھ سے نہ شکایت کبھو اے یار نکالی

سو آج ترے کوچے کے باشندون نے ظالم
لاش اُسکی بظاہر سر بازار نکالی

نظارے کا گر شوق نہتھا اُسکو تو اُسنے
کیون بام پہ کھڑکی سر بازار نکالی

ہمسائے بجھانے لگے سب اپنے گھرون کو
یئن دل سے جو اک آہ سر بار نکالی

غزل رضا

جب شکر لبے لب اپنے سے سنائی گالی
مجھے میٹھی لگی خوش ہوکے مین کھائی گالی

کیا حلاوت تھی تری گالی مین اللہ اللہ
قند و مصری سے مگر تھی یہ بنائی گالی

چھیڑ کر تیرے تئین آپ ہی ہم کھاتے ہین
عاشقون کو تو ہے یہ دودھ ملائی گالی

ترش رو ہوکے شکر لب جو مجھے دیتا ہی
وصف رکھتی ہے کھٹائی مین مٹھائی گالی

اے رضا تیری زبان پر تو نبات شیر و شکر
یہ نئی طرح کی اب تونے بنائی گالی

غزل شاہ ظفر غفر اللہ ذنبہ

جلوہ جو اُسنے دکھایا مرا جی جانتا ہی
پھر خدا ہی نظر آیا مرا جی جانتا ہے

اُٹھ گئی میری زبان سے تو جہان کی لذت
جو مزا عشق مین پایا مرا جی جانتا ہی

مین خطادار ہون خط کیونکہ لکھون اے صاحب
جیسا لوگون نے سکھایا مرا جی جانتا ہی

کون کہتا ہے ترے عشق سے ایجان رہا
جیتے جی تونے جلایا مرا جی جانتا ہے

اے ظفر اُس گل خندان کی محبت تجکو
دمبدم اُسنے ستایا مرا جی جانتا ہے

غزل بیدار

کون اب بازارِ خوبی مین تری ہم سنگ ہے
حُسن کی میزان مین تیری مہ و مہر پاسنگ ہے

سُرمئی آنکھون کا تیرے جو کوئی بیمار ہے
ایک میل اُسکے تئین یہ گھٹا قدم فرسنگ ہے

مین جو دیوانہ ہوا سر خیلِ اربابِ جنون
ہاتھ مین پتھر لیے ہر طفل میرے سنگ ہے

جاے تکیہ عاشقونکا خانمان ہر فرقتِ خواب
زیرِ سر کوچے مین تیرے خشت ہی پاسنگ ہے

سخت زاری ہی مجھے ظالم تری سنگین دلی
آہ مثلِ آسیا کے سنگ اوپر سنگ ہے

وہ سدا گر گڑ کرے ہے آسیا پھر کر مدام
مشتِ گندم کے لیے چھاتی پہ میری سنگ ہے

اُن جواہر پوش کو دیکھین جو ہی یاقوت لب
اُسکی رنگینی کے آگے لعل بھی پاسنگ ہے

غزل نصیر دہلوی

دل کہین میرا گرفتار ہوا چاہتا ہے
پھر مجھے عشق کا آزار ہوا چاہتا ہے

دیکھ لینے دو مجھے اور بھی یارو اُسکو
بند اب روزنِ دیوار ہوا چاہتا ہے

باتین کرتا ہی لگاوٹ کی خدا خیر کرے
یارو ہم پر ستمِ یار ہوا چاہتا ہے

روز گل کھاتا ہون فرقت سے تری سینہ مین
سینہ اب تختۂ گلزار ہوا چاہتا ہے

آج شب وصل کی خفگی سے کٹی ہائے نصیر
دن جدائی کا نمودار ہوا چاہتا ہے

غزل قدرت اللہ

کسکی نیرنگی کی یہ برقِ دلِ مانوس ہے
جو شررِ دل سے اُٹھا سو جلوۂ طاؤس ہے

حُسن کو اپنی ہوا داروں سے کاوش ہے مدام
ہر طپش یان شمع کی برقِ دلِ فانوس ہے

ایک ہی پردے کے گر سمجھو تو یہ سب ہین الاپ
گر صداے بانگ ہے یا نغمۂ ناقوس ہے

کل ہوس اسطرح سے ترغیب دیتی تھی مجھے
خوب مُلکِ روس ہے اور سرزمینِ طوس ہے

گر میسّر ہو تو کیا عشرت سے کیجے زندگی
اسطرف آوازِ طبل اُدھر صداے کوس ہے

صبح سے تا شام چلتا ہے گلگون کا دور
شب ہوئی تو ماہرویان سے کنار و بوس ہے

سُنتے ہی حیرت یہ بولی اک تماشا مین تجھے
چل دکھادون تو جو قیدِ آز کا محبوس ہے

لیکئی یکبارگی گور غریبان کی طرف
جس جگہ جانِ تمنا سب طرح مایوس ہے

مرقدین دو تین بتلا کر لگی کہنے مجھے
یہ سکندر ہی یہ دارا ہی یہ کیکاؤس ہے

پوچھ تو انسے کہ جاہ و حشمت و دنیا سی آج
کچھ بھی انکے ساتھ غیر از حسرت و افسوس ہے

کل تو قدرت یا یہ غم رکھتے تھی تسبیح ریا
آج رہن جام مے مین خرقہ و سالوس ہے

غزل مولائی

دل ہوا پاے بزنجیر خدا خیر کرے
دام ہے زلفِ گرہ گیر خدا خیر کرے

کسکی آمد ہے صبا آج جو گلشن کیطرف
کھنچی ہے بلبلِ دلگیر خدا خیر کرے

سرخ پوشاک پہن بیٹھے ہو جا تخت دیر
کسکی ہے قتل کی تدبیر خدا خیر کرے

شب کو بسمل مجھے بستر پہ تڑپتے دیکھا
ہنسکے بولا یہ تپ تیز خدا خیر کرے

کل عیادت کو جو آیا تو یون کہتے ہین رقیب
ہوئی مولائی کی توقیر خدا خیر کرے

غزل فدوی

آہو بھی خجل ہووے مصور ز ادم لے
تصویر لکھی جاتی ہے نرگس کا قلم لے

دیکھا نہین تو احمدِ مختار کا لشکر
جبریل بھی جس فوج مین چلتا ہی علم لے

گرمی سے عرق ہو گئے جلتے ہوئے یہ اشک
اس سایۂ مژگان کے تلے بیٹھ کے دم لے

ہم دل کو گوان بیٹھے تصور مین اُسی کے
اور پھر بھی تعقل سے چلے راہ عدم لے

اس بات کی پرسش کے لیے شیخ ہوئے تم
کعبے کو چلے نامِ خدا نام صنم لے

یہ بارگہ شیر خدا جاے ادب ہے
مجنون کو صدا پہونچی ہی تو اس سے رقم لے

ناحق کی یہ تہمت ہی مجھے غیر کی صاحب
گر تیرے سوا غیر کو چاہین تو قسم لے

اترا تون کی تئین چونک پڑی نیند مین ستم
گر خواب مین دیکھے اسد اللہ کے حملے

فدوی تو عبث اپنا گریبان ہے پکڑے
لیتا ہے تو دامانِ علی مستحکم لے

غزل فراق

چمن کوچۂ جانان سے صدا آتی ہی
تازہ کرتی ہوئی جو بادِ صبا آتی ہے

کون بھرتا ہی دمِ سرد جو راتونکو مُدام
ٹھنڈی ٹھنڈی تری کوچے کی ہوا آتی ہے

کسکے مین دستِ حنائی کا ہون زخمی یارب
جو ہر اک زخم سے پھر بوے حنا آتی ہے

التجا یار کی رکھتا ہے سرِ شام سے دل
رات کیا آتی ہی اک سر پہ بلا آتی ہے

چھوڑ جاتا ہے جو وہ مجکو اکیلا گھر مین
در و دیوار سے رونے کی صدا آتی ہے

دوش سے تا بہ کمر اور کمر سے تا پاے
جون ہی بل کھاتی ہوئی زلفِ دوتا آتی ہے

جی مین آتا ہی مسیحا سے مین پوچھون جا کر
مرضِ عشق کی کچھ تمکو دوا آتی ہے

صبح کسطرح سے ہوگی شبِ تاریکِ فراق
نہ تو نیند آتی ہے مجکو نہ قضا آتی ہے

غزل وحشت

نگاہِ یار ہمسے آج بے تقصیر پھرتی ہی
کسیکی کچھ نہین چلتی ہی جب تقدیر پھرتی ہی

کبھی تو کھینچ لاویگی اُسے گورِ غریبان تک
کہ مدت سے ہماری خاک دامنگیر پھرتی ہی

تری تلوار کا مُنھ ہمسے پھر جاوے تو پھر جاوے
ہماری آنکھ کب قاتل تہِ شمشیر پھرتی ہی

مین اُس لیلی کا دیوانہ ہون غافل جو ہی صحرا مین
بغل مین اپنے مجنون کی لیے تصویر پھرتی ہی

مقامِ عشق مین شاہ و گدا کا ایک رتبہ ہے
زلیخا ہر گلی کوچے مین بے توقیر پھرتی ہی

ترا دیوانہ جب سے اُٹھ گیا صحراے وحشت مین
بگولے کسطرح سے ڈھونڈھتی زنجیر پھرتی ہی

غزل جرأت

دردِ غمِ عشق نے مارا مجھے
اب نہین دَم لینے کا یارا مجھے

بات مین کس سے کرون ای مہربان
دھیان تو رہتا ہے تمھارا مجھے

ڈوب گیا پھر نہ وہ پایا ہے یار
بحرِ محبت کا کنارا مجھے

چونک پڑا سنتے ہی آوازِ یار
مین ہی سمجھا کہ پکارا مجھے

ہجر کی شب دیکھیے اب کیا دکھای
دن تو گیا روتے ہی سارا مجھے

اُف نکروں نام کا جرأت ہو نہیں
چھیڑے اگر عشق کا آزار مجھے

غزل ایضاً

بال زلفِ یار کے رخسار تک آنے لگے
چشمۂ خورشید میں گویا سانپ لہرانے لگے

آفتابِ حسن کو مہتاب سا دیکھکر
خانۂ خورشید میں ہم اشک ٹپکانے لگے

دیدۂ باسرمہ جس کو کار دانگی شب آہ
جون بگولا ہم وہاں جنگل میں بھٹکانے لگے

عشق بھی سبقت کرے ہی تیغ خوب یار کو
جو کہ جوہر تھے یہان صاف کھلانے لگے

غزل شاہ ظفر عفر ذنبہ

مُرغِ دل مت رو یہاں آنسو بہانا منع ہی
اس قفس کے قیدیوں کو آب و دانہ منع ہی

تیرے ہی دیوار سے اب ہم تو سر ٹکا کیے
روزنِ دیوار تک آنکھیں ملانا منع ہی

قتل کرکے مجکو اب سنگین دلوں نے یوں کہا
قتل ہو جانا ولیکن تڑپھڑانا منع ہی

مت تڑپنا دیکھنا خنجر تلے اے صید دل
عشق کی مقتل میں دست و پا ہلانا منع ہی

اے ظفر تمکو ہمیشہ چاہیے عشرت مدام
اب تمھیں چالیس دن منہدی لگانا منع ہی

غزل دیگر

وہ صنم حال میرا کیا جانے
ہوں میں کس فکر میں خدا جانے

اُسکے ملنے کی مجھکو تہمت ہے
وہ کہاں ہیں کہاں خدا جانے

ہم تو روتے ہیں ہنستے ہیں اغیار
قدر بلبل کی زاغ کیا جانے

ہونٹھ چاٹا کرے وہ ساری عمر
لب شیرین کا جو مزا جانے

سُنکے احوال میرا کہنے لگا
ایسا جھگڑا مری بلا جانے

ایسے سفاک سے ڈرو یارو
خونِ عاشق کا جو حنا جانے

بخدا اب کسی کے دوست نہیں
انکو دشمن ہی جان کا جانے

غزل نظیر

ہم تو عاشق ہین ترے ناز اُٹھانیوالے
تمسے کم دیکھے ہین محبوب ستانے والے

بند کر قید محبت مین خبر لی نہ مری
دام مین جسکے پھنسے نہ ہم چھڑانے والے

کل شب وصل مین کیا جلد کٹی تھین گھڑیان
آج کیا مر گئے گھڑیال بجانے والے

کل جو رستے مین ملاقات ہوئی تو یہ کہا
کہان جاتے ہو طرحدار جلانے والے

گذری مدت کہ مرے ساتھ لپٹنے نہین آئے
کیا ہوئے یار گلے ہمکو لگانے والے

یونہی اوقات گذرتی ہے مزے داری مین
نہ ملے چین مزے دار دکھانے والے

اب کہ ملتا ہو نظیر یار سے کہنا جاکے
کیا بھلا ہم نہ رہے یار رُلانے والے

غزل بادشاہ

یہ کس مست کے آنے کی آرزو ہے
کہ ساقی لیے ساغر مشکبو ہے

سمایا ہے جب سے تو آنکھون مین میری
جدھر دیکھتا ہون اُدھر تو ہی تو ہے

جتاؤن مین کیا اپنا حال پریشان
عیان زلف دلدار کی ہو بہو ہے

چلو قبر فرہاد پہ فاتحہ کو
مگر آب شیرین سے لازم وضو ہے

نکلجاے دم تیرے قدمون کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

گلستان مین جاکر ہر اک گل کو دیکھا
نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بو ہے

ستایا ہے ناحق ہمین تونے ظالم
یہ انصاف اللہ کے روبرو ہے

کیا چاک وحشت نے ایسا گریبان
نہ سینے کے قابل نہ جاے رفو ہے

شفق بن کے گردون پہ ہوتا ہے ظاہر
یہ کس کشتۂ بے گنہ کا لہو ہے

عبث مجکو ہنس ہنس کے دیتی ہو گالی
زبان کو سنبھالو یہ کیا گفتگو ہے

اگر ابکی باری شب وصل بولا
چھری اور مرغ سحر کا گلو ہے

رہے سایۂ پنجتن بادشاہ پر
خداوند عالم نگہبان تو ہے

غزل غریب

اسقدر مین جو کرون یار بڑائی تیری | عقل حیران ہے مری دیکھ صفائی تیری
آفرین کہیے میان تیرے مصور کے تئین | جسنے اس خوبی سے تصویر بنائی تیری
کیا کہون کس سے کہون کون کریگا آسان | سخت مشکل ہے مری حق مین جدائی تیری
یہ جدائی جو جہان بیچ نہوتی پیدا | کیا خدا خالی کبھی رہتی یہ خدائی تیری
روز محشر کے خدا پوچھیگا سختی سے مجھے | تو مین اے دوست دلادونگا دُہائی تیری
یا محمد ترا در چھوڑ کہان جاوے غریب | بادشاہی سے تو بہتر ہے گدائی تیری

غزل

مجھکو چاہِ ذقن دکھاتا ہے | میرا یوسف کنوین جھکاتا ہے
دیکھیے کس کی پیاس بجھتی ہے | خنجر آبدار لاتا ہے
ساتھ پینا شراب لے لے کے | ساقیا مجھکو یاد آتا ہے
ترش ہوکر کے منھ بھراتا ہے | زہر قاتل مجھے پلاتا ہے
شب کو مہ رو جو وہ نہاتا ہے | چاند غیرت سے ڈوب جاتا ہے
دل مرا ہے مثال شیشے کے | کس لیے خاک مین ملاتا ہے
شمع محفل کا مجھکو سمجھا ہے | شاید اسواسطے جلاتا ہے
دیدبازی سے چشم رکھتے نہین | لن ترانی کسے سُناتا ہے
نہین ملتے تو خوش رہو پیارے | بندہ بھی تمسے ہاتھ اُٹھاتا ہے

غزل فیض

کردیے باغ کے در بند باغبانون نے | آخرش کھولدیے آکے مہربانون نے
تاب آئی نہ مجھے بھر کے نظر دیکھے سے | کردیے مات پریزاد و نہ انسانون نے
دن کو ہے چین نہ مجھ رات کو آتی ہے نیند | تجھ پہ گل کھای پری ہمسے وفادارون نے
طعنے سب دیتی ہین اب مونس و غمخوار مرے | فیض کیا ہای یہان شمع سے پروانون نے

غزل طور

بزم میں رونے لگے یاروں کی سمجھانے سے
راز دل چھپ نہ سکا اشکوں کے بھر آنے سے

دل بیتاب شب تار میں کیا ہی الجھا
یہ ہی وہ زلف کہ سلجھے نہ کبھو شانے سے

ہاتھ گردن میں نہ ڈالو نہ ملو تم ہو وہی
جو خفا ہو گئے تھے غیروں کے بہکانے سے

محتسب جاوے الٰہی کہیں میخانے سے
دلکو شیشے سے ملوں آنکھوں کو پیمانے سے

اے مسیحا تری جانے سے میں مرجاتا ہوں
جان آجاتی ہی تن میں تری آجانے سے

طور مذہب ترا کیا ہی کہ تجھے کہتے ہیں
کبھی مسجد سے ہی نکلے کبھی میخانے سے

غزل

لیکے کل تیر اور کمان تونے
میری خاطر کیا نشان تونے

کس سے لڑتا ہی جو کواکب سے
زرہ پہنی ہے آسمان تونے

بال سا کر دیا میان کس نے
او میان تونے او میان تونے

دشمن جان میں جگر میں ای الفت
آگ دی ہی کہان کہان تونے

چشم پوشی سے اے تصور یار
کیا دکھایا ہمیں سمان تونے

خاک کسواسطے ندی ای قیس
سگ لیلے کو استخوان تونے

آکے سو مجکو اے حرارت عشق
کردیا مثل زعفران تونے

غزل سودا

گل پھینکے ہی اوروں کیطرف اور ثمر بھی
اے خانہ بر انداز چمن کچھ تو ادھر بھی

اے ابر قسم ہے تجھے رونے کی ہمارے
تجھ چشم سے ٹپکا تھا کبھی لخت جگر بھی

کیا ضد ہی خدا جانے مجھ ساتھ وگرنہ
کافی ہی تسلی کو مرے ایک نظر بھی

اے نالہ صد افسوس جوان مرنے پہ تیرے
پایا نہ تنک دیکھنے میں روے اثر بھی

کس ہستی موہوم پہ نازان ہی تو ای یار
کچھ اپنی شب و روز کی ہے تجھکو خبر بھی

تنہا ترے ماتم میں نہیں شام سیہ پوش
رہتا ہے سدا چاک گریبان سحر بھی

سودا اثری فریاد سے آنکھوں میں کٹی رات | ہونے کو سحر آئی ہے ظالم کہیں مر بھی

غزل درد

اے چشم مرے موتیوں کا ہار نہ ٹوٹے | سب اشک مسلسل رہیں ورتار نہ ٹوٹے
ہم پائے برہنہ چلے صحرا کو نکل کر | ہر چوب پکاری کہ مرا خار نہ ٹوٹے
صیاد سے بلبل نے کہا رو کے قفس میں | میں موئی بلا سے پہ یہ گلزار نہ ٹوٹے
کل رات صراحی نے بی میخانے میں ہچکی | کہنے لگی پیالے سے تی خمار نہ ٹوٹے
دل درد کی باتیں نکرو ہم سے تی جاتی | یہ رشتہ نازک ہے میاں تار نہ ٹوٹے

غزل مصحفی

لاف خوبی ترے عارض پہ جو گلشن مارے | آتش رخ پہ صبا طیش سے دامن مارے
کیا غضب ہے جو تو غرفے میں کھلے بال پھرے | اور نظارہ ترا دیدۂ روزن مارے
ہے یہ خوش حال انھونکا جو تری کوچے میں | خاک پنڈے پہ ملے بیٹھے ہیں آسن مارے
دشمن و دوست کو الفت نے تری ایک کیا | ہاتھ پر ہاتھ نہ کیوں شیخ و برہمن مارے
ہم ترے واسطے ای غیرت لیلی کب تک | قیس کیطرح پڑے پھرتے ہیں بن بن مارے
وہ جو آنکھیں ہیں تری رہزن و خونی کافر | قافلے لوٹ لیے سیکڑوں رہزن مارے
ضبط سے مصحفی اب کام مرا درگذرا | کب تلک غم میں کیسکے کوئی تن من مارے

غزل نور

مرا جاتا ہوں تری ہجر کے مارے آرے | مرے جانی مرے دلبر مری پیارے پیارے
آرہ تو سر پہ چلا میرے ولیکن میں تو | شوق میں تیرے کہے جاؤنگا آرے آرے
مدتیں ہو چکی رہتے ہوئے اغیاروں میں | ایک دن رات کو مہمان ہمارے آرے
یاد کرکے وہ ترا چاند سا مکھڑا ای مہر | بیٹھا گنتا ہوں فلک کے ستارے آرے
نور بیتاب ہوا ازبسکہ جدائی سے تری | رشک خورشید مری ماہ کے پیارے آرے

غزل

کسکو دکھلاؤن آبلے دل کے / زخم آلے ہوی ہین چھل چھل کے
اسکی نیرنگی پہ فدا ہون مین / گل بنائے ہین اسنے اس گل کے
زلفِ ناگن نے آپ کی صاحب / دل لیا ہے ہمارا ہل ہل کے
تجہ سوا باغ کا یہ کیا احوال / پھول کمھلا گئے ہین کھل کھل کے
اس خطا اپنی کی کرین توبہ / رنج کھینچے ہین تم سے مل مل کے

غزل عاجز

عرق جب اس پری کی چہرۂ پرنور سے ٹپکے / خجل ہو گل سی شبنم جون لہو ناسور سی ٹپکے
مری آنکھون سی خونی اشک یون گرتی ہین پلکون پر / لہو سولی کے اوپر جون سرِ منصور سی ٹپکے
اگر کیفی سخن میرا اہال تاک کو پہونچے / صراحی شاخ بنجاوی شراب انگور سی ٹپکے
اگر اس زلفِ مشک آمیز سی چینی مین بال آوے / عجب نہ عطر و عنبر کاسۂ فغفور سی ٹپکے
کرون فریاد رو رو یار کو جب یاد کر عاجز / دم اسرافیل کا لوہو ہو بانگِ صور سی ٹپکے

غزل عاقل

اس رنگیلی نے جو ہاتھون کو لگائی مہندی / کونسے باغ سے سچ کہو منگائی مہندی
اشک گلگون سی ہوا اتھا تر و تازہ جو درخت / جسکی ڈالی سے سجن توڑ لائی مہندی
رشکِ عناب کہا دست حنائی کے تئین / پور پورا اپنی یہ جسوقت رچائی مہندی
اڑگیا دیکھتے ہی رنگ شفق کا ناگاہ / ایک ذرہ جو ہتھیلی کی دکھائی مہندی
ہاتھ مین سرخی نہ سمجھے کوئی عاقل اسکے / کسی عشاق کا دل مٹھی مین لائی مہندی

غزل

جوہر سے کب آلودہ ہی شمشیر کسو کی / ہر قتل کے محضر پہ ہے تحریر کسو کی
بے رحم ہزارون کو کیا قتل جو تونے / ثابت نہوئی ایک بھی تقصیر کسو کی

گل مین نے چمن مین جو لب غنچہ کو دیکھا
آنکھونکے تلے پھر گئی تصویر کسو کی

آتا ہے جو اُس بیڑی کی جھنکار کا عالم
پر قید مین بھی ہل گئی زنجیر کسو کی

حاصل تجھے کیا ہو مرے سمجھانے سے اسکے
کب مانتا ہے وہ بت بے پیر کسو کی

دامان نسیم سحری وقت نشان ہے
شاید یہ کھلے زلف گرہ گیر کسو کی

غزل نظیر

تاب اُسکے دیکھنے کی نہ لائے چلے گئے
کیا کیا جوان پری تھے کہ آئے چلے گئے

دارا رہا نہ جم نہ سکندر سا بادشاہ
تخت زمین پہ سیکڑون آئے چلے گئے

آدم رہا نہ کوئی ہمیشہ رہا یہان
وہ بھی اسی زمین مین سمائے چلے گئے

عالم تھا یہ زلیخا کا یوسف کی چاہ مین
رقعے ہزارون بیاہ کے آئے چلے گئے

دیکھا نظیر مین نے چمن مین جو آپ کو
منہدی بھرے جو ہاتھ دکھائے چلے گئے

غزل

دردمندون سے نہ پوچھو کہ کدھر بیٹھ گئے
تیری محفل مین غنیمت ہے جدھر بیٹھ گئے

ہے غرض درد یہان کام تکلف سے نہین
خواہ ادھر بیٹھ گئے خواہ اُدھر بیٹھ گئے

مفت اُٹھنے کی نہین یار کے کوچے سے فقیر
ایک بوسہ کے لیے باندھکے اڑ بیٹھ گئے

پیر و مرشد کی قسم ہے کہ وہی لینگے وہی
جبکہ بستر پہ تجھے کھول کمر بیٹھ گئے

کر گیا کام جو معشوق ستم نیزہ جھکا
سیکڑون مرغ ہوا باندھکے پر بیٹھ گئے

غزل صبا

مرتے دم اے بیوفا دیکھا تجھے
اک نظر دیکھا تو کیا دیکھا تجھے

اس پریرو مین دیوانہ کیون نہون
بال کھولے بارہا دیکھا تجھے

گریۂ بلبل پہ اُسنے ہنس دیا
جسنے اے گلگون قبا دیکھا تجھے

مارے غیرت کے نہ نکلا آفتاب
بام پر جب مہ لقا دیکھا تجھے

دید میں ہر چند ہے نقصان جان / فائدہ اتنا ہوا دیکھا تجھے
بوئے گلشن بھی نہ لائی تا قفس / بس ہوا ہوا ای صبا دیکھا تجھے

غزل رضی

فندق یہ تری دیکھیے کس شان کی سرخی / پہونچے نہ جسے پنجۂ مرجان کی سرخی
تعریف کروں جہر کی یا لب کی نزاکت / مستی کی اداہٹ کہوں یا پان کی سرخی
الماس نظر آتے ہیں یاقوت کے مانند / پڑتی ہے کرن پھول پہ جب پان کی سرخی
قاتل مجھے ڈر ہے کوئی پہچان نہ لیوے / دھو ڈال ذرا گوشۂ داماں کی سرخی
گردن پہ ترے خون ہے فرہاد کا شیریں / دیتی ہے گواہی یہ گریبان کی سرخی
سنیے یہ غزل مجھ ستی اب تازہ رضی کی / دکھلاؤں تمہیں صاف گلستان کی سرخی

غزل صبا

قاصدا لا دے خبر یار کے آجانے کی / جان جاتی ہے چلی ہجر میں دیوانے کی
آپ آئے نہ کبھی خط نہ کتابت بھیجی / سیکڑوں راہ دکھائیں ہمیں ترسانے کی
چشم گریاں ہے صدا سینہ بھی بریاں مدام / آرزو جی میں ہے بس جی سے گذر جانے کی
تو ملے غیروں میں آنکھوں سے اپنے دیکھوں / حیف صد حیف کہ بس جای ہے مرجانے کی
اے صبا بہر خدا کچھ مجھے تدبیر بتا / یا اُسے لاکے ملا یا مجھے لیجانے کی

غزل

اس قدر ہم یہ ناتوانی ہے / موے سر سے بھی سرگرانی ہے
میرے زخموں پہ مت رکھو مرہم / میرے قاتل کی یہ نشانی ہے
تلوے چھد چھد کے ہوگئی غربال / ہم نے صحرا کی خاک چھانی ہے
حال دل پوچھ لو طبیبوں سے / کیوں مرا رنگ زعفرانی ہے

چاہیے زخمِ دل ہری ہو جائین
پہنی پوشاک اُسنے دھانی ہے

غزل سودا

ساون کی بادلون کیطرح سے بھری ہوے
یہ وہ نین ہین جس سے کہ جنگل ہری ہوے

اے دل یہ کس سے بگڑی کہ آتی ہے فوج اشک
لختِ جگر کی نعش کو آگے دھری ہوے

پلکین تری کہان یہ صف آرا ہوئین کہ وان
افواجِ قاہرہ کے نہ برہم پری ہوے

آنکھونکو تیری کیونکہ مین باندھون کہ یہ غزال
جاتے ہین میری دل کی زراعت چری ہوے

بوندیکی جمد ھرون سے یہ پھرتی ہین ہگدگر
لڑکے مجھ آنسوؤن کے نپٹ منگری ہوے

انصاف کسکو سونپتے اپنا بجز خدا
منصف جو بولتے ہین سو تجھسے ڈری ہوے

نزدیک اپنے رہنے سے مت کر ہمین تو منع
ہین لاکھ کوس جب ترے دل سے پری ہوے

مجلس مین چھو کرونکی جو جھری سے شیخ جی
آئے تو پھر خدا نے کہا مسخرے ہوے

سودا نکل نگر سے کہ اب تجھکو ڈھونڈھتے
لڑکے ہین پھرتے پتھرونسے جھولی بھری ہوے

غزل تابان

عشق کیا شے ہے کسی کامل سے پوچھا چاہیے
کسطرح جاتا ہے دل بیدل سے پوچھا چاہیے

کیا تڑپنے مین مزا ہے قتل ہو یار کے ہاتھ
اسکی لذت کو کسی بسمل سے پوچھا چاہیے

جسنے اسکا زخم کھایا ہے اُسے معلوم ہے
تیغ ابرو کی صفت گھائل سے پوچھا چاہیے

یار کے ملنے کی ہم کوئی طرح پاتے نہین
طرح ملنے کی کسی واصل سے پوچھا چاہیے

آہ و نالے کی حقیقت دیکھتا ہون ہجر مین
کیا گذرتی ہو گی تابان دل سے پوچھا چاہیے

غزل افسون

صدقے مین تری زلف کی او رتار تار کے
دستارِ گل انار قبا بوٹے دار کے

بلبل نے وقت قید کے رو رو کے یون کہا
صیاد واسطے ترے پروردگار کے

بیچے گے تو سہی ذرا آتا تو کیجیو
دیکھیو تو ہاتھون ہاتھ کسی نو بہار کے

یہی وطن ہمارا ہے ہم پوچھتے ہو کیا
ہم رہنے والے ہیں اسی باغ و بہار کے

افسوس تو شاد رہیو زمانہ گزر گیا
ہم ہیں غلام اس شہ دلدل سوار کے

غزل معین الدین

راضی ہیں ہم اسی میں جو کچھ دلربا کرے
چاہے جفا و جور کرے یا وفا کرے

دل سا رفیق جس کا جدا ہو گیا ہو یار
وہ اپنی بیکسی پہ نہ روئے تو کیا کرے

جس نے ہمارے دوست کو ہم سے جدا کیا
وہ بھی مراد اپنی نہ پائے تو کیا کرے

کہتا معین دین ہے تمھیں میری داستان
آسان سبھوں کی مشکلیں مشکل کشا کرے

غزل نگین

تھی تو تم پردہ نشین خانہ نشین کیوں نہوئے
تھا تو پردے کا مکان دل کی مکین کیوں نہوئے

وہ جو چلتا ہے زمین پر یہی آتی ہے ہوس
ہائے افسوس کہ ہم فرش زمین کیوں نہوئے

قبر عاشق پہ چلا وہ تو لگا یون کہنے
ہائے ہم آج کے دن زیر زمین کیوں نہوئے

آہ جس شخص پہ تم لطف و کرم کرتے تھے
حسرت آتی ہے کہ وہ شخص ہم ہی کیوں نہوئے

جب سے دیکھا تمھارا نام نگین کے اوپر
خون ہوتا ہے یہ دل ہم وہ نگین کیوں نہوئے

غزل

چاک دامن کیے جانان تری دیوانون نے
قید خانے کیے آباد پریشانون نے

نیم بسمل یہ تڑپتے مجھے دیکھا قاتل
شور عالم میں کیا تیرے بیجانون نے

بل پہ اس کاکل مشکین کے شب تار ہیں آ
دل دیے زلف پریشان کے پریشانون نے

نخران خاک کے پتلونکا نہو کیونکہ بھلا
ڈھونڈھا ہی عالم بالا میں بھی انسانون نے

میرے دلدار پہ دلبر شب معراج کی رات
غش کیے حور و پری قدسی غلمانون نے

غزل

نہیں وہ نہیں ہوس کہ تجھ سے دل مرا بھر جائے
پھرون میں تجھ سی تو مجھ سے مرا خدا پھر جائے

یقین ہے کہ جدھر کو وہ دلربا پھر جائے — مثال قبلہ نما دل وہین مرا پھر جائے
الٰہی وہ نہ پھرے جسکے غم مین مرتا ہون — بلا سے حلق پہ گو خنجر جفا پھر جائے
پھرے زمانہ پھرے آسمان ہوا پھر جائے — بتو تمسے ہم نہ پھرین ہمسے گر خدا پھر جائے
بکھیر دیوے جو بالون کو اپنے مکھڑے پر — تو کیا عجب ہے کہ آئی ہوئی گھٹا پھر جائے

غزل

دیوانہ کیا بزم مین شب آکے کسی نے — بیہوش کیا چہرہ کو دکھلا کے کسی نے
تکرار جو کی بوسے کے لینے مین بہت سی — دین گالیان آخر مجھے جھنجھلا کے کسی نے
کچھ دست درازی کا کیا قصد تو ہے ہے — جھٹکا کے مرے ہاتھ کو شرما کے کسی نے
رکھا ہاتھ مرے سینے پہ گلدستۂ نرگس — مارا مجھے دیدار سے ترسا کے کسی نے
سمجھا مجھے دیوانہ سا اُس شوخ نے یکبار — دل چھین لیا مفت مین بہلا کے کسی نے

غزل نیاز

صنم ہے گلبدن ہے مہ جبین ہے — بھلا کہیے وہ کیا کیا کچھ نہین ہے
وہ سب جا ہے وہ کس جا گہ نہین ہے — غرض اُسکو جہان دیکھو وہین ہے
گیا اودھر کو پھر ادھر نہ آیا — عجب کوچے کی تیرے سرزمین ہے
مری اشکون کا اور نالون کا شاہد — زمین اور آسمان عرش برین ہے
نہ ہو جسکے مقابل حور و غلمان — صنم نام خدا وہ نازنین ہے

غزل خلیق

مرغان قفس کرتے ہین سب نغمہ سرائی — کیا فصل بہاری کی چمن سے خبر آئی
عاشق کو تو نرگس نے کہین آنکھ دکھائی — کر چاک گریبان کو نسیم سحر آئی
اُس یار کے ملنے کی جو امید مجھے تھی — کیا راہ گئی بھول قضا تو کدھر آئی
جس گھر مین ہم رہتے تھے مدت سے ہم اور یار — خالی جو مکان دیکھا مری چشم بھر آئی

بیماری لے جلد خبر اپنے مسیحا
کیا فائدہ جو اس سے اجل کام کر آئی

گلشن مین کسی شخص کا اک ڈھیر ہے بلبل
منقار مین لیجا کے وہان پھول دھر آئی

ایسا کوئی رسوا نہ ہوا ہوگا جہان مین
آفت جو خلیق جگر افگار پر آئی

غزل ذوق

سر بوقت ذبح اپنا اُسکے زیر پاے ہے
یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جاے ہے

رخصت اے زندان جنون زنجیر در کھڑکاے ہے
مژدہ خار دشت پھر تلوا مرا کھجلاے ہے

ہان مد طاقت رُکے ہے ضعف سے سینے مین دم
دیکھیے لب تک مجھے کیونکر خدا پہنچاے ہے

واہ وا شور محبت خوب ہی چھڑکا نمک
استخوان میرے ہما کس مزے سے کھاے ہے

بس کر اے سوز درون پھٹ جائینگے دل اور جگر
رحم جوش گریہ چھاتی پھر ابھی بھر آے ہے

بل بے استغنا کہ وہ تو آتے آتے رہ گئے
اُف ہی بیتابی کہ یان تو دم ہی گھبرا جاے ہے

ذوق کو تو نزع مین بھی ہیگا تیرا انتظار
جانب در دیکھ لے ہے جبکہ ہوش آجاے ہے

غزل ناسخ

پھر بہار آئی چمن مین رحم دل لے ہوئے
پھر مرے داغ جگر آتش کے پرکالے ہوئے

پاے نازک جب رکھا اُسنے ہماری قبر پر
پارہ ہاے سنگ مرمر روئی کے گالے ہوئے

سبحہ گردانی ہوئی اعمال شب مین اسقدر
دانون کی مانند ہاتھون مین مرے چھالے ہوئے

اے پری پیکر اگر نرگس تری بیمار ہے
باغ مین لالیکو اپنی زیست کے لالے ہوئے

اسطرح چھوڑون یکایک اُسکی زلفونکا خیال
ایک مدت سے یہ کالے ناگ ہین پالے ہوئے

جب شب تاریک مین ہم کوے جانانکو چلے
آگے آگے جاے مشعل آتشین نالے ہوئے

واہ کیا تاثیر ہے اُس روے آتشناک کی
شعلہ جوالہ اُسکے کان کے بالے ہوئے

یاد جب آیا چمن مین وہ نہال باغ حسن
یک قلم لبریز اشکون سے مری تھالے ہوئے

وہ پری پیکر کہا کرتا ہے اکثر مجھ سے
اب تو ناسخ بھی ہمارے چاہنے والے ہوئے

غزل ظفر

ہمین منظور آج اُنکو بُلانا ہے بُلانا ہے
بُلا کر داغ دل اپنا دکھانا ہے دکھانا ہے

ہجوم داغ دل کیا پوچھتے ہو میرے سینے مین
خزانا ہے خزانا ہے خزانا ہے خزانا ہے

جگر میرا ترے تیر نگہ کا اک مدت سے
نشانا ہے نشانا ہے نشانا ہے نشانا ہے

کہین کیا اُس پری سے وہ مجھے کہنے نہین دیتا
دیوانا ہے دیوانا ہے دیوانا ہے دیوانا ہے

ہنسو کیونکر نہ غیرون سے کہ منظور آپکو میرا
رُلانا ہے رُلانا ہے رُلانا ہے رُلانا ہے

شہادت سے مری اب تک زبان تیغ قاتل پر
فسانا ہے فسانا ہے فسانا ہے فسانا ہے

نہ بھڑکے دل مین پھر ظفر آگ کیون آتش نہ جاری ہو
کہ شیوہ اُن رقیبون کا لگانا ہے لگانا ہے

غزل حکیم

خفا ہم سے وہ سیمبر ہو گیا ہے
تو خون غم سے دل اور جگر ہو گیا ہے

ملے ہے جو رُک رُک کے وہ مجھسے شاید
مری آہ کا کم اثر ہو گیا ہے

کرے ہے جو بلبل پہ گل ناز ایسا
خزان سے کہین بیخبر ہو گیا ہے

ذرا لے خبر او مسیحا کہ تیرا
مریض اب چراغ سحر ہو گیا ہے

کہے کون تیرا پیام آشتی سے
حکیم اُس سے سب کو خطر ہو گیا ہے

غزل فانی

عشق ہے دام بلا زلف پریشان مدد دے
راہ بھولا ہے یہ دل خضر بیابان مدد دے

ہجر مین یار کے پھرنا ہی مجھے کوہ و بدشت
پا برہنہ ہے مرا خار مغیلان مدد دے

تیغ ابرو نے تری مجھکو کیا ہے گھائل
نیم بسمل ہون اے خنجر مژگان مدد دے

سُرخ چہرے پہ جو کھایان وہ قاتل آیا
خون کرنے کو مرے خاک شہیدان مدد دے

جوش دیوانگی ہے مجھپہ سراپا فانی
ہاتھ کھنے مین نہین چاک گریبان مدد دے

غزل علی

ہم دل سے ہوے احمد مختار کے بردے
لیتے ہین سکندر کے اب اقبال کو زردے

تعریف لکھی جاوے کب اُس نور خدا کی
یوسف سے کئی بکتے ہین خرگاہ مین بردے

آیا ہون ترے در پہ اے محبوبِ خدا کے
مشکل مری حل بہرِ خدا آپ ہی کردے

تو شافع اُمت ہے مین ہون عاصی جہانمین
امید تری سی ہی ہے ہر کار و مرد ے

ہم دل سے ہین مشتاق درِ ختم رسالت
پروا نہین جنت کی ہے زاہد کو خبر دے

ہے کون سوا تیرے شفاعت سے جہانکو
آزاد کرے امن و امان روزِ حشر دے

بس فیض ترا عام ہے اے ساقی کوثر
اک جام محبت کا طلبگار کو بھردے

جھکتا ہے اگر افسرِ اقبال علی تو
سر اپنا محبت سے اسی خاک پہ دھردے

غزل راسخ

نگران کبھو نہ یہ جانب رخِ دلفریب پری رہی
مری چشم مند نے سے تک ہی محو جلوہ گری رہی

پس مرگ چشم نزار کا لہو خشک ہو گیا سب پی
وہی خون ہا دل خون شدہ وہی چشم کی تری رہی

تمہین گل کی جسنے بنایا ہو کہا اُسنے مجکو صبا ہے تو
وہان تم تو پردہ نشین ہوے یہان مجکو دربدری رہی

مری بات جنمین ہنر تو تھی وہ ڈبو دو ماش سری ان
کہ متاعِ بیش بہا سدا جہان جنسِ بے ہنری رہی

نہ ملین شین والو نہ کچھ حسد مجھے رشک تھا تو انھون یہ تھا
جنھین تیرے جلوے کے سامنے مری طرح بیخبری رہی

یہ جواب ہے آخر عاشقی کبھی ہوش ہو کبھی فنگی
نہ وہ گریۂ دل شب رہا نہ وہ زاری سحری رہی

جگر اور دل سبھی رکھتے تھے ولی ہو سکا نہ کوئی طرف
ہدف اسکی ناوکِ ظلم کی یہ مری ہی بیجگری رہی

مجھے سونپ کر غم ہجر وہ ہوی یون جدا کہ نہ پھر ملے
مری دل مین تا دمِ واپسین وہ امانت انکی دھری رہی

نہی چشم راسخ خستہ دل کبھو خالی اشک سے دوستان
شب و روز جام پر آب کی روش انسوؤن سے بھری رہی

غزل جوہر

کھلینگے شکوے انکی جبکہ دفتر ادھر ہمارے اُدھر تمہارے
تو کیا کہ گذریگا آہ دلبر ادھر ہمارے اُدھر تمہارے

لڑو نہ ہمسے اے میری دلبر یہ پا جانی دو ماتو کہنا
نہین تو مذکور ہونگے گھر گھر ادھر ہمارے اُدھر تمہارے

ہماری دلبری چراغ حسرت تمہارے منہ پر ہی داغ چیچک
وہ دلون چمکینگے مثل اختر ادھر ہمارے ادھر تمہارے

تمھین اب اپنی قسم ہے جاناں ہو تو ایسا ہو کہ جس مین
غم جدائی نہ آوے دلبر ادھر ہمارے ادھر تمہارے

ملو نہین کیونکہ ہوا ہون حیران اگرچہ دو تو فرق پھر بھی
پھرین ہین جاسوس یا تو گھر مین ادھر ہمارے ادھر تمہارے

ستم کا تم کیا جواب دوگی بھلا جو پوچھے گا تم سے خالق
جو ہوگی منصف پر روز محشر ادھر ہمارے ادھر تمہارے

شراب ہے یہ سمجھ کے پینا خراب کرتا ہے اسکو عالم
آہین نشئے مین کھلین جو پھر ادھر ہمارے ادھر تمہارے

غزل شہر

کیا نکلے سخن عاشق دلگیر کے منہ سے
کوئی بات سنی ہوگی نہ تصویر کے منہ سے

کس کی نگہ چشم نے مارا ہے طمانچہ
بہتا ہے لہو خنجر و شمشیر کے منہ سے

یوسف کو کیا قید جو زندان مین خوش ہو
آتی ہے صدا کان مین زنجیر کے منہ سے

طفلی مین تری حسن کا مین وصف کہون کیا
ہین منہ سے جوانون کی ہر اک پیر کے منہ سے

دیتا ہے دعا تجھکو ثنا خوان یہ شہر رجب
آمین کی صدا نکلے ہے تاثیر کے منہ سے

غزل تاثیر

زلف سیہ فام گلوگیر ہے
وحشی دل کے لیے زنجیر ہے

دام ترے زلف کا مین چھوڑ کر
جاؤن کہان کونسی جاگیر ہے

مونس جان اس دل بیتاب کا
حال مرا صورت تصویر ہے

مرنے سے ڈرتا نہین جینے سے آہ
عشق عجب کیا تری تاثیر ہے

غزل عشاق

معجزہ اسقدر اپنے لب تقریر مین ہے
جو پری سحر بیان ہے وہی تسخیر مین ہے

شرط طور نہ کیونکر ہو عیان تجھسے اب
عالم صاعقہ قاتل تری شمشیر مین ہے

یار کی زلف مسلسل کا تصور ہے ہمین
اپنا آئینۂ دل خانۂ زنجیر مین ہے

جسکے لگتے ہی اڑی جاتے ہین مرغ بسمل
کیا یہ اعجاز مسیحائی ترے تیر مین ہے

گرمی بمبئی کیونکر ہو موافق عشاق　　خانۂ خلد مرا ثانی کشمیر میں ہے

غزل تسخیر

کچھ نہیں درکار ہے مجکو نشانی آپ کی　　ایک بوسہ دیجیے ہو مہربانی آپ کی

ہاں کروں تعریف کس منھ سے میں جانی آپکی　　خلق میں ہوگا نہ لیکن کوئی ثانی آپ کی

جب سنہری بال دیکھوں ہوں کسیکے گلبدن　　یاد آجاتی ہے فوراً نوجوانی آپ کی

بس نہیں بھولینگے پیاری جب تلک ہے دم میں دم　　ہر جگہ کہتے پھرینگے یہ کہانی آپ کی

کیوں نہ ہے ہرجائی عبد اللہ بیٹھے بھی رہو　　دی خدا نے چاند سی تصویر جانی آپ کی

مرحبا جوش جنون تسخیر کہتے ہیں اسے　　کھینچ لائی اسکو آخر جانفشانی آپکی

غزل اخلاص

یاد چہرے کی زبان صبح و مسا کرتی ہے　　بس تری آنکھوں میں تصویر پھرا کرتی ہے

فرق نزدیکی و دوری کا بھلا کیا ہو وہاں　　کار قاصد کا جہاں باد صبا کرتی ہے

اس گل خوبی کا رہتا ہے تصور ہر دم　　سیر گلزار کی اب میری بلا کرتی ہے

شکوہ تقدیر سے کیا کیجیے اپنی قسمت　　ورنہ اس طور کسیکو بھی جدا کرتی ہے

حال تو رنج فراقی کا ہوا ہمکو نصیب　　آگے تقدیر بھلا دیکھیے کیا کرتی ہے

حسن وہ ہے کہ پری دیکھکے غش ہوتی ہے　　سب ادا اپنی ترے آگے قضا کرتی ہے

کیوں تو دیتا نہیں تشبیہ ہمارے رخ سے　　حور فردوس سے آ آ کے کہا کرتی ہے

دوسرا اسکو ہی کیا عود ہی کیا صندل　　مہ جبیں آگے جبیں در پہ رکھا کرتی ہے

ہوتی ہے تجھکو تو اخلاص رسائی ہر دم　　واہ کیا کام تری طبع رسا کرتی ہے

غزل اخلاص

آپ گر مہتاب ہو پھر تجکو تارا چاہیے　　ہو پری تسخیر شیشے میں اتارا چاہیے

قتل کرتی ہے جو انکو نظر کے تیر سے　　اب زبان تیغ سے اسکو بھی مارا چاہیے

وصل کا وعدہ کیا ہی آج رشک حور نے
شکل جنت کے مکان اپنا سنوارا چاہیے

عشق زلف عنبرین کالی بلا ظلمات ہی
بحر ہمت کے شناور کو کنارا چاہیے

بادشاہی تجکو بس پھبتی ہی ملک حسن مین
سکہ ہر دل پہ درم کے اب تمھارا چاہیے

دفتر عالم سی رنگ اُڑجاے بس بہزاد کا
ایسی اک تصویر کا نقشہ اُتارا چاہیے

بوستان دہر مین ہونگے قدم او گل ہرے
بال سی مژگان کے رستے کو بہارا چاہیے

دیکھکر چلمن سے یون مجکو پکارا کرتے ہو
عاشقونکو تیری آنکھونکا اشارا چاہیے

آشنائی ترے غیر کی تصویر سے لائق نہین
ہر طرح سے دیکھنا نقشہ تمھارا چاہیے

بس تری در پر رسائی ہو سدا یہ چاہیے
اوج قیصر چاہیے نہ تخت دارا چاہیے

مشتری خلاص کی جب ہو سخن کی مشتری
اب بھلا کیا اوج پر اس سے ستارا چاہیے

قصیدۂ فقیہ

حق نے بخشی ہی نبی کو دو جہان کی سروری
رمز معنے خدائی ظاہری پیغمبری

باعث ذات مقدس کا نہوتا گر عروج
خلعت پیغمبری کی کوئی نپاتا افسری

اوج گردون پر قمر انکا غلام داغدار
پھٹ گیا اک آن مین کرتے اشارا سرسری

تاب کی گرمی نہو دی اس مبارک جسم مین
خون سے خورشید خاور کی ہی تن مین تھرتھری

پیشتر دنیا مین آنے کے شعاعی ذات سے
سرنگون تھی خاک ذلت مین بتان آذری

کل جماعت انبیا سے نور ذات پاک نے
منزل صغری سے تا کبری تلک کی رہبری

ابتدا ہی حضرت آدم سے اپنی وقت تک
تھا ہویدا نور احمد جون فلک پر مشتری

بعد اسکے نوح کے طوفان مین آکر کی مدد
بخشدی حفظ و امانی اسکے سفین کشتی گری

اور موسی سے بصد اشفاق کوہ طور پر
بینہ سا جلکر رہے جب آسیہ کی جلوہ گری

غارت فرعون ظلم قتل ابن عوج عنق
غرق قارونان و قبطیان و سحر سامری

حضرت داؤد کے ہاتھون سی ٹوٹا تخت کفر
قصۂ طالوت اور جالوت مین کی داوری

ابن مریم حضرت عیسیٰ کے تئین بہتان مین
چرخ گردون پر بٹھا کر دی مقام برتری

نیم شب دولت سرا مین ام ہانی رض کے رسول ص
خواب مین بستر پہ آسودہ ہوئے تھے اک گھڑی

با سوار و قدسی براق زرین حلہ پوش
کر ادب ناموس اکبر نے وہان ہی حاضری

چوما انگشت مبارک اپنے لب سے ہو سعید
اور جبرئیل ع لا کر روبرو معراج کی خلعت دھری

ہو سوار اُس وقت پھر جا پہونچے اقصیٰ کو ترت
کی امامت آپ نے نبیون کی پیچھے صف کھڑی

طے منازل کر گئی ہر منتہیٰ تک پاک ذات
قدسیون نے کی زیارت ہین اکسوت سے بھری

رہ گئے اپنے مکان پر حضرت روح الامین ع
نور سے پھر آگے انکو لے دنے رفرف لگی

لے گیا اعلیٰ مکان پر جس جگہ کوئی نہ تھا
نور رب العالمین دیکھے بچشم انوری

اٹھ گیا پردہ حجاب خاص کا حاصل مراد
عاقبت واللہ اعلم کیون کیا پردہ دری

اس نشانی پر کہین ہین قطب عالم مصرع ایک
خود خدائی ملیگی خود ملیگی پیغمبری

گلشن اسلام کو اُس نور سے آئی بہار
اور درخت کفر کو پہونچی ہوائے پت جھڑی

صبحدم مسجد مین آ اصحاب رض مین ظاہر کیا
لیک ادنیٰ سے و اعلیٰ تک تمام عسکری

حضرت صدیق رض نے سنکر کہا صدق رسول
مصطفےٰ کے تھے مقرر وہ صحاب اکبری

دوسری فاروق رض عادل درۂ دار شرع تھے
گلشن اسلام پر جس ذات سے صیقل کری

جامع القرآن ذی النورین عثمان رض با حیا
ریش انور انکی تھی خون شہادت سے بھری

شیر رب العالمین جان رسول بوتراب رض
کفر کو توڑا علم کر ذوالفقار حیدری

حضرت خاتون محشر رض اور دونون نور عین ع
جنکے تئین پہونچا الٰہی سے خطاب صابری

نعت پیغمبر مین رکھتا ہی فقیہ دولت عظیم
از مناقب سروری بہتر نہین ہے شاعری

مستزاد شاہ ظفر غفر اللہ ذنبہ

ہون مین عاشق مجھے غم کھانے سے انکار نہین
کہ ہے غم میری غذا

تو ہے معشوق تجھے غم سے سروکار نہین
کھا دے سو غم تیری بلا

دل و دین تیرے حوالے کیے کرتے ہی طلب
اور جو کچھ کہا سب
پھر جو تیرا رہے تو مجھکو بتا اس کا سبب
میری تقصیر ہے کیا
بھیجے خط سیکڑون لکھکر تمھین ہشیاری سے
بڑی دشواری سے
تمنے بھیجا نہ جواب ایک بھی عیاری سے
یہ ہے قسمت کا لکھا
طلب بوسہ پہ کیون اتنا برا مانتے ہو
ہمین پہچانتے ہو
دیکھو ہم ہین وہی جانباز ہمین جانتے ہو
کرتے ہین جان فدا
ہے حیاتِ ابدی گر ہو شہادت حاصل
تیرے ہاتھون قاتل
تیرے آبِ دمِ شمشیر کو تیرا بسمل
سمجھے ہے آبِ بقا
کیا کہون تیرے مین انداز و ادا کا عالم
ہے ستم ہائے ستم
دیکھکر ہوش رہین کیا کہ نکلجای ہے دم
اے بُتِ ہوش ربا
نہ تو تقدیر سے ہو کام نہ تحریر سے ہو
اور نہ تدبیر سے ہو
ہم تو کہتے ہین ظفر جو کہ ہو تقدیر سے ہو
ہے یہی بات بجا

مستزاد معرز

مین نے اب تک تو ترا عشق نباہا آہا
کھاکے سو طرح کے غم
وے افسوس مجھے تو نے نہ چاہا آہا
بانیِ ظلم و ستم
خود بخود شب کو یکایک مین کہون کیا تجھ سے
تیرے بن گذرا جو کچھ
دلِ پُر درد یہ پہلو مین کراہا آہا
یاد کر تجھکو صنم
کاہے رس کھاسے کے تم روس رہے ہو پیتم
آدگر پا کرو جی
جاے ہے جان مری منتی کر آہا آہا
پاپ ہو جاوی دھرم
ساتو گھائل کیتی تقصیر کتی کی تینڈ طہی
میندی تو جان لیندی
جھنڈ رہی جاد ان مین تری ترچھی نگاہا آہا
کچھ نہین بیروندی

بیوٹی بیوٹی ورے ہین سم لئیل ڈیئر ہیر
کس کو مائی ڈیئر
بلینڈ گو اپنی وبربو فارا اہا ہا آہا
مائی ہوس ایوردی کم
اتنا کو ایچم نا منیرہ اینده کو سیسٹو
ایڈی ایم آن یا لم
نرہو گھٹ کٹی نے ملاتر کونڈی کا آہا
سوسی تو مینڈ ہی کنم
ایسے کالے چوک تے ہالی سانگ سکیا تر شین
پیو تلا ناچے ان
جان و دہن دو گورو نے فارا اہا ہا آہا
بازور انکا ظلم
زاردی زاری زور خودی زور توئی
وچہ وے داخلہ دل
وچہ معشوق و شایستہ ادا اہا ہا
کچھ نہیں بیش نہ کم
وقتِ مستی چو کشیدیم ترا در بر خویش
ہیچو امیدِ وصال
دیدہ ام از تو صنم چند ادا اہا آہا
کشتۂ ناز توام
صرفت العمر و فی الہجر لقایا صنمی
ثم باللہ کہ من
ثم ہا ثم ہا اے ثم اہا ہا آہا
نیس بے مثل صنم
حیف صد حیف ہے افسوس افسوس
آیا پیغامِ اجل
چھٹ گیا زخم جگر سے مرے پھاہا آہا
اب نکل جاوے گا دم
ہین معزز ترے سب شعر مسلسل موزون
شک نہین اسمین ذرا
یہ غزل جس نے سنی اُسنے سراہا آہا
تازہ کرتا زہ رقم

مستزاد ہمایون

جا پھنسا طائرِ دل میرا بصد شوق پری
تیری کاکل مین صنم
تو نہ آزار کسی ڈھب کا اسے دے نہ ذری
لطف کر اور کرم
ہجر کے جور کی اب تاب نہین ہے مجھ مین
سچ یہ کہتا ہون بھلا
دلبری بہر خدا اب تو ذری کر تو مری
جان من کر نہ ستم

تری مستی کی دھڑی پان کی سرخی نے میان
دیکھ تو خنجر بُران نے کیا کیسا بری
اے زلیخا مین تری چاہ مین برباد ہوا
مثل سیماب کی بیتاب ہون فرقت مین تری
دل و دین دونون دیے دولت ایمان بھی ساتھ
دلبری اس پہ بھی تو نے نہ ذری اسلی کری

قتل کرڈالا تجھے
آرہا ہونٹھ پہ دم
یہ گلا کس سے کرون
تجھکو یوسف کی قسم
اس ہمایون تری ترے
یہ ہے سینے پہ الم

مستزاد اکبر

اس عشق نے یارو مجھے دنیا سے اُٹھایا
زلفون مین پری رو کے گرفتار پھر ایا
پھر شوق کے شیشے مین شراب عشق کی انچ
پھر میرا تماشا سارے عالم کو دکھایا
یہ دختر رز لگتی ہے ہر ایک کے مُنھ سے
کیا نام رہا تیرا کیا تو نے ملایا
بیدل کیا دلبر نے عبث لے کے مرا دل
پھر اپنے لگا کان کے بالے مین جھکایا
نزدیک رقیبون کے صنم رات کو بیٹھا
پھر اپنے شمع کے اوپر مجکو جلایا
غیرون کو بلا کر وہ لگا پاس بٹھانے
ہم دوست یگانے کے تئین دور بٹھایا
اکبر کی یہی عرض ہے اب حق سے شب و روز
دنیا مین اگر رکھتا ہے تو رکھ لے خدایا

دیوانہ بنا کے
پھر شانہ بنا کے
بھر بھر کے پلایا
مستانہ بنا کے
افسوس ہے ساقی
میخانہ بنا کے
کس مکر و ہنر سے
دُر دانہ بنا کے
مجلس کیا روشن
پروانہ بنا کے
مدت کے گو یا دوست
بیگانہ بنا کے
کر ایا تو طالب
مردانہ بنا کے

مستزاد موج

اس کاکل پیچان عنبر کا ترے یار — ہمسے نہ کبھو بل گیا
خوشبو ستی بالون کے معطر ہوا گھر بار — جون غنچہ سمن کھل گیا
ہے گا دل رنجور تری زلفون مین جانا — مت کیجیو شانا
بس گر ہی پڑے گا نہین سنبھلے گا وہ بیمار — گر بال کہین ہل گیا
نعرہ کرون جس وقت اگر کوہ کو پاؤن — اسے جا سے ہلاؤن
بس دیکھ کے نازک بدنی حسن کے سرشار — وہ آپ سیتی ٹل گیا
یہ زندگی لائی تھی عدم سے ہمین اس جا — یان آ کے جو دیکھا
سب قافلے کے قافلے ہین ادھر ہی کو تیار — بس دیکھکے ہی چل گیا
در پر مجھے آ دیکھ کے دھر قبضہ او پر ہات — کہنے یہ لگا بات
گر خون مین لوٹے گا ترے حسن کا سردار — گر ہاتھ کبھی چل گیا
اک عرض ہے یہ موج کی اب شیر خدا سے — کہتا ہون پکار سے
حل کیجیو مشکل مری اے حیدر کرار — تجھ نام کی مین بل گیا

مستزاد سراج

تجھ زلف کی یہ باس گئی مشک ختن مین — اے نافہ آہو — پر مشک خطا سے
ہر غنچۂ دل تنگ ہوا پھول چمن مین — اے شوخ سمن بو — تجھ مکھ کی ہوا سے
ہو خار سی ہے اس پلک تجھ کف پا کو — ہے تجھ مین نزاکت — از بسکہ سراپا
جس وقت رکھے پاؤن تو بلبل کے بین تن — اے دلبر گل رو — اس ناز و ادا سے
اعراب خط و خال فقط چشم ہی مطلق — مصحف ہے ترا مکھ — اے آیت خوبی
ہے سورۂ اخلاص کی خواہش مری من مین — بسم اللہ ہے ابرو — اے مدد رسا سے
اک روز کہا مین نے صنم سی ہی مناسب — عشاق کے اوپر — سن بات ہماری

بیتاب ہیں تجھ غم سے موے بعد کفن میں	کر رحم اے خوشخو	بولا کہ بلا سے
سوگند مری اس حال پریشان کی موہن	مانو تو کہوں میں	کیون زلف لپیٹی
جمعیت دل بند ہے ہر ایک شکن میں	کھولو تو خم گیسو	اب چہرہ و فا سے
اکبار تلطف سے پلا شربت دیدار	اے شوخ شفا دے	بیمار رہوں غم کا
ہے مجکو پرہ درد جگر میں نہ بدن میں	حاجت نہیں دارو	کیا کام دوا سے
رکھ شوق عبث دل میں تری شعر کو سن لے	ہر آن سراج اب	آتے ہیں پری رو
تو دیکھ مری طبع کو ہر ایک سخن میں	کرتا ہوں میں جادو	کیا طبع رسا ہے

مستزاد انشاء اللہ خان

لینے جو بلائیں لگے ہم آپ کی چٹ چٹ	تو بول اٹھے جھٹ
چل جا ارے واہ دور ہو پرے ہٹ	ہے سب یہ بناوٹ
ان آنکھوں میں اب حلقۂ زنجیر کروں گا	ایسا ہی بلا ہوں
چھوڑوں نہ کہیں آپ کے دروازے کی چوکھٹ	جب تک نہ کھلیں پٹ
مر جائیں لہو چھاند نہ گونگا ہو وہ کیونکر	جو شخص کہ دیکھے
سرخی تری آنکھوں کی اور ابرو کی کھچاوٹ	سر نکلے کھلاوٹ
کیا پھبتی ہے اب نام خدا او چھڑے آہا	ہونٹوں پہ تمھارے
اک بوسے کے صدمے سے دھواں دھار نلاہٹ	مسی کی اوداہٹ
اے واے ری بالیدگی اور تیغی رنگت	یہ گات یہ سج دھج
اور جامۂ شبنم کی وہ چولی کی بناوٹ	بازو کی گلاوٹ
مت چھیڑ مجھے دیکھو ابھی کہنے لگو گے	اچھا کیا تم نے
چولی مری ٹکڑے ہوئی دامن بھی گیا پھٹ	لگ جائے گی پھر رٹ
لے عشق ادھر آؤ مہاراجوں کے راجا	ڈنڈوت ہے تمکو

کرتے بیٹھے ہو تم لاکھون کرورون ہی کی سر جھٹ — اک آن مین جھٹ پٹ
وہ سیج پڑی پھولون کی مخمل کے وہ تکیے — کمخاب کی توشک
پردے وہ تمامی کے وہ سونے کا چھپرکھٹ — اور اُسکی سجاوٹ
پھرتا ہی سما آنکھون مین اب تک وہی انشا — ہی ظلم ارے کیون
باہم جو لپٹ سوتے مین آجاوے رُکاوٹ — وہ پیار کی کروٹ

مستزاد حسین

سوتا ہے گلے لگ کے جو وہ یار پلنگ پر — کیا ناز و ادا سے
آتی ہے لپٹ پھولون کی مہکار پلنگ پر — اُس بند قبا سے
ہے سُرخ جو پوشاک تو اُس گوری بدن پر — سجتی ہے سجاوٹ
رکھتا ہے عجب طرح کا گلزار پلنگ پر — آنچل کی جلا سے
ساقی مین ترے صدقے ذرا جام کو بھر دی — جو شوق سوا ہو
جو ساغر رہون یار کے سرشار پلنگ پر — سرمست نشے سے
ہے آرزو دل کی جو وہ آغوش مین آوی — خواہش ہے مری یہ
سو جاوے تو جاؤن مین بلہار پلنگ پر — منت ہے خدا سے
رنگینی ترے شعر کی سُن سُن کے حسین اب — مشتاق ہوا دل
تو خوش رہے اور پاس ہو دلدار پلنگ پر — ہر روز رضا سے

مستزاد معلم

ہے عرض اور سنو یا شہ زمین و زمن — مجھسے عاجز کی بھلا
رکھو آفات بلایون ستی مجکو امن — بہر شہ کربلا
دنیا و دین مین مری شرم و حیا رکھیو — اور عزت دیجیو
ور مکافاتِ عمل سے مجھے رکھنا احسن — اے شہ روز جزا

الغرض میری جو ہر بات مین آسانی ہو
کھولدہ کلمہ شہادت سیتی میرا یہ دہن
قبر کے بیچ مین آوین گے وہ منکر و نکیر
گُرز اُنکے سے بچا لیجو مری جان و تن
جب کہ ہو جاوے سوال اور جواب
فضل رب کے سیتی ہو جاوے مری گور چمن
جسکہ ہو روز حشر کیونکہ گران وقت ہے وہ
یا نبی لیجو مجھے ہمرہ حسینؓ اور حسنؓ
تمہاری آل کے صدقے یہ معلم ہے غلام
حشر مین پاس بلا لیجو با تخت عدن

اور نہ حیرانی ہو
تم مرے ہو رہنما
نہ کرین مجکو ذلیل
یا امام الانبیا
نہ کرین مجھہ عذاب
یا محمد مصطفا
اور بہت سخت ہے وہ
اسکی آفت سے بچا
ہے غلامان غلام
کیا کہون اسکے سوا

مستزاد سراج

ہر صبح و ملک بر فلک عالم بالا
تسبیح کرین سلمہ اللہ تعالا
تجھ چہرہ کی زرتار کے تارون کی جھلک کی
شاید کہ نمودار ہوا جگ مین اُجالا
اے سرو سہی داغ جدائی کی خبر لے
پھولا ہے عجائب یہ ہزارا گل لالہ
تجھ ابرو خونریز کی شمشیر کی اوجھڑ
کہتے ہین اُسے جگ کے جوانمرد جوالا
برجا ہے اگر ہوش سے بیہوش ہوا ہون
مجلس مین محبت کے ہوا نشہ دوبالا

قد دیکھ سجن کا
منکا لیے سن کا
آنکھون مین نہین تاب
سورج کی کرن کا
رکھ عزم تماشا
مجھ دل کی چمن کا
ہے جسکے جگر پر
تجھ عشق کے رن کا
اے ساقی گلرو
تجھ جام نین کا

نسبت سی ترے حسن کے ہوئی پھول کی پنکھڑی
تجھ پلک کے نزاکت آنکھین کس جھاڑ کا پالا
دیدار کی سُمرن ہے مجھ آنکھون مین سراج آج
انگلیون سے پلک کے لیے ہین ہاتھ مین مالا

تو سب مین ہزارا
ہے بات سمن زرا
پس کیون نہ بھرا دین
آنسو کے رتن کا

تخمیس در مدح حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم بر غزل شہیدی

بیان اُس روئے روشن کے ہو کیا انوار بیحد کا
ہے شمع لم یزل کا پرتو جلوہ محمد کا
سراپا نور تھا اسواسطے سایہ نہ تھا قد کا
طلوع روشنی جیسے نشان ہو شہ کی آمد کا
ظہور حق کی حجت ہے جہان مین نور احمد کا

اُسی کے فیض سے کُل دفتر عالم ہوا پیدا
اُسی کے نور کا پرتو عقول عشر مین دیکھا
نہین جز مبداء فیاض کوئی ماسبق اُسکا
دبستان ازل مین وہ معلم عقل کل کا تھا
نہ تھا نام و نشان جس دم اس لوح زبرجد کا

چمن بند قضا نقاش اُسکی بزم رنگین مین
تدارک بند ہے ہمتاش اُسکی بزم رنگین مین
ہر اک عرشی ہے حاضر باش اُسکی بزم رنگین مین
چمن پیرا کُن فراش اُسکی بزم رنگین مین
بہار آفرینش ایک بوٹا اُسکی مسند کا

بنی جان تھرتھرائی خوف سے شیطان بھی گھبرایا
ہوا ساری جہان کے کافرون مین تہلکہ برپا
تہ و بالا ہوئے کعبے مین یکسر لات اور عزا
عجم مین زلزلہ نوشیروان کے قصر مین آیا
عرب مین شور اوٹھا جسوقت اُسکی آمد آمد کا

محمد مصطفیٰ باعث ہوئے ایجاد عالم کے
تمامی انبیا کو اُسکی خلقت سے ملے رُتبے
بڑھے اُسکے سبب سے نوح و اسمعیل کے درجے
شرف حاصل ہوا آدم و ابراہیم کو اُس سے
نہ تھا فخر دو عالم فخر تھا اپنے اب و جد کا

بہانہ اُسکے آنے کا نزول وحی قرآن تھا
فرشتہ تھا مگر ظاہر مین بنتا شکل انسان تھا

غلاموں کی طرح آٹھوں پہر نوبت بہ قربان تھا ۔ شب و روز اُسکے صاحبزادونکا گہوارہ جنبان تھا
عجب منصب یاور تھا روح الامین کو بھی خوشامد کا

نہ وا بو بلبل و گل پر ہوا صبا و گل چمن کو ۔ رکھا آباد و شادان گلشن دنیا کو اور دین کو
بنایا تھا جسم اطہر دو جہان کے زیب و تزئین کو ۔ وہ اس عالم میں رونق بخش تھا خلقونکی تسکین کو
اُگا جنت میں طوبیٰ بنکے سایہ اُس سہی قد کا

دُرِ مقصود لیکر حق سے شاہِ بحر و بر آیا ۔ عجب ہے یا دلی سے جا کے بیخوف و خطر آیا
جو اُسکی ہمتِ عالی کا دریا موج پر آیا ۔ شب معراج چڑھکر عرش پر دم میں اُتر آیا
بیان اُس قلزم معنی کے کیا ہو جزر اور مد کا

نہ جانو فرق اک نقطے کا احمد کو احد سمجھو ۔ سراپا مظہر حق ظاہر و باطن میں ہے وہ تو
وہ خود مفتاح ہے مفتاح کی کیا اُسکو حاجت ہو ۔ کشودِ عقدۂ باطن میں کافی نام حق اُسکو
کھلا کرتا ہے بے کنجی ہمیشہ قفل ابجد کا

جہاں پرواز کرنے سے پر جبرئیل جلتا ہو ۔ بھلا ایسے محل میں دخل پھر شیطان کا کیا ہو
وہیں مارا پڑے گو سو طرح کا بھیس لاتا ہو ۔ گر اُنکی بو کے جا نکلے اُدھر ابلیس اندھا ہو
بِلا ہے قصر اخضر روح کو اُس کی زمرد کا

خدا کا ذکر دل میں بخشش اُمت کو لب سائل ۔ معانی تو اِدھر کے پر تلفظ میں اُدھر مائل
اُدھر مشغول تھا حق سے اِدھر تھا وعظ میں شاغل ۔ اُدھر اللہ سے واصل اِدھر مخلوق میں شامل
نہ خواص اُس برزخ کبریٰ میں تھا حرف مشدد کا

مثلث کو مربع کس طرح لکھتا کوئی یارو ۔ احد میں میم آکر چار ارکان ہو گئے دیکھو
نہ ممکن تھا کسی ترکیب سے مفرد مرکب ہو ۔ گنا وحدت نے کثرت میں ہو وہی ذات مطلق کو
نہ بنتا صفر گر نقش احد پر میم احمد صلعم کا

سمجھکر گوشۂ ایمان یہ دامن تیرا پکڑا ہے ۔ مجھے کونین میں تیری سوا اب آسرا کیا ہے

مرادِ دونون جہان مین تو ہی بس ملجا و ماوا ہے
بھروسا ہر کسی کو اک حصارِ عافیت کا ہے
تجھے نامِ مبارک کا ہی ذو القرنین کو سدّ کا

مکانِ لامکان سے ہے یہ برتر کچھ ترا ایوان
ہے ادنیٰ فرش پا انداز تیرا عرشِ عالیشان
ستارے ہین ترے پابوس سے مہر و مہ تابان
ترے پابوس سے ہفتم فلک ہے منزلِ ایوان
ترے سجدے سے ہشتم آسمان پر فرق فرقد کا

ہمین دونون جہان مین رحمت و غصے کا ڈر کیون ہو
تجھے بھیجا خدا نے رحمۃ للعالمین ہے تو
تری انعامِ بے پایان کا کیا ہو شکر اے خوش خو
خدا بن مانگے کیا کیا نعمتین دیتا ہے بندون کو
ترا دستِ دعا ضامن ہے جب سے کُل کے مقصد کا

جو عاشق ہین وصالِ حق سے وہ ہونگے فرحت مین
جو عابد ہین وہ حورانِ جنان سے ہونگے خلوت مین
زہے قسمت کہ سب ہونگے کیا کیا ناز و نعمت مین
ٹھنینگے جس گھڑی عشرت کے سامانِ نعیمِ جنت مین
کھُلے گا حال اُمت کو ترے انعامِ بیحد کا

شفیع المذنبین جب د فرماوینگے اُمت کو
خوشی کی ماری ہم سب بھول جاوینگے مصیبت کو
جو روتی ہونگے ہنستے کھیلتے جاوینگے جنت کو
لبِ گوہر فشان وا ہونگے جب عرضِ شفاعت کو
تماشا گاہ محشر مین تکلینگے تنگ منہ بد کا

تری محرابِ ابرو کا ہے طاق کعبہ شیدائی
ترے خالِ سیہ کا سنگ اسود بھی ہے سودائی
ہے دل مین اُسکے داغِ حسرتِ شوقِ جبین سائی
رہا کعبے مین تیرے روضے کے در پر جا پائی
اسی اندوہ سے ہے رنگ سیہ سنگِ اسود کا

وعیدِ کبریائی تا کہ صادق ہو قیامت مین
یہودی اور نصرانی رہی تیری عدالت مین
محبون کو ترے اقرار ہو تیری نبوت مین
عدو کو حشر تک انکار ہو تیری رسالت مین
محل باقی رہے اللہ کے قولِ مؤکد کا

تری خاطر سے خالق نے کیا ہے خلق انس و جان
ہوا معمور تیرے نور سے یہ عالمِ امکان

کیا پیدا نہ پیدا ہو کبھی ایسا کوئی انسان
ہوا تجھسا نہ ہوسکتا ہی میرا یہی ایمان
نہ مانوں مسئلہ ہرگز کسی زندیق و مرتد کا

عجب کیا لال کردیوے زبان ترکی و تازی
کہ شعر آبدار اپنا ہے رشک تیغ فولادی
لگی اس تیغ ہندی سے نہ کیون سیف صفاہانی
تری تعریف سے میری زبانمین آئی ہے تیزی
صفاہان تک مسخر ہو گا اس تیغ ہندکا

یہان یکحرف موزون گرکوئی انصاف سے پرکھے
فصاحت اور بلاغت مین ہے بہتر سو کتابونسے
رہی ہوجاوینگی صدہا بیاضین سیکڑون نسخے
پھٹینگے مثل تقویم کہن دیوان ہزارونکے
ہوا عالم مین شہرہ میرے اشعار مجدد کا

طپان شوق زیارت مین ہے اسکی روح و قالب
مرا ہادی ہی رہبر ہے علی ابن ابی طالب
جناب آسمان رفعت پہ پہونچیگا یہی غالب
ہوئی ہی ہمت عالی مری معراج کی طالب
میسر ہو طواف اے کاش مجکو تیری مرقد کا

کبھی یہ مردم دیدہ سواد شہر کی دیکھیں
کبھی اس روضۂ انور کو دورہی سے نظر آوین
کبھی درگاہ مین تیری کرون جاروب پلکین
کبھی نزدیک جاکر آستانے پر ملون آنکھیں
کبھی مین دور بیٹھون اور کرون نظارہ گنبد کا

تری کوچے مین جاکر کب بھلا فردوس یاد آوے
کہ بہتر سدرۂ و طوبی سے دیوارونکی ہین سایے
مجھے خلد برین کی عیش و عشرت سے ہو جی
فراغ دل سے گردان زندگی کا کوئی دم گذرے
حسد ہو خضر و عیسی کو مرے عیش مخلد کا

الٰہی پہونچون شہر مین ہی مقصود ہو پیدا
اگر مرجاؤن مین جاکر وہان تو اس سے بہتر کیا
وہانکی دشت مین ہوجاؤن مین طعمہ درندونکا
مدینے کی زمین کے گر نہ لائق ہو مرا لاشا
کسی صحرا مین وانکے مین جو ریش ہون دام و دد کا

خرابی آشیانۂ عنصری کی میری جب آوے
کبوتر بنکے روح پاک میری روضہ مین پہونچے

جو ہوا آزاد مرغ جان تو پائی شوق سی اڑ کے
تمنا ہی درختوں پر تری روضے کے جا بیٹھے
قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

مذاق اس مسئلے کی ہی خبر ثابت روایت سے
الٰہ خالق نے درود افضل کیا ہی ہر عبادت سے
ہین صل علی قرا کے بس لبہای رحمت سے
خدا منھ چوم لیتا ہی شہیدی کس محبت سے
زبان پر میری جس دم نام آتا ہے محمد ﷺ کا

مخمس در نعت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم از جرأت شاعر

تمام امت بھی اور مداح تھا ہارون بھائی کا
اور اک عالم کری تھا وصف عیسیٰ کی ودائی کا
نبی موصوف گذرا ہی ہر اک نوحی خدائی کا
محمد ﷺ ہے نبی ممدوح ذات کبریائی کا
کری بندہ جو اسکی مدح دعوی ہے خدائی کا

اسی کی نور سے جاتی رہی ہی کفر کی ظلمت
اسی کی شان مین نازل ہوئی والشمس الضحیٰ آیت
اسی کی حق نے کی کونین مین بدر الدجی خلقت
سپہر معرفت حق کا ہے وہ مہر الوہیت
کہ جس کا دین روشن آئینہ ہے حق نمائی کا

اسی کی ذات ہی کون و مکان کی باعث خلقت
اسی کی شان مین لولاک نازل ہی بصورت
جب ایسی ذات بابرکات ہووے پھر تو بیدقت
منور کیون نہ اسکے نور سے ہو خانۂ طاعت
کہ روشن کرنے والا ہے وہ شمع پارسائی کا

مقرر جو کیے ہین اسنے اپنی شرع کی رستے
بغیر از اسکے کوئی منزل مقصود کو پہونچے
نہین ممکن فرشتہ ہووے وہ اور کیا ولی ہووے
بلند اسکا وہ ایوان مراتب ہی کہ بن اسکے
نہین ہے ساکنان عرش کو پایہ رسائی کا

اگرچہ لاکھ پیغمبر اسی کا آفریدہ ہے
ہوا فق مرتبے اپنے کے ہر اک حق رسیدہ ہے
محمد مصطفےٰ لیکن باوصاف حمیدہ ہے
گروہ انبیا مین وہ ہی حق کا برگزیدہ ہے
سوا اسکے لقب کسکو ملا ہے مصطفائی کا

سلیمان و سکندر اور کسریٰ کیقباد و جم
در خانہ مین اُسکے بار کب پاتے ہین یہ سر دم
فرشتہ بھی جہان ششدر ہی ہرگز نہ مارے دم
رکھے ہے منزلت آستان سر عالم
کہ فخر سلطنت ہی مرتبہ ان کی گدائی کا

کیا کلمے نے اُسکے نفی اور اثبات سے محرم
وہی روزِ قیامت کو بنیگا شافعِ عالم
نصیحت تجھکو کرتا ہون یہی جب تک کہ دم مین دم
اُسی کے عشق مین پابند الفت ہون دلا ہر دم
کہ ہوویگا وہی روزِ جزا موجب رہائی کا

فرشتے اور بشر سے ہی خطا نسبت جو اُسکو دو
نہین خیر البشر ہے بلکہ فخر انبیا ہے وہ
بھلا سے میم احمد اور عرب نے عین ہو وہی جو
سراپا نورِ حق نام خدا کہیے نہ کیون اُسکو
کہ جسکا نقش پا ہو جبہہ سا ساری خدائی کا

فرشتہ اور بشر کی جنس نے کی ہے آپ نے خلقت
وہ خالق نے کی ہر جنس کی کونین مین کثرت
محمد مصطفےٰ اخلاق کی اک خاص ہے خلقت
دلیل اُسکی ہے یکتائی کی لاریب ای جرأت
کہ تھا سایہ نہ اُس محبوب ذات کبریائی کا

مخمس معروف بر غزل حضرت امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

عشوے سے ظاہر سر بسر ہی جلوہ حور و پری
غمزے مین تیرے ہے چھپا پنہان ہی فن جادوگری
جتنی کہ خوبی چاہیے ہی تیری صورت مین بھری
ای چہرہ زیبای تو رشک بتان آزری
ہر چند وصفت میکنم در حسن زان بالاتری

نقاشِ قدرت نے تجھے جس دم بنایا سر بسر
جتنے کہ اگلے نقش تھے بے روپ سب آئے نظر
سارا مرقع دہر کا ہر چند دیکھا غور کر
ہرگز نیاید در نظر نقشے ز رویت خوبتر
شمسے ندانم یا قمر یا زہرہ و یا مشتری

مشقِ خرام ناز سے تو جلوہ کرتا ہے جہان
جون سایہ رہتے ہین پڑے عشاق بیتاب و توان
چاہین کہ اُٹھین خاک سے سو ہم مین طاقت کہان
ای راحتِ آرام جان قدِ تو چون سرو روان

از انسوہم و دامن کشان راہم جان ہربری

رہتی تھی عاشق سے تجھے یہ کسقدر بیگانگی | تا تند تو رسایہ کی کچھ اور آمیزش نہ تھی
پرانتہای عشق میں دیکھا کہ یہ صورت ہوئی | من تن شدم تو جان شدی من تو شدم تو من شدم

تا کس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری

مانا کہ مانی آج ہے تیرا قلم حسن آفرین | کھینچے ہیں تو نے عمر بھر نقش بتان نازنین
پر رنگ لاوے لاکھ تو پر ہم تیرے قائل نہیں | صورتگر زیبای چین و صورت آئینہ بین

یا صورتے کش اینچنین یا ترک کن صورتگری

در پر جو اپنے دیکھکر مجکو وہ دلبر بہ لقا | ہو کر خفا کہنے لگا تو کون ہے کچھ تو بتا
معروف میں نے رو دیا اور رو کے یہ مقطع پڑھا | خسرو غریب ست گدا افتادہ در شہر شما

باشد کہ از بہر خدا سوے غریبان بنگری

مخمس معروف بر غزل خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

پوچھو نہ مجھ سے غم و درد و صدمہ ہای فراق | ازل سے مجکو بنایا ہے آشنای فراق
لکھا نہیں مری تقدیر میں سوائے فراق | مبادکس چو من خستہ مبتلای فراق

کہ داد عمر من بستاند ہر سرای فراق

غم فراق سے از بسکہ ہوں سدا بیدم | ہر ایکدم ہے مرا میرے حق میں تیغ دو دم
طرف فلک کی یہ کہتا ہوں دیکھکر ہردم | کجا روم چکنم حال دل کرا گویم

کہ عمر من ہمہ بگذشت در بلاے فراق

بھرا ہی بسکہ دل و جان میں تیرے ہجر کا غم | بنا ہے چشمۂ خون جگر یہ دیدۂ نم
جو بس چلے تو یہ تقریب انتقام الم | فراق را بفراق تو مبتلا سازم

چنانکہ خون بچکانم ز دیدہ ہاے فراق

کیے ہیں ہجر نے از بسکہ مجھ پہ جور و ستم | تو بن رہا ہے یہ غصے سے اب مرا عالم

کہ دل ہی دل مین سعیٔ جا کرون ہو نہین ہر دم
اگر بدست من افتد فراق را بکشم
آب دیدہ دہم باز خونبہاے فراق

تمام عمر رہا دوستو مین اس سے جدا
اور اسپہ کہتے ہو قسمت کا تو نہ کر شکوا
ذرا سمجھ کے کہو بات از براے خدا
من از کجا و فراق از کجا و غم ز کجا
مگر بزاد مرا مادر از براے فراق

اسیر بند بلا ہین یہ ناتوان شب و روز
سبب یہی ہے کہ وہ آنکھ ہوتی ہی نہان شب و روز
سنا کیے ہین جو معروف کی فغان شب و روز
ازین سبب من و حافظ چو بلبلان شب و روز
چو بلبل سحری میزنم نواے فراق

این مخمس از حیدر علی آتش است

بھڑک کے عشق سے ساری بدن مین آگ لگی
یہ شعلہ آہ کا نکلا دہن مین آگ لگی
ترے تو آتش رخ سے چمن مین آگ لگی
مری تو جان و جگر اور تن مین آگ لگی
یہ رو رو کہتی تھی بلبل وطن مین آگ لگی

وہ کیا حنا تھی منگائی چمن سے شیرین سے
اور اسکی خلق مین شہرت اڑائی شیرین نے
ادھر تو ہاتھو مین مہندی لگائی شیرین نے
مگر یہ سیر عجائب دکھائی شیرین نے
پھر اس طرف کو دل کوہکن مین آگ لگی

کیا علاج اطبانے نارسائی سے
نہ آخرش ہوئی صحت کسی دوائی سے
یہ رنگ جسم کا ہے تیری آشنائی سے
جلے ہے لاش مری آتش جدائی سے
مدد کو پہنچو صنم اب کفن مین آگ لگی

تمھاری حب سے مری جب زبان ہی بولو تو
لبون کو دیکھکے حیران جہان ہے بولو تو
مرے تو دل مین کچھ اور ہی گمان ہے بولو تو
یہ مسی ہونٹھو نپہ ہے یا دھوان ہے بولو تو
یہ سرخی پان کی ہے یا دہن مین آگ لگی

بکھری پڑے تھے ہر ایک گل کی جھولی مین
گلون نے گھیر لیا تھا اُسے ٹھٹھولی مین
چھڑا کے جاتے تھے ہنس ہنس کے رنگ چولی مین
نکال لفظ مین انکی پڑا تھا ہولی مین
تو لالہ بولا کہ مشک ختن مین آگ لگی

اگرچہ ہوتے ہین گل رخ ہزار غصے مین
پر اسطرح کی نہ دیکھی بہار غصے مین
یہ وصف تجھ ہی مین دیکھا نگار غصے مین
ہوا جو سُرخ ترا چہرہ یار غصے مین
تو بلبلون نے یہ جانا چمن مین آگ لگی

ہوا اثر کشش دل کا دل مین تب اسکے
تو خود بخود وہ لگا دوڑ کر گلے میرے
یہ سیر جسنے نہ دیکھی ہو آ کر دیکھے
حلقت جب بوسہ کیا مینے اُس بھبھوکے سے
زبان تو شمع بنی اور دہن مین آگ لگی

ملا ہے نام خدا مجکو اک صنم ایسا
کہ جسکے دیکھے سے ہوتی ہین سیکڑون شیدا
ہین بھولی باتین انکی اُسکی بیان کرون کیا کیا
شفق کو دیکھ کے کہتا ہے نوجوان میرا
عجب تماشا ہے چرخ کہن مین آگ لگی

مخمس معروف برغزل محمد ابراہیم ذوق

جو کوئی عاشق بت سفاک ہو جاتا ہے
خنجر بیداد سے آخر شہادت پاتا ہے
لیکن ایسی موت کب ہر ایک کے ہاتھ آتی ہے
سر بوقت ذبح اپنا اُسکے زیر پائے ہے
یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

مین پڑا ہون قید مین اور موسم گل آئے ہے
شوق کو موج صبا بیتابیان سکھلائے ہے
سخت تنگ آیا ہون بیٹھے بیٹھے جی گھبرائے ہے
رخصت اے زندان جنون زنجیر در کھڑکائے ہے
مژدہ خار دشت پھر تلوا مرا کھجلائے ہے

ضعف سے مشکل ہے اب گام کا بھی ہونا بہم
زور اگر چلتا تو مر جاتے کہین جلد سے ہم
ناتوان ہین کسطرح طے کر سکین راہ عدم
ہائے دم طاقت کہی ہے ضعف سے سینے مین دم

دیکھئے کب تک خدا کیونکر مجھے پہونچائے ہے

مرتے مرتے بھر چکا ہوں زخم میں کتنا نمک
لذت بیداد قاتل میں بھی ہی گیا نمک
کیا عجب گر خاک سے بھی میری پیدا ہو نمک
واہ وا شور محبت خوب ہی چھڑکا نمک
استخوان میرے ہما کس کس مزے سے کھائے ہے

ہر نفس جھڑتے ہیں آہ گرم سے میری شرر
کون ہی اس وقت میں میرا جو لے میری خبر
خون دل ہر دم بہاتی ہے رگ مژگان تر
گرمی سوز دروں بھن جائینگے دل اور جگر
رحم جوش گریہ پھر چھاتی ابھی بھر آئے ہے

بسکہ در حسرت دیدار سے تھا بیقرار
کشمکش میں مرگ کی بیخود پڑا معروف زار
کھو دیا بیچارے نے ہستی کا رنگ اعتبار
نزع میں بھی ذوق کو تیرا ہی لبسے انتظار
جانب در دیکھتا ہوں جبکہ ہوش آجائے ہے

مخمس از تالیف مرزا محمد سلطان صاحب فتح الملک ولیعہد شاہ بہادر دہلی متخلص بہ رمز

پرتو پڑے جو اسکے رخ بے حجاب کا
پردے میں تھے یہ جلوہ ہے اس رخ کی تاب کا
پیدا ہو رنگ سنگ میں لعل خوشاب کا
جب پردہ رخ سے دور کرے وہ نقاب کا
جلوہ ہر ایک ذرے میں ہو آفتاب کا

شب بزم مے تھی اور تھی سب جمع آشنا
یعنے عجیب نقل ہے اور طرفہ ماجرا
اک رند مے پرست نے مذکور یوں کیا
کل بن کے شیخ مجتہد عصر سا گیا
دکھلا کے باغ سبز عذاب و ثواب کا

دینے لگا وہ رنج و تفکر مجھے بہ طنز
جب دیکھا خوب محو تحیر مجھے بہ طنز
یعنے جتایا اپنا تفاخر مجھے بہ طنز
کہنے لگا زراہ تجبر مجھے بہ طنز
معلوم ہوگا حشر میں پینا شراب کا

جب سب طرح سے پند و نصیحت وہ کر چکے
مین بیٹھا چپکا سنتا رہا وہ جو کہہ گئے
جانا یہ مین نے یون تو یہ چپکے نہ ہووینگے
مین نے کہا کہ ہم بھی ہین ہان خوب جانتے
پر کیا کرین کہ ہے ابھی عالم شباب کا

جو کچھ کہ آپ کہتے ہین سب سچ ہی ہے تو یون
لیکن تمھارا زہد ہے یہ مکر او فسون
دعوے جو آپ کرتے ہین ہے باطل و جنون
گستاخی ہو معاف تو اک عرض مین کرون
مجھکو اگر نہ کیجیے مورد عتاب کا

جو طعن مے کشون پہ کرو تم بجا درست
ایسا ہی ظاہر آپ نے پیدا کیا درست
پر یہ صلاح و زہد کا دعوی ہے نادرست
تقوی ہمارے آگے ہو جب آپکا درست
اور تب یقین ہو آپکے اس اجتناب کا

جسدن کہ روز ابر ہو اور ساری بادہ کش
پیاسے پکارین ہاتھ سے ساقی کے العطش
اُسدن یہ جلسہ سب ہو تو کر جاؤ تم بھی غش
مے اور کنج باغ ہو ساقی ہو ماہ وش
اور ہو نہ وان مخل کوئی باعث حجاب کا

مدہوش کردی بات تو نہین تمکو لگا کے مُنھ
پھر دیکھین بیٹھتے ہو کدھر تم چھپا کے مُنھ
اور جب نے رو سے طرز ہنسنے کا بنا کے مُنھ
کھنچے ہنسی ہی اُسکو وہ مُنھ سے ملا کے مُنھ
پر ریش جسمین جلوہ ہے رنگ خضاب کا

اک مست ناز حور شمائل پری لقا
مستی مین جسکو پاس نہو کچھ بھی شرم کا
از روے لطف بوسہ کرے یون ہمین عطا
گردن مین ہاتھ ڈال کے وہ شوخ بے حیا
دے ذائقہ زبان کو دہن کے لعاب کا

پھر دیکھین کیونکہ بنتی ہے بن جی مین دل دیے
جب وہ حریف ہاتھ مین آ جام مے لیے
گر تم نے مے کے پینے مین کچھ عذر بھی کیے
منت سے یون کہے کہ ہمارا لہو پیے
گر پی نہ جائے جلد یہ پیالہ شراب کا

جسوقت اسطرح سروساماں عیش ہو — اور مے پلانے والا بھی ایسا ہو خوبرو
اور پھر بضد وہ ہو کے کرے ایسی گفتگو — اُس وقت ہم سلام کریں قبلہ آپ کو
گر آپ خوف کیجیے روزِ حساب کا

اور یوں تو میں بھی جانتا ہوں بادہ ہے حرام — اور آپ کو تو بادہ سے انکار ہے تمام
پر اعتقاد ہوگا اُسیوقت لاکلام — اور امتحان بغیر تو ہے آپ کا غلام
قائل نہیں ہے قبلہ کسی شیخ و شاب کا

کرتے ہیں مومنوں کے لیے مومناں پاک — کیا کیا وہ مانگیں دل سے بوقتِ امید پاک
ہاں رمز تو بھی کہدے بیک آہِ دردناک — یارب غم حسین میں اختر ہو جبکہ خاک
سایہ اُسے ملے قدم بوتراب کا

مخمس معروف بر غزل میر نظام الدین المتخلص بہ ممنون

ہے دادخواہ تجھ سے وفا اور وفا سے ہم — راضی ہیں ہم سے تیری جفا اور جفا سے ہم
کیا لگ چلی ہے تجھ سے وفا اور وفا سے ہم — نکہت کو ہمسے رہے صبا اور صبا سے ہم
لے عطر تیرے تن سے قبا اور قبا سے ہم

کرنی ہے ہمکو عمر بسر راہِ عشق میں — ہے جسکو جان و تن کی خبر راہِ عشق میں
لینے گئے ہیں سے گذر راہِ عشق میں — دنیا ہے ایک کام سرِ راہِ عشق میں
الفت سے سیکھتے ہیں وفا اور وفا سے ہم

رہتے ہیں روز رات کو روتے سحر تلک — ہچکی سی ایک لگتی ہے دو دو پہر تلک
پائی نہ تھی دعا کی رسائی اثر تلک — پہونچی نہ ایکبار اجابت کے در تلک
لگ آئی ہے اثر سے دعا اور دعا سے ہم

لازم ہے دوستوں کو رہیں دل سے عمر بھر — احسان مند خوبی اخلاق یکدگر
ہیں ہم بھی فیض گلشن ہستی سے بہرہ ور — داماں بھر کے لیتے ہیں نکہت سی سحر

گل سے چمن چمن سے ہوا اور ہوا سے ہم

دل میں بھری ہیں بسکہ محبت کی شوخیاں ۔۔۔ ہر غنچۂ گل کا انکے گمان میں ہی گلستان
نیرنگ کارخانۂ دل کیا کرون بیان ۔۔۔ ہر ایک تازہ رنگ ہی خون بدل نمان

خون تیرے ہاتھ سے ہے حنا اور حنا سے ہم

راہِ طلب میں کسکو میسر ہے بازگشت ۔۔۔ یان ہر قدم ہی صورت خورشید تیغ و طشت
دیوانگان شوق کی مت پوچھ سرگذشت ۔۔۔ سرگرم جستجو ہین ترے بسکہ دشت دشت

منت پذیر ہمسے ہین پا اور پا سے ہم

یون اب کوئی بڑھاوے کسو سے ہزار ربط ۔۔۔ پر بے مناسبت کا نہو استوار ربط
ہوتا ہے اپنے جنس سے بے اختیار ربط ۔۔۔ آشفتہ سے رکھے ہے سیہ روزگار ربط

شانے سے مو و مو سے بلا اور بلا سے ہم

احیا کا گرچہ معجزہ آرا ہے ہے مسیح ۔۔۔ لیکن مریض عشق سے شرمائے ہی مسیح
معروف دردِ عشق کو کب پائے ہے مسیح ۔۔۔ ممنون کا درد دیکھکے فرمائے ہی مسیح

عاجز ہے اس مرض سے دوا اور دوا سے ہم

مخمس معروف بر غزل نواب اسد اللہ خان بہادر متخلص بہ اسد ملقب بہ غالب

شرح دردِ دلِ افگار کہون یا نہ کہون ۔۔۔ ہے مجھے رخصتِ گفتار کہون یا نہ کہون
کچھ تو کہہ اے بتِ عیار کہون یا نہ کہون ۔۔۔ اپنا احوالِ دلِ زار کہون یا نہ کہون

ہے حیا مانع اظہار کہون یا نہ کہون

آپ سے ہی دلِ وحشت زدہ کب ہے باہر ۔۔۔ نشہ بھی مین نہین انداز کے ڈھب سے باہر
حرف بیجا نہین آتا مرے لب سے باہر ۔۔۔ نہین کرنے کا مین تقریر ادب سے باہر

مین بھی ہون واقفِ اسرار کہون یا نہ کہون

یا بیچ کی گلستان کی حکایت سمجھو ۔۔۔ مرثیے کی اسے یا کوئی روایت سمجھو

غیر جو سمجھو سو سمجھو یہ نہایت سمجھو — شکوہ سمجھو اسے یا کوئی شکایت سمجھ[و]
اپنی ہستی سے ہوں بیزار کہوں یا نہ کہوں

دیکھکر بیکسیِ عاشق و بیماریِ دل — ہے سویدا بھی سیہ پوشِ عزاداریِ د[ل]
ٹکڑے ہوتا ہے جگر دیکھکے ناچاریِ دل — اپنے دل ہی سے ہیں احوال گرفتاریِ د[ل]
جب نہ پاؤں کوئی غمخوار کہوں یا نہ کہوں

جو کوئی کرتا گلہ ہے جو کسو اپنے کا — لوگ باور نہیں کرتے ہیں پہ شکوہ ...
ہے یہ مشکل کہ نہیں ڈر سے مجھکو شکوا — دل کے ہاتھوں سے کہ ہے دشمن جانی ا...
ہوں اک آفت میں گرفتار کہوں یا نہ کہوں

یعنی اس پردہ میں اک بھید کا پنہاں ہے غماز — اشکِ بیتابی و فریاد و فغاں ہے غما[ز]
پہلے تو عاشقِ غمگین کی زباں ہے غماز — میں تو دیوانہ ہوں اور ایک جہاں ہے غما[ز]
گو میں اب ریشِ دلِ زار کہوں یا نہ کہوں

ہے سخن واللہ ہی دل کی مجھے معروف ہو — ہوں بزندانِ سخن صورتِ قفلِ ابجد
دل میں باتیں ہیں بھری بسکہ زیادہ از حد — آپ سے میرا وہ احوال نہ پوچھے تو اس...
حسبِ حال اپنے پھر اشعار کہوں یا نہ کہوں

مخمس شاعر بعدیل معروف بر غزل حافظ احسان صاحب

نالہ ہائے بے اثر بے فائدہ — زاریِ شام و سحر بے فائدہ
کیجیے کیوں جی کا ضرر بے فائدہ — گریہ ام اے سیمبر بے فائدہ
رنگ زرد ہمچو زر بے فائدہ

نے تو نقشِ مدعا کی ہے نشست — نے صفِ غم ہی کو ملتی ہے شکست
خوب دیکھا او دلِ الفت پرست — نالۂ من سر بسر بے حاصل ست
گریۂ من سر بسر بے فائدہ